سیّد ناصر چشتی کی نعتیہ شاعری

تحقیق تدوین

طارق عزیز بھنڈارا

الاشراق، لاہور

سیّد ناصر چشتی کی نعت

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	سیّد ناصر چشتی کی نعتیہ شاعری
مؤلف	:	طارق عزیز بھنڈارا
اشاعت اول	:	مارچ ۲۰۱۷ء
سرورق	:	حمدان گرافکس، لاہور
کمپوزنگ	:	الاشراق، لاہور
مطبع	:	نوید حفیظ پرنٹرز، لاہور
قیمت	:	300روپے

رابطہ:

طارق عزیز بھنڈارا

گورنمنٹ ہائی اسکول، 39/SP، پاک پتن

فون: 03017891625

ناشر

الاشراق

16-B، لال دین سٹریٹ، 35۔جیل روڈ، لاہور

فون: 042-37424424

انتساب

نبیِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

والدین کریمین

اور

اپنے اساتذۂ کرام کے نام

حُسنِ ترتیب

عرضِ مؤلف			۶
سفیرِ سوز و درد	(خراجِ تحسین)	جمشید کمبوہ	۸
سیّد ناصر چشتی: احوال و آثار			۱۰
نعت گوئی کی روایت			۴۸
کلامِ ناصر کے فکری محاسن			۷۳
کلامِ ناصر کے فنی محاسن			۱۵۴
سیّد ناصر چشتی کا ادبی مقام و مرتبہ			۲۰۴
کتابیات			۲۱۶

عرضِ مؤلف

سیّد ناصر چشتی اردو نعت کا ایک معتبر حوالہ ہیں۔ اُن کا تعلق فیصل آباد کے قصبے تاندلیانوالہ سے ہے۔ انھوں نے اردو، پنجابی دونوں زبانوں کو جذبۂ عشقِ رسول کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ اُن کی نعت مدحتِ رسول کا وہ سرمدی ترانہ ہے جس میں طمانیتِ قلب اور نشاطِ روح کے سارے سامان موجود ہیں۔ وہ اپنے مترنم لہجے، شگفتہ اسلوبِ بیان، خوب صورت موضوعاتِ نعت، سادہ الفاظ اور حقیقت نگاری کے باعث کاروانِ نعت میں جداگانہ حیثیت پر فائز نظر آتے ہیں۔

سیّد ناصر چشتی کی اردو نعتیہ شاعری اصل میں بندہ کا ایم۔فل اردو و اقبالیات کا مقالہ ہے جو اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور سے جنوری ۲۰۱۷ء میں تکمیل آشنا ہوا۔ زیرِ نظر مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سیّد ناصر چشتی کے حالاتِ زندگی، دوسرے میں نعت گوئی کی روایت بیان کی گئی ہے جب کہ تیسرا اور چوتھا باب اُن کی نعتیہ شاعری کے فکری و فنی محاسن پر مشتمل ہے۔ آخر میں مقام و مرتبہ کا تعین کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

اس مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں نگرانِ مقالہ محترمہ ڈاکٹر مزمل بھٹی کی رہ نمائی ہمہ دم میرے ساتھ رہی جس پر میں اُن کا اور شعبہ کے تمام اساتذہ کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ اس کے علاوہ دیگر احباب جنھوں نے دامے درمے، قدمے سخنے میری معاونت فرمائی، اُن میں خاص طور پر بڑے بھائی میاں احمد حسن بھنڈارا، میاں علی حسن، میاں فدا حسن، میاں خالد محمود، وسیم احمد، نوید عاجز، جمشید کمبوہ، عبدالحمید وٹو، ریاض احمد وٹو، طارق محمود جٹ، شاہد علی طاہر، محمد اسحاق خاں آسی، طارق انجم چودھری، میاں علی اکبر (مرحوم)، محمد سعید، سعید احمد وٹو، میاں فیصل رحمان، شکیل شیخ، خادم حسین، ظفر اقبال، انعام الحق آشام، میاں عامر ریاض، عثمان پھلروان، اسلم سکھیرا، اللہ رکھا شاہد اور پیر فیض اللہ حبیب کے نام نمایاں ہیں۔

اس کے بعد جناب چودھری محمد یوسف ورک (0332-4485876) نعت لائبریری شاہدرہ کے مہتمم کا بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے سیّد ناصر چشتی کے مجموعہ ہائے کلام کی دست یابی میں اہم کردار ادا کیا۔

یہاں میں اپنے والدِ محترم (مرحوم) اور والدۂ محترمہ کا ممنونِ احسان ہوں کہ جن کی انگلی پکڑ کر میں نے زندگی کے کٹھن اور مشکل راستوں میں کامیابی سے چلنا سیکھا اور میری شریکِ حیات اس لیے شکریے کی مستحق ہیں کہ انھوں نے میری حوصلہ افزائی کے ساتھ اس کام کے لیے مجھے گھریلو امور سے بے نیاز رکھا۔

فقط

طارق عزیز بھنڈارا

□

جمشید کمبوہ

سفیرِ سوز و درد

مُوقلم سے نعت موسم پر جوانی آ گئی
صورتِ ناصر بہارِ جاودانی آ گئی

آپ کی نعتیں سنیں تو خوش خیالوں نے کہا
خوش کلامی آ گئی، جادو بیانی آ گئی

جب سنی ناصر کے منہ سے نعتِ شاہِ دوسرا
داد دینے روح ہر جنت مکانی آ گئی

آپ کی نعتوں سے کشتِ دل ہوئی سیراب یوں
جیسے ندی نور کی اک آسمانی آ گئی

آپ ہی کے انہاکِ نعت کا فیضان ہے
نعت خوانوں کو حقیقی نعت خوانی آ گئی

نورِ عینِ عبدِ حق، وہ جانِ احمد شاہ کی
چشتیوں کے فیض کی زندہ نشانی آ گئی

ربِّ کعبہ کی قسم یہ ہے عطائے مصطفیٰؐ
آپ کی نعتوں میں رفعت آسمانی آ گئی

بالیقیں یہ آپ کے اکرام کا انعام ہے
خوب عزمِ حق نما کو گل فشانی آ گئی

ان کے لہجے کی حلاوت خیزیوں کے فیض سے
بے سُروں کو بھی یہاں شیریں زبانی آ گئی

آپ کی نم ناک آنکھوں کا اثر ہو کر رہا
نعت کہنی خوب اشکوں کی زبانی آ گئی

اُٹھ رہی ہیں بحرِ سینہ میں بھی لہریں درد کی
پھر سفیرِ درد کی لب پر کہانی آ گئی

آپ کے بِن بزمِ یارانِ سخن ویران ہے
دل ہوا غم ناک، اشکوں میں روانی آ گئی

تا ابد جمشید ناصر شاہ کے ممنون ہیں
اُن کی یادوں کے جلو میں خوش بیانی آ گئی

باب اول

سیّد ناصر چشتی: احوال و آثار

حالاتِ زندگی

نعت گوئی سنتِ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں تو کوئی ذرہ بھی بے مقدار پیدا نہیں فرمایا لیکن اس کی تخلیقی مشیت تمام تر جملہ باریکیوں کے ساتھ سمجھنے کی تا حال شعوری کوششیں پوری نہیں ہو سکیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے اِن تخلیقات کے ساتھ ساتھ ''اشرف المخلوقات'' کی تخلیق بھی ضروری سمجھی اور وجہِ تخلیقِ کائنات نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو ٹھہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرورِ کونین کا منصب عطا فرما کر ابدی سرداری کا تاج پہنا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشمۂ فیض کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ جس اُمتی پر اِس کی ایک چھینٹ پڑ گئی وہ غوث، قطب یا ولی بن گیا۔ مخلوقِ الٰہی رجوعِ الٰہی کے لیے اُسی در کی زنجیر کھٹکھٹانے پر مجبور ہے کہ یہ زنجیر مدینے میں گنبدِ خضرا میں روضۂ اقدس کو چھوتی ہوئی عرشِ الٰہی سے بندھی ہے۔ نعت گوئی ''ورفعنا لک ذکرک'' کی عملی تفسیر ہے۔ موجودہ صدی کو نعت کی صدی قرار دینا بے جا نہ ہوگا۔ نعت عقیدتوں کا اظہار ہی نہیں بلکہ تخلیقِ کائنات سے تہذیبِ کائنات تک زندگی کے اسرار و رموز نہایت سادگی اور خلوص سے حل کرنے کی سعی کا نام ہے۔

نعت میں شعرا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال و کمال کے موضوع کے ساتھ ساتھ سیرت و کردار کے تمام آفاقی پہلوؤں کو بھی خلوصِ نیت سے اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے ابد تک جاری رہے گا۔ عہدِ حاضر کے لاتعداد شعرا نے نعت گوئی کی مقدس روایت کو اپنا موضوعِ قلم بنانے کی امکانی کوشش کی ہے۔ نعت گوئی کے اس غیر مختتم مگر منزہ سلسلے کی ایک کڑی سیّد ناصر چشتی ہیں جو ثنا خوانانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہرست میں شمولیت کے آرزو مند ہیں۔

سیّد ناصر چشتی جدید اُردو نعت کے حوالے سے اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ اُن کی نعت کا سفر کم و بیش ۴۵ برس پر محیط ہے۔ اُن کی نعتیہ شاعری عشق و وارفتگی کا مظہر ہے جس میں عقیدت و احترام کی خوشبو رچی بسی ہے۔ گویا سنتِ خداوندی کی پیروی کرنے والے بے حد و شمار نعت گویانِ عالی مرتبت کی صف میں سیّد ناصر چشتی نے باوقار مقام حاصل کیا ہے۔

خاندانی پس منظر:

سیّد ناصر چشتی کا تعلق ایسے سادات گھرانے سے ہے جو برصغیر میں صدیوں سے دینی، روحانی اور علمی خدمات سرانجام دینے میں مصروفِ عمل ہے۔ آپ نجیبُ الطرفین سیّد ہیں۔ آپ کا خاندان علمی و روحانی وجاہت کے اعتبار سے ممیز و ممتاز ہے۔ آپ کے دادا جی حضرت سیّد میر احمد شاہؒ (چڑیاں والی سرکار) روحانیت کے مقامِ رفیع پر فائز تھے۔ جمشید کمبوہ نے اُن کے احوال و آثار پر ایک مبسوط کتاب ''میرِ اولیا'' کے نام سے تحریر کی ہے۔ آپ کے دادا جان کے بارے میں جمشید کمبوہ اپنی کتاب ''میرِ اولیا'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

''آپ کے دادا جان کا اسمِ گرامی سیّد میر احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کا لقب ''خواجہ'' اور عرف ''چڑیاں والی سرکار'' ہے۔ آپ کو ''چڑیاں والی سرکار'' اس لیے کہتے ہیں کہ آپ چڑیوں کو دانہ دنکا بہت ڈالتے تھے۔ حتیٰ کہ چینی (کھانڈ) بھی ڈالا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ چڑیوں کی دُعا سے میں نے حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ آپ انسان، حیوان، چرند، پرند، الغرض ہر چیز سے محبت و شفقت فرماتے تھے اور صلہ رحمی کا بہت خیال رکھتے تھے''۔(۱)

میر احمد شاہؒ ۱۸۸۵ء کو اورنگ آباد ضلع اٹک (کیمبل پور) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بخت بی بی تھا جو انتہائی عبادت گزار اور خدا ترس خاتون تھیں۔ میر احمد شاہؒ کی شادی کے بارے میں جمشید کمبوہ لکھتے ہیں:

''آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سگی پھوپھی کے ہاں ہوئی۔ آپ کی یہ نیک بخت زوجہ جلد ہی انتقال فرما گئیں اور اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری شادی دوسری

پھوپھی کے ہاں ہوئی۔ ان سے ایک لڑکا ''عبدالحق'' نامی پیدا ہوا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد دو بیٹیاں اور ایک بیٹا عبدالحق شاہؒ پیدا ہوئے۔ ایک بیٹی عبدالحق شاہؒ سے بڑی اور ایک چھوٹی تھی''۔(۲)

میر احمد شاہؒ نے ابتدائی تعلیم (قرآن پاک) ''پنڈ سلطانی'' میں حاصل کی اور حضرت مولانا محمد علی چشتی مکھڈیؒ (خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ) کے درس سے عربی، فارسی اور دیگر متداول علوم میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ کچھ عرصہ حضرت خواجہ ضیاالدین سیالویؒ کی خدمت میں رہے اور علومِ ظاہریہ و باطنیہ سے اپنا دامن مالا مال کیا۔

میر احمد شاہؒ کو تاجدارِ ولایت حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ سے سلاسل اربعہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپؒ اپنے مرشد کے حسبِ حکم ضلع اٹک سے ہجرت کر کے کچا تاندلہ تشریف لائے اور دعوتِ حق کے لیے ۴۱۰ گ۔ب کچا تاندلہ ضلع لائل پور (فیصل آباد) کو اپنا مرکز بنایا۔ آپؒ کی زندگی بہت سی کرامات کا مجموعہ تھی۔ آپ صاحب کشف بزرگ تھے۔ اس بارے میں جمشید کمبوہ اپنی کتاب ''میرِ اولیا'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت میر احمد شاہؒ (کچا تاندلہ) تشریف لائے تو آپ کے پاس ایک گودڑی تھی، جسم پر ایک چھوٹی سی چادر بندھی ہوئی تھی، لیروں کی گانٹھوں سے بنی ہوئی ایک تسبیح اور سلور کی ایک کیتلی تھی۔ آپؒ نے آ کر مسجد میں ڈیرہ ڈال دیا۔ باہر ایک طرف اینٹوں کا چولھا بنایا، درختوں کے پتے ڈال کر آگ جلائی اور کیتلی میں پانی ڈال کر چولھے کے اُوپر رکھ دی (گویا حضرت صاحب چائے تیار کر رہے تھے) مولوی صاحب نے پوچھا تم کون ہو؟ اور یہ کہہ کر کیتلی کو ٹھوکر مار کر دور پھینک دیا جس جگہ کیتلی گری تھی وہاں دوبارہ چولھا بن گیا اور چائے اُبلنے لگی۔ یہ دیکھ کر مولوی صاحب ڈر گئے''۔(۳)

میر احمد شاہؒ کو مطالعۂ کتب سے بے حد شغف تھا۔ آپ معمولات ادا کرنے کے بعد زیادہ تر وقت مطالعہ میں گزارتے تھے۔ آپؒ کی لائبریری میں کئی قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ زیادہ تر کتب فارسی، عربی اور اُردو میں ہیں۔

آپؒ سادہ مگر صاف ستھرا لباس زیبِ تن فرماتے۔ عموماً شلوار قمیض پہنتے۔ سر پر کبھی ناڑ

کی ٹوپی رکھتے اور کبھی قادری ٹوپی۔ چمڑے کا جوتا پہننا پسند فرماتے تھے۔ انتہا درجے کے مہمان نواز تھے۔ نفاست اور سادگی بہت پسند تھی۔ سادہ لباس، سادہ غذا اور سادہ رہن سہن آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ ظاہر داری اور تصنع سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اس بارے میں جمشید کمبوہ اپنی کتاب ''میرِ اولیا'' میں بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ انگریز سرکار کے ایک بڑے افسر نے آپؒ سے کہا کہ آپ جتنی چاہیں زمین لے لیں میں آپ کو الاٹ کر دیتا ہوں مگر آپ نے یہ کہہ کر اس کی پیش کش ٹھکرا دی کہ احمد شاہؒ کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس کے لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں۔ اس زمین کے چاہنے والے اور بہت ہیں''۔(۴)

ناصر چشتی کے والد کا نام عبدالحقؒ تھا۔ آپ ۱۰ جون ۱۹۲۴ء کو اورنگ آباد، ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآنِ مجید، عربی اور فارسی وغیرہ۔ کی ابتدائی تعلیم اورنگ آباد میں حاصل کی۔ چند سال بندیال، ضلع خوشاب میں زیرِ تعلیم رہے اور حضرت مولانا یار محمد بندیالویؒ سے کسبِ فیض کیا۔ کچھ عرصہ آستانہ عالیہ صلاح الدین (ماموں کانجن) رہے۔ بعد ازاں بگی ڈل (چک نمبر 629 گ۔ب) جڑانوالہ چلے آئے اور نامور عالمِ دین مولانا چراغ دینؒ سے بقیہ تعلیم مکمل کی حتیٰ کہ دورۂ حدیث اور درسِ نظامی کی سند جامعہ رضویہ مظہر الاسلام جھنگ بازار، فیصل آباد سے حاصل کی۔ آپؒ نے چھٹی جماعت تک سکول کی تعلیم حاصل کی لیکن انگریزی اچھی خاصی پڑھ لیتے تھے۔ آپؒ عربی، فارسی اور اُردو کے علاوہ پشتو بھی جانتے تھے۔

آپؒ کی شادی اپنے خاندان میں پیر عبدالحئی کے ہاں ہوئی۔ آپ کے ہاں چھ بچے پیدا ہوئے۔ آپؒ خواجہ جان محمد تونسویؒ کے مریدِ خاص تھے اور فنِ تقریر سے واقفیت رکھتے تھے۔ آپؒ عارف صادق اور عظیم عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپؒ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے حوالے سے جمشید کمبوہ اپنی کتاب ''میرِ اولیا'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

''آپ نعتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوق اور محبت سے سُنا کرتے تھے اور نعت سن کر بے خود ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے ایک دفعہ ایک نعت خواں کو اپنا کوٹ اُتار کر انعام کے طور پر دے دیا''۔(۵)

پیدائش:

سیّد ناصر چشتی، سیّد عبدالحق شاہؒ کے ہاں ضلع اٹک کی تحصیل جنڈ کے ایک قصبے اورنگ آباد میں ۱۹۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ یہی تاریخ پیدائش اُن کے شناختی کارڈ پر بھی درج ہے آپ کا اصل نام محمد ضیاء الحق شاہ تھا لیکن ناصر چشتی کے تخلص سے مشہور ہوئے''۔(۶)

سیّد ناصر چشتی کے والد کے حالاتِ زندگی سے پتا چلتا ہے کہ وہ ایک متحرک اور فعال شخصیت تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ناصر صاحب کو جذبۂ تحرک اپنے دادا اور اپنے والد کی طرف سے ورثہ میں ملا۔ ناصر صاحب کا ایک بھائی اور چار بہنیں ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ سیّدہ رقیب النساء ---------------------- بہن
۲۔ محمد ضیاء الحق (ناصر چشتی) ---------------- موصوف
۳۔ سیّد محمد عطاء الحق شاہ ----------------- بھائی
۴۔ سیّدہ نفیسۃ النساء ---------------------- بہن
۵۔ سیّدہ عفت النساء ---------------------- بہن
۶۔ سیّدہ رفعت النساء ---------------------- بہن (۷)

محمد ضیاء الحق شاہ المعروف ناصر چشتی کے بھائی محمد عطاء الحق شاہ نہایت شُستہ ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ کو مطالعۂ کتب کا ذوق اور حکمت ورثہ میں ملی۔ اگرچہ آپ شاعر نہیں ہیں لیکن شعر کی تقطیع کر کے معائب و محاسن بخوبی واضح کر سکتے ہیں۔ آپ ہنس مکھ اور خلیق ہیں اور سینکڑوں اشعار آپ کو زبانی یاد ہیں۔ فنِ خطابت میں بھی آپ اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔

تعلیم:

سیّد ناصر چشتی کا گھرانہ دینی و مذہبی روایت کے فروغ میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ آپ سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد میں کئی نامور صوفی اور عالمِ دین تھے۔ اس طرح کے علمی خانوادے سے سیّد ناصر حسین کی شکل میں ایک ایسا چراغ جلا جس کی کرنوں سے

سارا عالم منور ہو گیا۔ آپ نے تیسری جماعت تک اورنگ آباد کے پرائمری سکول میں تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ اپنے دادا اور والد کے ہمراہ دین کی تبلیغ کے سلسلے میں تاندلیانوالہ کے قریب ایک گاؤں چک نمبر ۴۱۰ گ۔ب میں منتقل ہو گئے یہاں ان کے پرائمری اُستاد امیر علی تھے۔

آپ نے میٹرک گورنمنٹ ایم سی ہائی سکول تاندلیانوالہ سے پاس کرنے کے بعد ایف اے گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد سے کیا۔ محمد عثمان پھلروں اپنی کتاب ''ملاقاتیں'' میں آپ کے علمی ماحول کے بارے میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''آپ کو ہوش سنبھالتے ہی علمی ماحول ملا تھا اور آپ کے والد عبدالحق شاہؒ کی نظرِ کرم آپ پر تھی۔ آپ نے خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ پر آپ کے مرشد کی نظرِ خاص تھی۔ آپ نے چوتھی جماعت میں ''تک بندی'' شروع کر دی تھی۔ شاعری سے خاص شغف تھا اور پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ چل نکلا۔ شروع میں سب لوگ آپ کی شاعری کا مذاق اُڑاتے تھے۔ پھر لوگ مصرعے دیتے اور آپ بعض اوقات پوری غزل ہی لکھ دیتے تھے''۔(۸)

ابتدا میں آپ نے اپنے دور کے عظیم شاعر حضرت علامہ صائم چشتیؒ سے اصلاح لینا شروع کی اور ان کے ادارے نے ہی آپ کی پہلی کتاب شائع کی۔ آپ شاعری میں صائم چشتی کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ اس حوالے سے صائم چشتی کے فرزندِ ارجمند محمد لطیف ساجد اپنے ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

''ناصر چشتی کو شاعری میں حضرت علامہ صائم چشتیؒ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا اور والد صاحب اپنے اس پیارے شاگرد پر فخر فرمایا کرتے تھے۔ میرے خیال میں ناصر چشتی میرے والدِ بزرگوار کے سب سے زیادہ منظورِ نظر شاگردوں میں سے ایک تھے''۔(۹)

ناصر چشتی صاحب نے اقبال صلاح الدین سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے۔ اس بارے میں عثمان پھلروں اپنے ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

''علامہ صائم چشتی کی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر آپ نے اقبال صلاح الدین سے

اصلاح لینا شروع کی''۔(۱۰)

آپ نے شاعری میں سیّد انوار ظہوری سے بھی کسبِ فیض کیا۔ اس بارے میں آپ کے شاگرد جمشید کمبوہ اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں:

''ناصر چشتی نے جن نابغۂ روزگار اساتذۂ فن سے کسبِ فیض کیا۔ اُن میں ایک نام سیّد انوار ظہوری کا ہے۔ آخری ایام میں آپ شاعری میں سیّد انوار ظہوری سے بھی اصلاح لیتے رہے ہیں''۔(۱۱)

سیّد ناصر حسین چشتی جدید نعتیہ ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہیں اور آپ کا شمار عہدِ جدید کے نامور نعت گو شعرا میں ہوتا ہے۔ عثمان پھلروں کی کتاب ''ملاقاتیں'' میں ڈاکٹر انور سدید نے ناصر چشتی کو کچھ یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

''جس طرح محمد علی ظہوری اور محمد اعظم چشتی کا دور تھا اسی طرح موجودہ دور سیّد ناصر چشتی کا دور ہے''۔(۱۲)

شادی:

سیّد ناصر چشتی ۱۹۷۶-۷۷ء کو سیّدہ نجیب النسا کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی شریکِ حیات زندگی بھر آپ کے لیے حوصلہ افزائی کا باعث بنی رہیں۔ خاص طور پر محافلِ نعت میں آپ کی شرکت آپ کی زوجہ کی پس پردہ خدمات ہیں۔ آپ کو جس قدر فروغِ ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شغف تھا اسی طرح آپ کی زوجہ نے بھی کبھی آپ کو محافلِ میلاد میں جانے سے نہیں روکا تھا۔ سیّدہ نجیب النسا کے جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اُن کے بیٹے سیّد محمد اکرام الحق بیان کرتے ہیں:

''میرے سنِ شعور سے اب تک میں نے اپنے والد صاحب اور والدہ ماجدہ کے مابین شعر گوئی اور محافلِ میلاد کی مصروفیت کے ضمن میں کبھی رنجش یا تنازعہ و تکرار کی صورت جنم لیتے نہیں دیکھی۔ والدہ ماجدہ نے بھی فروغِ ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خود کو وقف کر لیا

تھا''۔(۱۳)

ناصر چشتی کی زوجہ محترمہ حیات ہیں۔اُن کی ادبی سرگرمیوں اور محافلِ میلاد کے انعقاد میں بلاشبہ اُن کی زوجہ کا کردار قابلِ تحسین ہے۔

اولاد:

سیّد ناصر چشتی کو اللہ رب العزت نے چار بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ سیّد محمد انعام الحق شاہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹا
۲۔ سیّد محمد اکرام الحق شاہ (مرحوم)۔۔۔تقریباً سوا سال کی عمر میں وفات پائی (بیٹا)
۳۔ سیّدہ وقار النساء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی
۴۔ سیّد محمد اکرام الحق شاہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹا
۵۔ سیّدہ صائمہ ناصر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی
۶۔ سیّدہ انعم ناصر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی
۷۔ سیّدہ عنزہ ناصر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی (۱۴)

اُن کے سب سے بڑے بیٹے سیّد محمد انعام الحق آشام ہیں۔وہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۸ء کو تاندلیانوالہ میں پیدا ہوئے۔اُنھوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج دھوبی گھاٹ، فیصل آباد۔۔۔ جسے آج کل جی سی یونی ورسٹی کا درجہ حاصل ہے ۱۹۹۹ء میں بی اے کیا۔شعروسخن کے ملکہ سے سرفراز ہیں اور اپنے والد سے ہی مستفیض ہیں۔بعدازاں ناصر صاحب نے آپ کو اپنی مصروفیت کی بنا پر اپنے دوست اور تاندلیانوالہ کے معروف شاعر بشیر حامد کی شاگردی میں دے دیا۔اس بارے میں عثمان پھلرون اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں:

''انعام الحق شاعری میں نعت، غزل، نظم اور رباعی جیسی اصناف میں کامل دست گاہ کے حامل ہیں۔اب درس وتدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں''۔(۱۵)

سیّد محمد اکرام الحق شاہ اُن کے چھوٹے بیٹے ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں

۴۱۰ گ۔ب کچا تاندلہ سے حاصل کی۔اُنھوں نے گورنمنٹ ایم سی ہائی سکول تاندلیانوالہ سے ۲۰۰۰ء میں میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔

۲۰۰۳ء میں منہاج یونی ورسٹی کے تحت لاہور بورڈ سے ایف۔اے کیا۔اس کے بعد ۲۰۰۵ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے بطور پرائیویٹ اُمیدوار بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔۲۰۰۸ء میں پنجاب یونی ورسٹی ہی سے عربی میں ایم۔اے کیا۔اس کے علاوہ منہاج یونی ورسٹی لاہور سے ''علومِ شریعہ'' میں تخصص رکھتے ہیں۔وہ ابھی حصولِ علم کے مراتب طے کر رہے تھے کہ والد صاحب (سیّد ناصر چشتی) ۲۰۰۹ء میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔یوں والد صاحب کے مریدین کی رشد و ہدایت کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آن پڑی۔فی الحال وہ اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔خوش بیان خطیب ہیں اور فنِ خطابت کے اسرار و رموز سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔مطالعۂ کتب سے شغف ہے اور باعمل شریعت کے پابند ہیں۔ناصر چشتی اپنی بیٹیوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اُن کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔آپ حتی المقدور کوشش کرتے تھے کہ بیٹیوں کی فرمائش پوری کی جائے لیکن آپ بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا پسند نہیں کرتے تھے۔بیٹیوں کے حوالے سے سیّد اکرام الحق شاہ اپنے ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

''ناصر صاحب نے بیٹیوں کو بنیادی تعلیم سے آراستہ کیا ہے۔اُن کی دو بیٹیاں سیّدہ وقار النساء اور سیّدہ صائمہ ناصر شادی شدہ زندگی گزار رہی ہیں جب کہ سیّدہ انعم ناصر اور سیّدہ عنزہ ناصر تا حال والدہ ماجدہ کے ساتھ گھریلو ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں''۔(۱۶)

سماجی و ادبی سرگرمیاں:

سیّد ناصر چشتی رائٹرز گلڈ تاندلیانوالہ کے ممبر بھی رہے۔آپ رسالہ ''لکھاری'' از محمد اقبال زخمی اور ''لہراں'' از ڈاکٹر اختر حسین اختر سے بھی وابستہ رہے ہیں۔''رسالہ تاندلہ زار'' گورنمنٹ کالج تاندلیانوالہ میں بھی آپ کے کئی مضامین چھپ چکے ہیں۔آپ والی بال اور

بیڈمنٹن کے شوقین تھے۔

شعر گوئی کا آغاز:

سیّد ناصر چشتی کو بچپن سے ہی شعر و سخن سے شغف تھا۔ آپ ایک عظیم علمی و روحانی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی پرورش آغوشِ ولایت میں ہوئی۔ اس گھریلو ماحول نے آپ کی شخصیت کو گوہرِ نایاب بنا دیا تھا۔ نعت گوئی میں کمال حاصل کرنا اُن کے بزرگوں کی دُعاؤں کا ثمر ہے۔ اس بارے میں آپ کے بیٹے سیّد محمد اکرام الحق اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں:

''خواجہ قمر الدین سیالوی (ؒ ناصر صاحب کے مرشد) سے میر احمد شاہؒ نے فرمایا کہ ناصر چشتی ایک دن بڑا نام پائے گا اور ہر جگہ ناصر ناصر ہو گی۔ آپ کے دادا میر احمد شاہؒ نے آپ کے ہاتھ میں قلم دیا اور فرمایا کہ لکھو۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرا پوتا ایک دن بڑا نام کمائے گا۔ اُس دن کے بعد سے آپ نے لکھنا شروع کیا''۔ (۱۷)

شاعری آپ کے نمایاں اوصاف میں سے بنیادی وصف تھا۔ اپنے شعری سفر کے آغاز میں آپ نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ آپ کا شعری سفر کم و بیش ۴۵ سالوں پر محیط ہے۔ آپ نے ہر انداز میں اعلیٰ درجے کی شاعری کی۔ اس بارے میں اُن کے شاگردِ خاص جناب اعجاز اسیر اپنے انٹرویو میں بیان کرتے ہیں:

''وہ ایک نعت گو شاعر ہی نہیں بلکہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ اُنھوں نے مختلف اصناف میں زندگی کے سبھی رنگ بکھیرے ہیں۔ مثلاً قطعے، دوہڑے، غزلیں، نظمیں، چوبرگے اور رباعیات وغیرہ آپ کی شاعری کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ رباعی دیکھی یا قطعہ پڑھا تو ایسا لگا کہ وہ اُنھیں کے لیے بنے ہیں۔ اُنھوں نے غزل کو بھی زندگی کے روزمرہ اُسلوب میں بیان کیا ہے''۔ (۱۸)

آپ نے غزل، قطعات، چوبرگے مصرعے، رباعی اور دوہڑے بھی خوب کہے لیکن آپ کا اصل میدان نعت گوئی ہے۔ آپ کی وجۂ شہرت نعتیہ شاعری ہے جس میں آپ نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ نعت گو شاعر مظفر وارثی آپ کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ آپ نے جس رنگ میں بھی نعت

لکھی اُسے بڑی پذیرائی ملی۔ آپ کے شاگرد اعجاز اسیر اس بارے میں بیان کرتے ہیں:

''آپ ایک ایسے جید عالم اور نعت گو شاعر تھے جس کی مثال ایک برگد کے درخت کی مانند ہے۔ آپ نعتیہ ادب کا وہ شجرِ سایہ دار ہیں جس سے آج ایک عالم فیض یاب ہو رہا ہے''۔ (۱۹)

نعت گوئی میں ناصر چشتی کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ نعت کو خواص سے نکال کر عوامی دوائر میں عام کیا جائے۔ سو، اُنھوں نے مشکل پسندی، نکتہ طرازی، فلسفیانہ موشگافیوں اور دور از کار تشبیہات و ترکیبات سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے کلام کو سہل و سادہ اور عام فہم بنانے کی امکانی کوشش کی ہے۔ اس بارے میں اُن کے شاگرد ڈاکٹر بشیر فیض یوں بیان کرتے ہیں:

''ناصر چشتی نے نعت کو عام فہم انداز میں یوں پیش کیا ہے کہ اُن کی نعتیں زبان زدِ عام ہو گئی ہیں۔ اُن کے لہجے میں اس قدر تاثیر ہے کہ شعر قلب و ذہن میں گھر کر چکے ہیں''۔ (۲۰)

آپ نے نعتیہ شاعری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں پر منفرد انداز میں روشنی ڈالی ہے اور عقیدۂ اہلِ سنت والجماعت کی بھی خوب انداز میں ترجمانی کی ہے۔ دولفظی اور سہ لفظی تکرار اور ضرب الامثال کا بہترین استعمال آپ کی شاعری کا خاصہ ہے۔ آپ نے پنجابی کلام میں انگریزی قافیے اور ردیف کا استعمال بڑے خوب صورت انداز میں کیا ہے۔ یقیناً آپ کا لکھا ہوا کلام آنے والے زمانوں تک تر و تازہ رہے گا۔ ۲۰۰۷ء میں اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں آپ کی نعت گوئی کے بارے میں محمد انوار حسین قادری یوں بیان کرتے ہیں:

''موجودہ دور میں جن نعت گو حضرات نے نعت گوئی کے حوالہ سے شمعِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشن کرنے کی سعیِ جمیلہ کی ہے اُن میں ایک نام ناصر چشتی کا ہے۔ اُنھوں نے عام فہم الفاظ، اچھوتے انداز اور نئے اُسلوب میں نعت گوئی کا علم بلند کیا ہے اور دلوں کو وہ کیف و مستی دی ہے جو خاص کر نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم گستری، کرشمہ سازی اور اعجاز نمائی کے باعث ہی ممکن ہے''۔ (۲۱)

ناصر چشتی نے شاعری کے اندر نہایت سادہ اور عام فہم انداز اپنایا ہے۔ آپ کے نعتیہ

انداز کے بارے میں عثمان پھلروان اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں:

"آپ نے تمام عمر فروغِ نعت کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے شاعری میں زیادہ تر عام فہم انداز اس لیے اپنایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد تک عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا جائے۔ آپ عام سی بات کو بھی شاعری کے انداز میں بدل دیتے تھے۔ آپ نے جو نعت لکھی وہ مقبول ہوئی۔ ابلاغ، روانی، سلاست اور سادگی آپ کی نعتیہ شاعری کے نمایاں اوصاف تھے"۔(۲۲)

جب ہم آپ کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ میں ایک عظیم شاعر کی تمام تر خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ آپ کا لکھا ہوا ہر شعر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے آپ کے گہرے قلبی تعلق کا مظہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا نعتیہ کلام پوری دنیا میں ذوق وشوق سے سُنا جاتا ہے اور محافلِ میلاد میں تقریباً ۶۰ فیصد کلام ناصر چشتی کا پڑھا جاتا ہے۔ کئی عالمی شہرت یافتہ ثنا خوانانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا کلام پڑھا جن میں شہباز قمر فریدی، حافظ محمد حسین چشتی، شبیر احمد گوندل، خورشید احمد اور اویس رضا قادری کے نام سرفہرست ہیں۔

سیّد ناصر حسین چشتی کی شخصیت کی پہچان کے بے شمار حوالے ہیں۔ آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ بیک وقت خوش فکر نعت گو، عمدہ غزل گو، خوش بیاں مقرر، خوش وضع انسان اور اچھے مہمان نواز تھے۔ اِن سب حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم وادب اُن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ یہاں اُن کی زندگی کے مذکورہ پہلوؤں کا ایک تعارفی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تا کہ اُن کی شخصیت کے مختلف گوشے سامنے آسکیں۔

ناصر چشتی بحیثیت شاعر:

ناصر صاحب باقاعدہ طور پر درس وتدریس سے وابستہ نہیں رہے لیکن شاعری میں اُن کے چشمۂ فیض سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوئے ہیں۔ اُن کا علمی فیض صرف اپنوں کے لیے نہیں تھا بلکہ ہر خاص وعام اس سے مستفیض ہوا۔ آپ کا گھر مکتب بنا رہتا تھا۔ کہیں شعروں کی تصحیح ہو رہی ہے تو کہیں کوئی تقریر لکھوانے آ رہا ہے۔ کوئی فنِ خطابت سیکھنے آ رہا ہے تو کوئی محفلِ میلاد میں

لے جانے کا متمنی ہے۔ الغرض آپ علم وحکمت کے موتی نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد نظر آتے تھے۔

ناصر چشتی نے روایتی شاعری سے بغاوت کی ہے۔ نعت کو عام روایت سے نکال کر جدت سے ہم کنار کیا ہے۔ آپ نے نعتیہ شاعری میں نئی جہتیں متعارف کروائی ہیں۔ آپ نے نعت خوانی کو موسیقیت سے مزیّن کیا ہے۔ اس بارے میں آپ کے دوست نصیر بلوچ اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں:

"آپ علمِ موسیقی سے واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے عام نعت خوانوں کو بھی بہترین کمپوزیشن عطا کر کے بڑے بڑے نعت خوانوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے"۔(۲۳)

ناصر چشتی کے پاس بہت سے لوگ شاعری کی اصلاح لینے آتے تھے۔ آپ اپنا فیض دوسروں تک منتقل کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ آپ اپنے شاگردوں کو نعت لکھنے کی ترغیب ضرور دیتے تھے۔ آپ کے نمایاں شاگردوں میں ساغر چشتی، اقرار جوئیہ، جمشید کمبوہ، اعجاز اسیر اور ڈاکٹر بشیر فیض وغیرہ شامل ہیں۔ آپ ہمیشہ شاعری کا لنگر تقسیم کرتے نظر آتے تھے۔ اس بارے میں آپ کے معروف شاگرد اعجاز اسیر اپنے ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

"آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو مہمان نوازی کی خوبی سے نوازتا ہے تو پھر اُس کی شخصیت میں تمام خوبیاں سمٹ جاتی ہیں۔ میں نے آپ کو اپنی رہائش گاہ پر دور اُفتادہ علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کو دوہڑے اور شاعری کا لنگر تقسیم کرتے دیکھا ہے"۔(۲۴)

ناصر صاحب کی وجۂ شہرت نعت گوئی ہے اور نعت گوئی میں اُنھیں نمایاں اعزاز حاصل ہے۔ اس بارے میں اُن کے شاگرد ساغر چشتی کچھ یوں گویا ہیں:

"قرآنِ پاک نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نعت کی ترویج وتشہیر کے لیے کچھ لوگوں کو مختص کر دیا ہے۔ ان میں ناصر چشتی ایک بہت بڑا نام ہے"۔(۲۵)

آپ نے شاعری میں عوامی مزاج کو مدِ نظر رکھا ہے۔ عثمان پھلروان کو اپنے ایک

انٹرویو میں وہ یوں بیان کرتے ہیں:

''میں نے سادہ اور عام فہم انداز اس لیے اپنایا ہے کہ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام عام لوگوں تک پہنچے۔ اس لیے میں نے نعت کو خواص سے نکال کر عوامی دوائر میں عام کیا ہے''۔(۲۶)

ناصر چشتی بحیثیت خطیب:

ناصر چشتی ایک بلند پایہ نعت گو شاعر اور ممتاز خطیب بھی تھے۔ فنِ خطابت میں وہ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کے والدِ ماجد نے آپ کی تربیت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی بلکہ خاص توجہ سے علومِ ظاہریہ و باطنیہ سے مالا مال فرما دیا تھا۔ آپ اکثر محافلِ میلاد میں خطاب فرماتے تھے اور آپ کی تقریر اس قدر مدلل اور پُرکشش ہوتی تھی کہ سامعین پر روحانی کیف طاری ہو جاتا تھا اور وہ تقریر کے خاتمہ تک ہمہ تن گوش بیٹھے رہتے تھے اور جب گھروں کو لوٹتے تھے تو دل کا عالم بدل چکا ہوتا تھا۔ آپ جو آیات اور احادیث بیان فرماتے اُن کا باقاعدہ حوالہ بھی دیتے تھے۔ آپ ایک عظیم عاشقِ رسول تھے۔ تمام عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا گوئی و ثنا خوانی میں گزری۔ تقریروں، مجلسوں، خلوتوں، جلوتوں، مساجد اور سفر و حضر میں موضوعِ سخن عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوتا۔ اس بارے میں محمد عثمان پھلرون بیان کرتے ہیں:

''نعت گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک اعلیٰ پائے کے عالمِ دین اور مبلغِ اسلام بھی تھے اور اکثر مختلف مساجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی دیتے تھے۔ جہاں آپ کا خطاب ہوتا تھا اہلِ علاقہ وہاں شوق سے جا کر آپ کا خطاب سماعت فرماتے تھے۔ آپ کی وجۂ شہرت نعت گوئی تھی لیکن فنِ خطابت میں بھی آپ مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ آپ نعت پڑھتے یا خطاب فرماتے تو ہزاروں کا مجمع آپ کے کلام کے اثر سے مسحور رہتا تھا''۔(۲۷)

ناصر صاحب نے کئی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ نے قطعہ، رباعی، دوہڑے اور نعت کے علاوہ غزل میں بھی اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں۔ اس بارے میں اقرار

جوئیہ یوں رقم طراز ہیں:

''آپ نے جس صنف میں بھی طبع آزمائی کی اُس میں بامِ عروج تک پہنچے ہیں۔ اُن کی غزل، غزل کے تمام تقاضے پوری کرتی دکھائی دیتی ہے''۔(۲۸)

ناصر چشتی بحیثیت انسان:

سیّد ناصر چشتی اپنے اخلاق و کردار کے حوالے سے ایک متوازن شخصیت کے حامل انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جوانوں کی محفل میں نوجوان، شاعروں میں شاعر اور زندہ دلوں کے درمیان نہایت لطیفہ گو اور بذلہ سنج مشہور تھے۔ اُن کی شخصیت کے بارے میں اُن کے دوست سیّد اصغر علی شاہ بتاتے ہیں:

''آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک عظیم اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے روایتی اندازِ شاعری سے بغاوت کی ہے۔ آپ ایک انتہائی شفیق اور مخلص ترین انسان تھے۔ دوسروں کے ساتھ خوش اخلاقی، شفقت اور محبت اُن کی شخصیت کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ دوسروں کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے''۔(۲۹)

آپ کے دوست سیّد اصغر علی آپ کی دوستی اور مخلص پن کو اس انداز میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

''آپ وفات سے چند روز قبل طبیعت خراب ہونے کے باوجود میرے پیغام پر تشریف لائے اور میلادِ پاک کی محفل میں اپنا کلام بھی سنایا''۔(۳۰)

سیّد ناصر چشتی بہت مہمان نواز تھے۔ اس بارے میں عثمان پھلروان اپنے ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

''ناصر چشتی مہمان نواز، متوازن اور منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے۔ آپ اہلِ علم کی قدر کرنے والے اور غریب پرور شخص تھے۔ آپ ہر سال محفلِ میلاد منعقد کروایا کرتے تھے اور وسیع لنگر کا انتظام بھی کرتے تھے''۔(۳۱)

وہ ایک خوش لباس، خوش مزاج، خوش گفتار اور خوش ادا انسان تھے۔ وہ احباب سے

زیادہ دیر شکر رنجی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔مزاح کے بغیر کسی بھی شاعر کی شاعری نامکمل ہوتی ہے۔شاعری کے فن کی تکمیل کے سلسلہ میں ناصر چشتی نے مزاح کو مقام وجگہ کے لحاظ سے استعمال کرنے کا قرینہ سیکھ لیا تھا۔وہ اکثر زائرین، مشتاقین اور مریدین سے مزاح کی باتیں کیا کرتے تھے۔اس بارے میں اُن کے شاگرد اعجاز اسیری یوں بیان کرتے ہیں:

’’آپ نعت خوانوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آپ کو اسٹیج پر پیسے نہ دیے جائیں تو پھر بھی آپ اتنی اچھی نعتیں پڑھ لیں گے‘‘۔(۳۲)

سیّد ناصر چشتی جس ذمہ داری، محبت اور جاں فشانی سے نعتیہ محافل کا انعقاد کرواتے رہے اسی لگن اور تن دہی سے اُنھوں نے گھریلو ذمہ داریوں کو بھی نبھایا ہے۔بچوں کی تعلیم وتربیت میں اُنھوں نے جس شفقتِ پدری کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔اس بارے میں اُن کی بیٹی سیّدہ وقار النسا یوں بیان کرتی ہیں:

’’باپ کی شفقت خداوند کریم کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک ہے اور ابو کا شمار ان بھرپور والدین میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی اولاد کو بے پناہ محبت دی‘‘۔(۳۳)

اُن کے بیٹے سیّد محمد انعام الحق آشام بتاتے ہیں کہ اُن کے والد صاحب نے سب بہن بھائیوں کی پرورش بڑے پُرخلوص انداز میں کی اور ہمیشہ ہماری ضروریات کو پہلی ترجیح قرار دیا۔ اُنھوں نے ہماری تعلیم وتربیت کے حوالے سے کسی قسم کی مالی وبدنی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

’’ناصر صاحب مادیت پرستی سے کوسوں دور تھے۔اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں پر خرچ کر کے خوش ہوتے تھے اور اپنے خرچ پر مہمانوں کی تواضع کرتے تھے اور بقول سیّدہ صائمہ ناصر دوسرا ثبوت اُن کا قرابت داری اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ تھا۔والد صاحب اپنے رشتہ داروں کے پاس آتے جاتے تھے۔آپ رشتہ داروں کے ساتھ پیار، محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتے تھے‘‘۔(۳۴)

سیّد ناصر چشتی نے اُردو نعتیہ ادب میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔آپ ۵ جولائی ۲۰۰۹ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔آپ نے زندگی کے آخری بیس سالوں میں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اپنا موضوعِ قلم بنایا۔یہاں بھی آپ نے اپنی ندرت کو برقرار رکھا۔اُن کا کلام زبان زدِ

عام ہے اُن کی کئی نعتوں نے عالم گیر شہرت اور مقبولیت حاصل کی ہے۔اللہ ربّ العزت اُن کے درجات بلند فرمائے اور اُنھیں اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین!

تخلیقات:

سیّد ناصر چشتی عرصۂ دراز سے تصنیف وتالیف سے وابستہ رہے۔اُنھوں نے نظم اور نثر دونوں میں طبع آزمائی کی ہے۔اُنھوں نے غزل، قطعات، رباعی، چوبرگے اور دوہڑے بھی خوب کہے لیکن اُن کا اصل میدان نعت گوئی تھا۔اُنھوں نے مشکل پسندی اور فلسفیانہ موشگافیوں سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے کلام کو سہل وسادہ اور عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔ایک محتاط تجزیے کے مطابق محافلِ نعت میں ساٹھ فیصد کلام ناصر چشتی کا پڑھا جاتا ہے جو ان کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اُنھوں نے غزل کی طرف بہت کم توجہ دی لہٰذا اُن کی زندگی میں غزلوں کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوسکا۔اُنھوں نے اپنی غزلیات کا ایک جاں نواز مجموعہ ’’سلگتے سائے‘‘ کے نام سے ترتیب دیا لیکن بوجوہ شائع نہ ہوسکا۔اُن کے صاحبزادے سیّد انعام الحق آشام نے باقی غزلیات کو ’’قلم بول رہا ہے‘‘ کے عنوان سے ترتیب دیا ہے جو عنقریب منصۂ شہود پر آجائے گا۔ آپ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی اپنے منفرد اُسلوب کے باعث یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔ آپ نے سینکڑوں کتب کی تقاریظ بھی لکھی ہیں۔لوگ اُن سے تقاریظ لکھوانا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ اُن کے کئی غیر مطبوعہ مضامین بھی ہیں۔آپ نے نعت میں زیادہ تر مقامی لہجہ اپنایا ہے۔آپ نے اُردو اور پنجابی شاعری میں انگریزی قافیوں کا خوب استعمال کیا ہے۔آپ کی درج ذیل نعتیہ تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

پنجابی مجموعہ ہائے نعت:

’’تینوں درِ حضور تک لے چلّاں‘‘ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، بارِ سوم، ۲۰۱۰ء

’’سوہنا رسول‘‘ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، س ن

''لجپال نبی'' نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، س ن

''مدینے دے نظارے'' نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، س ن

''یتیماں دا والی'' نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، س ن

''جلوے، لشکاں، کرناں'' نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء

غیر مطبوعہ ہزاروں دوہڑے

اُردو مجموعہ ہائے نعت:

ناصر چشتی کے نعتیہ مجموعہ ہائے جات کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

کلامِ ناصر:

ناصر چشتی کا پہلا اُردو نعتیہ مجموعہ ''کلامِ ناصر'' چشتی کتب خانہ، فیصل آباد نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا جس میں ایک حمدِ باری تعالیٰ، ۴۰ نعوت اور ۳۸ مناقب شامل ہیں۔ اس کا انتساب حضرت حسان بن ثابتؓ کے نام ہے جس کی عبارت یوں ہے:

''بُلبلِ چمنستانِ رسالت، ثناخوانِ مصطفیٰ، فخر الشعرا بحضور حضرت حسان بن ثابتؓ''

یہ نعتیہ مجموعہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۳۲ اُردو اور ۸ پنجابی نعوت شامل ہیں۔ اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ دیکھنا گر محمد کا دربار ہے تو مدینے چلو سب مدینے چلو
۲۔ ہوائیں مستی میں جھومتی ہیں گلستاں پر شباب آیا
۳۔ تیرا جھولا فرشتے جھلاتے ہیں اب تو سو جا رے سو جا مرے لاڈلے
۴۔ نہ آپ آتے اگر جہاں میں قسم خدا کی جہاں نہ ہوتا
۵۔ کملی والے کا میلاد حق نے عرش پر تھا کیا سب سے پہلے
۶۔ جن کی محفل دلوں میں سجی ہے خود وہ تشریف لائے ہوئے ہیں
۷۔ خاتم الانبیا اے حبیبِ خدا! تیری خاطر دو عالم بنائے گئے

۸۔ نور نے جس کے روشن جہاں کر دیا آج مکے میں وہ آفتاب آ گیا
۹۔ مصطفیٰ خیر الوریٰ بگڑی بنانے آ گئے
۱۰۔ گھر مُطلب کے اُترا ہے خالق کا مہتاب
۱۱۔ دامنِ مصطفیٰ کو نہ چھوڑو کبھی، مصطفیٰ کی گدائی بڑی چیز ہے
۱۲۔ خدا سے تجھے کیا ملے گا جو تیرا حبیبِ خدا سے تعلق نہیں ہے
۱۳۔ ہے معطر معطر فضا دوستو! مست سارا جہاں آج کی رات ہے
۱۴۔ زمیں سے آسماں تک ہے مکاں سے لامکاں تک ہے
۱۵۔ آئی ہو سبز گنبد کو چھو کر اے صبا شکریہ مہربانی!
۱۶۔ دربارِ محمد سے منگتوں کو ملا کیسے
۱۷۔ ربِ عالم نے تجھ کو بلایا وہاں جس جگہ پہ کسی کو بلایا نہیں
۱۸۔ سرکارِ مدینہ کا جو لیتے ہیں نام اکثر
۱۹۔ خاتم الانبیا رہبر و رہنما چاند عربی نگینہ بڑی چیز ہے
۲۰۔ ہے بہاروں نے محفل سجائی مصطفیٰ آج تشریف لائے!
۲۱۔ رسولِ خدا آج تشریف لائے مدینے کی وادی دلہن بن گئی ہے
۲۲۔ دو عالم سے تو خوب رو اللہ اللہ!
۲۳۔ مدینے کی ساری زمیں اللہ اللہ!
۲۴۔ شفیع المذنبیں آئے گنہگارو مبارک ہو!
۲۵۔ رہے بطحا نگر تیرا سلامت یا حبیب اللہ!
۲۶۔ تمھاری دید کی حسرت ہے من میں یا رسول اللہ!
۲۷۔ دو عالم میں جس چیز کو بھی ہے دیکھا نظر اُن کا عکسِ جمال آ رہا ہے
۲۸۔ رسولِ اعظم، امامِ اوّل ہو ٹوٹے دل کے تمھیں سہارا
۲۹۔ اے صبحِ حرم اے بادِ صبا! سرکار مبارک ہوں تجھ کو
۳۰۔ بڑی مشکل سے آخر ہم تیرے دربار تک پہنچے

۳۱۔ محبوبِ خدا کی جس پر بھی اک بار نظر ہو جاتی ہے

۳۲۔ پھرتا ہوں تصور میں اکثر ہر آن میں کوچۂ جاناں میں

حسنِ حبیب:

حسنِ حبیب کے نام سے ناصر چشتی کے دو نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ آپ کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''حسنِ حبیب'' کے نام سے مئی ۱۹۸۷ء میں، نوری بک ڈپو، امین پور بازار، فیصل آباد نے شائع کیا۔ یہ مجموعہ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کا انتساب شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتیؒ کے نام ہے اور اس کی عبارت کچھ یوں ہے:

''شہبازِ لامکانی مردِ کامل تاجدارِ ولایت قبلۂ عالم حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتیؒ کی بارگاہِ اقدس میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ''

اس نعتیہ مجموعہ میں ایک حمدِ باری تعالیٰ، ایک نعتیہ رباعی اور ۷۹ نعوت شامل ہیں جن میں ۴۴ اُردو اور ۳۵ پنجابی نعوت کے علاوہ پنجابی نعتیہ دوہڑے بھی شامل ہیں۔ اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ وہ بلالیں اگر یہ بھی کچھ کم نہیں

۲۔ تاجدارِ دو عالم پہ قربان ہم

۳۔ کس درجہ طرب خیز مدینے کا سماں ہے

۴۔ سارے عالم میں پھیلا ہوا نور ہے

۵۔ آج دنیا پہ برسات ہے نور کی

۶۔ آ گئی ہیں بہاریں گلستانوں میں

۷۔ اُن کے در کی گدائی ملے تو!

۸۔ سکھا دو مجھے جینے کا قرینہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۹۔ ترے کرم سے ہمارے دن بدلتے گئے

۱۰۔ ترا ایک پل میں وہ دیکھنا

۱۱۔ تری یاد آ گئی ہے

۱۲۔ سلامت رہے مذہب اہلِ سنت

۱۳۔ سماں کس قدر خوب صورت ہے لوگو!

۱۴۔ حُسن اور عشق ہیں آج یک جا ہوئے

۱۵۔ مسافر مدینے کی نگری میں جا کے

۱۶۔ میں سراپا خطا وہ سراپا دُعا

۱۷۔ مجھے شہرِ دلبر نظر آ گیا

۱۸۔ تو حسنِ کامل تو مہرِ عالم

۱۹۔ دل کے ارمان نہ پورے ہوئے تھے ابھی

۲۰۔ جنت میں جگہ مانگ نہ دُنیا کی وفا مانگ

۲۱۔ محمد کا صدقہ ازل سے ہی آیا

۲۲۔ شمعِ رسالت کے پروانو!

۲۳۔ یا نبی کون ہے کون ثانی تیرا

۲۴۔ میرے نبی تیرا ثانی نہ پایا!

۲۵۔ دیوانہ دل محبوبِ خدا کا دیوانہ

۲۶۔ محمد کی غلامی میں دو عالم کی بھلائی ہے

۲۷۔ تمھی میرے آقا تمھی میرے مولا

۲۸۔ عشق جس کا امام ہو جائے

۲۹۔ میں جب چاہوں نبی کے نور کی دل میں ضیا کر لوں

۳۰۔ اے دیس عرب والے قدموں میں بلا لینا

۳۱۔ تو ہی جب میری دُعا ہے تو دُعا کون کرے

۳۲۔ پہنچا تھا میں حضور کے در پر ابھی ابھی

۳۳۔ اُن کی محفل میں وہ سُرور ملے

۳۴۔ میرے نبی کا درد جو اپنے دل میں پالے رکھتے ہیں
۳۵۔ حضور آئے سماں کتنا سہانا ہے نرالا ہے
۳۶۔ زمانے میں جب تک پیارے نبی کی
۳۷۔ ہے جب تک یہ زباں دہن میں
۳۸۔ ناکام کوئی لوٹے شیوہ یہ نہیں تیرا
۳۹۔ فرش تا عرش بریں ہیں سب نظارے آپ کے
۴۰۔ آیئے اپنے آقا کی باتیں کریں
۴۱۔ مصطفیٰ ہیں آنے والے آج درشن پائیں گے
۴۲۔ جب سے چلے ہیں مصطفیٰ
۴۳۔ کوئی نبی نہیں تھا مرے مصطفیٰ سے پہلے
۴۴۔ تیرے لیے یا مصطفیٰ دل کے مکاں سجادیئے

حضور پُرنور:

ناصر چشتی کا ایک اور نعتیہ مجموعہ ''حضور پُرنور'' مارچ ۱۹۹۸ء میں نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے شائع کیا۔ یہ مجموعہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اس کا انتساب حضرت سیّدنا سلیمان فارسیؓ کے نام ہے جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے غلام صاحبِ علم، اولین و آخرین، صحابہ کرامؓ میں ہردلعزیز اور جنت جس کی مشتاق حضرت سیّدنا سلیمان فارسیؓ کے نام شاہ گر بنواز دگدارا سیّد ناصر چشتی''

اِس میں ایک حمد اور کل نعوت کی تعداد ۶۷ ہے جس میں ۳۷ پنجابی اور ۳۰ اُردو نعوت شامل ہیں۔ اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ ہوجاتے ہیں دل جا کر سرور مدینے میں
۲۔ تاروں کو ضیا دیتا ہے دلدار کا چہرہ

۳۔ طیبہ میں بتاؤں کیا دربار کا عالم ہے
۴۔ نبی کی نعت پڑھتے ہیں عبادت ہوتی جاتی ہے
۵۔ ترا مرہونِ منت ہے، یہاں جو بھی سخن ور ہے
۶۔ ان کے در پر سر جھکا کر بات کر
۷۔ مہکار سے پُر صبحیں، خوشبو میں بسی راتیں
۸۔ سیّدی مرشدی یا نبی یا نبی
۹۔ نہ کوئی پھول پھر ایسا کھلے گا
۱۰۔ ترے منگتوں نے کب آہ و بکا پر بات چھوڑی ہے
۱۱۔ ہوجاؤ قریب اُن کے ذرا اور زیادہ
۱۲۔ اداوالو! داداؤں کو ادائیں کون دیتا ہے
۱۳۔ کبھی نامِ نبی لب پر سجا کر چوم لیتا ہوں
۱۴۔ ہمیں تو جو بھی ملا ہے، ملا مدینے سے
۱۵۔ ہے مہک آپ کی گلستاں گلستاں
۱۶۔ یا محمد تمھارے کرم سے سب زمانے ہمارے ہوئے ہیں
۱۷۔ یاد اُن کی ہمیشہ منائیں
۱۸۔ حبیبِ کبریا! آئے نظارے مسکرا اٹھے
۱۹۔ مہر چہرِخ رُسل نازشِ حسنِ کل تو بڑا خوب
۲۰۔ آئے کرم فرمانے والے
۲۱۔ ترے صدقے ترے قربان مدینے
۲۲۔ گیت آقا کے جو بھی گائیں گے
۲۳۔ آپ آئے بزمِ عالم میں شرافت بڑھ گئی
۲۴۔ جو لب پہ مرے ترا نام آیا
۲۵۔ ہمیں اپنا وہ کہتے ہیں محبت ہو تو ایسی ہو

۲۶۔ سدا بیٹھے رہیں بستر لگا کر اُن کے کوچے میں

۲۷۔ تری ہیں کس قدر پیاری ادائیں یارسول اللہ!

۲۸۔ دلوں میں تیری محبتوں کا فسانہ تحریر ہو رہا ہے

۲۹۔ جہانِ رنگ و بو سارا ترا ممنون و شاکر ہے

۳۰۔ کیا جبینوں نے تمھارا در شن قرار اُن کے نصیب میں ہے

خیرُ الوریٰ:

ناصر چشتی کا نعتیہ مجموعہ ''خیرالوریٰ'' ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے، جسے نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے فروری ۲۰۰۴ میں شائع کیا۔ اس کا انتساب حضرت امام حسینؓ کے نام ہے جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

''فرزندِ رسول جگر گوشۂ رسول، سیّد الشہداء حضرت سیّدنا امام حسینؓ کے
نام گر قبول افتد زہے عزو شرف''

اس میں کل نعتوں کی تعداد ۶۴ ہے جس میں ۲۴ اُردو اور ۴۰ پنجابی نعوت ہیں۔ جبکہ دو (دوہڑے) اور ایک ذکر کلمہ شریف بھی شامل ہے۔ اس نعتیہ مجموعے میں شامل اُردو نعوت کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جسے مصطفی سے محبت نہیں

۲۔ عرشی بھی پکاریں فرشی بھی پکاریں

۳۔ منبعِ انوارِ ہستی آپ کی

۴۔ دُور جس سے ترا آستاں رہ گیا

۵۔ جانے کیا کیا دان کیا ہے شہرِ مدینے والے نے

۶۔ کرتے ہیں بیاں اُن کا جو شان بلا ناغہ

۷۔ سب کی بنی ہے بات، تیری بات کے طفیل

۸۔ جب بھی سرورِ دنیا و دیں کا کوئی قصیدہ لکھا ہے

۹۔ اپنے محبوب کا اس طرح سجایا چہرہ

۱۰۔ تم اپنے دامن بچھا کے مانگو حضور دیں گے ضرور دیں گے

۱۱۔ فرش سے تا بہ عرشِ معلیٰ آپ کا کوئی ثانی نہ دیکھا

۱۲۔ وہ جسم مکمل ہے وہ جان مکمل ہے

۱۳۔ اے شاہِ زمن اے شاہِ زمن

۱۴۔ یمین میں یسار میں حضور ہی حضور میں

۱۵۔ تاریک فضاؤں کو ضیا آپ ہی دیں گے

۱۶۔ جب سے ہواؤں میں ترا میری تو بات بن گئی

۱۷۔ آپ کی باتیں

۱۸۔ اب یہی اک کام ہونا چاہیے

۱۹۔ عاشقوں کی دعا سنیوں کی صدا

۲۰۔ مت جاو یار غیر کے بازار دیکھیے

۲۱۔ کس شان سے مہکی میری قسمت کی

۲۲۔ بڑی دل رُبا ہے فضائے مدینہ

۲۳۔ جو بھی ہم نے دن گزارے دربارِ مصطفی میں

۲۴۔ تو کتنا خوب صورت ہے حسیں ہے گنبدِ خضرا

حسنِ کامل:

ناصر چشتی کا نعتیہ مجموعہ ''حسنِ کامل'' اپریل ۲۰۰۵ء کو نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے شائع کیا۔ اس کے انتساب میں قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار منظوم ہیں:

''مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق
کلهم محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم''

اس نعتیہ مجموعے میں کل ۷۴ نعوت شامل ہیں۔ اِس میں ۲۳ اُردو اور ۵۱ پنجابی نعوت

ہیں۔اس کے علاوہ ایک اُردو حمد، دو پنجابی کافیاں اور ایک پنجابی منقبت بھی شامل ہے۔اس مجموعے میں شامل اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ آپ کی شانِ کریمی کا کنارا ہی نہیں
۲۔ کاش میں اُن کی گزرگاہ کا ذرہ ہوتا
۳۔ آپ کا دربار ہے اونچا نہ بول
۴۔ ہم بے کسوں کی کرنے کو امداد آ گیا
۵۔ یوں غلاموں صدا کیجیے
۶۔ ہمسر میرے حضور کا آیا کوئی نہیں
۷۔ اُن کی یادوں کے پرسکوں لمحے۔غم زدوں کو قرار دیتے ہیں
۸۔ کتنا چاروں طرف اندھیرا ہے راہ مشکل ہے دور جانا ہے
۹۔ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے جو حق نما ہے وہ مصطفیٰ ہے
۱۰۔ بزمِ محبوبِ خدا میں پیار سے
۱۱۔ فرش کی زینت عرش کے تارے
۱۲۔ آنکھیں ہوں اشکبار تو لب پر نثار ہے
۱۳۔ طوفاں میں بلا کی شدت ہے اور کشتی بھی طوفان میں ہے
۱۴۔ گرتا سنبھلتا آپ کے کوچے میں آ گیا
۱۵۔ میں جگنو محبت کے جو لایا تیرے در سے
۱۶۔ قطرے سے مرے دامنِ خالی کو بھر دیا
۱۷۔ تیرے عشق میں بسر ہو میری ساری زندگانی
۱۸۔ نعت میرا ہتھیار نعت میرا ایمان
۱۹۔ میرے مولا کی قدرت کی حد ہی نہیں
۲۰۔ مصطفیٰؐ کے دیوانے کب کسی سے ڈرتے ہیں
۲۱۔ محشر میں کوئی اُس کا مددگار نہ ہوگا

۲۲۔ ملا بے کسوں کو سہارا مدینہ
۲۳۔ بن کے نورِ خدا مصطفیٰ آ گئے

حسنِ حبیب:

''حسنِ حبیب'' کے نام سے ہی ناصر صاحب کا ایک اور نعتیہ مجموعہ اپریل ۲۰۰۵ء میں نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے شائع کیا۔ یہ مجموعہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے انتساب میں قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار منظوم ہیں:

"مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق
کلهم محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم"

اس نعتیہ مجموعے میں کل نعوت کی تعداد ۲۷ ہے اس میں ۴۶ پنجابی اور ۲۶ اُردو نعوت شامل ہیں۔اُردو نعوت کی تفصیل پیشِ خدمت ہے:

۱: صلوعلیہ وآلہٖ
۲۔ جاؤں مدینے دیکھوں حرم رشک ارم باب کرم
۳۔ پرچم یوں کسی اور کا لہرایا نہیں ہے
۴۔ تیری ذات میں بھی کمال ہے تیری بات میں بھی کمال ہے
۵۔ میری بات بن گئی ہے تیری بات کرتے کرتے
۶۔ عشق پر جوانی ہے، تیری مہربانی ہے
۷۔ ہم سب کے دلدار محمد
۸۔ محمد وہ ہے جس کی عرش پر توصیف کی جائے
۹۔ نظر آتے ہیں پتھر بھی گوہر سے
۱۰۔ آنے والی نسلوں کو بھی سنوار دیتے ہیں
۱۱۔ غم راستے بدل گئے جب یاد آ گئے
۱۲۔ صبح آتا ہے شام آتا ہے

۱۳۔ بس گیا اِس طرح میرے دل میں لگ رہا ہے جہاں بھی مدینہ

۱۴۔ سن کر نعت میرے سینے میں ایک قلندر ناچ رہا ہے

۱۵۔ شب کو بھی جہاں لاکھوں خورشید نکلتے ہیں

۱۶۔ تشریف آپ لائے تو اک نعت بن گئی

۱۷۔ جو بھی سرکارِ دو عالم کے گدا ہوتے ہیں

۱۸۔ نبی کی راہ پر چلنا شریعت نام ہے اس کا

۱۹۔ کیسے کیسے رنگ بدل کر غم دنیا کے آتے ہیں

۲۰۔ سرِ بزم جھومتا ہے سرِ عام جھومتا ہے

۲۱۔ سب سے میٹھا نام تمھارا

۲۲۔ ہاں وہ لمحے امر ہو گئے!

۲۳۔ میرے سرور! میری قسمت کو بھی اعلیٰ کر دے

۲۴۔ دین و دنیا میں جو تیرا نہ سہارا ہوتا!

۲۵۔ مصطفی کے شہر میں ایک بار جا کر دیکھیے

۲۶۔ مدینے کا رتبہ گھٹایا نہ جائے

ناصر چشتی کے دونوں نعتیہ مجموعہ جات (حسنِ حبیب) کا موازنہ:

حسنِ حبیب کے نام سے ناصر چشتی کے دو نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ پہلا نعتیہ مجموعہ مئی ۱۹۸۷ء میں، نوری بک ڈپو، فیصل آباد نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ اس کا انتساب حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی چشتیؒ کے نام ہے۔ اس نعتیہ مجموعے میں ایک حمدِ باری تعالیٰ، ایک نعتیہ رباعی اور ۷۹ نعوت شامل ہیں۔ اس میں ۴۴ اُردو اور ۳۵ پنجابی نعوت کے علاوہ پنجابی دوہڑے بھی شامل ہیں۔ اسی نام سے اُن کا دوسرا نعتیہ مجموعہ اپریل ۲۰۰۵ء میں نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے شائع کیا۔ یہ نعتیہ مجموعہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے انتساب میں قصیدہ بردہ شریف کے چند اشعار منظوم ہیں اس نعتیہ مجموعے میں کل نعوت کی تعداد ۷۲ ہے اس

میں ۴۶ پنجابی اور ۲۶ اُردو نعوت ہیں۔ دونوں نعتیہ مجموعہ جات میں نعتیں مختلف ہیں کہیں بھی تکرار کی صورت نظر نہیں آتی ہے۔

سُرورِ جاوداں:

''سُرورِ جاوداں'' بھی ناصر چشتی کا نعتیہ مجموعہ ہے جسے نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے اپریل ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ یہ نعتیہ مجموعہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا انتساب حضرت ابو ذر غفاریؓ کے نام ہے جس کی عبارت ملاحظہ ہو:

> ''پاکیزہ سرشت، نیک طینت، زینت صفہ سراپا عشق صدق و وفا کے پیکر،
> کمزوروں اور غریبوں کے وکیل اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی
> رفاقت کے طالب حضرت ابو ذر غفاریؓ کے نام گر قبول افتد زہے عز و شرف''

اس مجموعے میں ایک حمد اور ۶۴ نعوت ہیں جس میں ۲۲ اُردو اور ۴۲ پنجابی نعوت شامل ہیں۔ اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ بزمِ کونین کو خالق نے سجا رکھا ہے

۲۔ مرے لب پہ غنچہ بن کے ترا نام کھل اُٹھا ہے

۳۔ یادِ نبی سے عشق کے غنچے نکھر گئے

۴۔ خدا نے آپ کو دی ہے نبوت بھی رسالت بھی

۵۔ شہرِ طیبہ کے چمن کی ہر کلی کی خیر ہو

۶۔ جلوہ گر قلب و نظر میں مصطفی ہے اور میں

۷۔ آگ لگا دی عشق نے دل میں آنکھیں ہوئی کب چار نہ پوچھو

۸۔ ثنا خوانِ نبی بن کر جو اس دنیا میں آئے گا

۹۔ آج ہیں رونقیں ارض و افلاک پر آفتابِ رسالت کی معراج ہے

۱۰۔ کوئے محبوب کے سارے منظر حسیں بالیقیں بالیقیں

۱۱۔ ان کی یادوں کو جو سینے میں بسا لیتے ہیں

۱۲۔ میری زندگی کا حاصل ترے در کی چاکری ہے

۱۳۔ مہ وخورشید لیتے ہیں رخِ سرکار کے بوسے

۱۴۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں دو عالم کی بھلائی ہے

۱۵۔ منتظر تھے جس کے آخر آفتاب آنے لگا

۱۶۔ یا نبی! یا نبی! یا نبی! بس یہی ہے مری بندگی

۱۷۔ کس قدر پر کیف اپنی زندگانی ہوگئی

۱۸۔ اُن کے دربار پہ جو لوگ صدا کرتے ہیں

۱۹۔ عشقِ محبوب میں جو جان سے گزر جاتے ہیں

۲۰۔ مرے حضور بناؤ تو بات بنتی ہے

۲۱۔ عرش والا بھیجتا ہے تری ہستی پر سلام

۲۲۔ جب مدینے کی طرف جانے کا سامان کیا

سب سے میٹھا نام تمھارا:

ناصر چشتی کا یہ نعتیہ مجموعہ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں کل نعوت کی تعداد ۶۲ ہے۔ اس میں ۳۶ پنجابی اور ۲۶ اُردو نعوت شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اس نعتیہ مجموعے میں ۹ مناقب، ۳ کافیاں اور ایک ترانہ اہلِ سنت اتحاد بھی شامل ہے۔ اس نعتیہ مجموعے کی اشاعت کا اہتمام نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے فروری ۲۰۰۹ء میں کیا۔ اس کے انتساب میں قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار منظوم ہیں:

"مولائے صلِ وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

محمد سید الکونین و الثقلین و الفریقین من عرب و من عجم

اس کی اُردو نعوت کی تفصیل ملاحظہ ہو:

۱۔ ہم سب کے دلدار محمد

۲۔ محمد وہ ہے جس کی عرش پر توصیف کی جائے

۳۔ نظر آتے ہیں پتھر بھی گہر سے

۴۔ آنے والی نسلوں کو بھی سنوار دیتے ہیں

۵۔ غم راستے بدل گئے جب یاد آ گئے

۶۔ صبح آتا ہے شام آتا ہے

۷۔ بس گیا اس طرح میرے دل میں لگ رہا ہے جہاں بھی مدینہ

۸۔ سن کر نعت میرے سینے میں ایک قلندر ناچ رہا ہے

۹۔ شب کو بھی جہاں لاکھوں خورشید نکلتے ہیں

۱۰۔ تشریف آپ لائے تو اک نعت بن گئی

۱۱۔ جو بھی سرکارِ دو عالم کے گدا ہوتے ہیں

۱۲۔ نبی کی راہ پر چلنا شریعت نام ہے اس کا

۱۳۔ کیسے کیسے رنگ بدل کر غم دنیا کے آتے ہیں

۱۴۔ سرِ بزم جھومتا ہے سرِ عام جھومتا ہے

۱۵۔ سب سے میٹھا نام تمھارا

۱۶۔ ہاں وہ لمحے امر ہو گئے!

۱۷۔ میرے سرور! میری قسمت کو بھی اعلیٰ کر دے

۱۸۔ دین و دنیا میں جو تیرا نہ سہارا ہوتا۔

۱۹۔ مصطفی کے شہر میں اک بار جا کر دیکھیے

۲۰۔ مدینے کا رتبہ گھٹایا نہ جائے

۲۱۔ ہر دور میں جو صورتِ حالات رہے گی

۲۲۔ یہ چار دن کی چاندنی دولت نہ لوں کبھی

۲۳۔ درِ آقا کی مٹی میں سکوں بھی ہے شفا بھی ہے

۲۴۔ ہو جائے جس گدا پہ عنایت حضور کی

۲۵۔ جب تک کہ ترے پیار میں مٹ کر نہیں چمکا

۲۶۔ ہوتے ہیں مقدر سے مدینے کے اشارے

منٹھار نبی:

ناصر چشتی کا نعتیہ مجموعہ ''منٹھار نبیؐ'' فروری ۲۰۰۹ء میں نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ اس میں کل صفحات کی تعداد ۱۳۶ ہے۔ اس کے انتساب میں قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار منظوم ہیں:

''مولای صل وسلم دائما ابدا علیٰ حبیبك خیر الخلق
كلهم محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم

اس میں کل نعوت کی تعداد ۷۶ ہے اس میں ۵۱ پنجابی اور ۲۵ اُردو نعوت شامل ہیں۔
اُردو نعوت کی تفصیل پیشِ خدمت ہے:

۱۔ یوں غلاموں صدا کیجیے
۲۔ ہمسر میرے حضور کا آیا کوئی نہیں
۳۔ اُن کی یادوں کے پرسکوں لمحے۔ غم زدوں کو قرار دیتے ہیں
۴۔ کتنا چاروں طرف اندھیرا ہے راہ مشکل ہے دور جانا ہے
۵۔ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے جو حق نما ہے وہ مصطفی ہے
۶۔ بزمِ محبوبِ خدا میں پیار سے
۷۔ آنکھیں ہوں اشکبار تو لب پر نثار ہے
۸۔ طوفاں میں بلا کی شدت ہے اور کشتی بھی طوفان میں ہے
۹۔ گرتا سنبھلتا آپ کے کوچے میں آ گیا
۱۰۔ میں جگنو محبت کے جو لایا تیرے در سے
۱۱۔ قطرے سے مرے دامنِ خالی کو بھر دیا
۱۲۔ تیرے عشق میں بسر ہو میری ساری زندگانی
۱۳۔ نعت میرا ہتھیار نعت میرا ایمان

۱۴۔ دیکھ لوں کاش میں بھی مدینہ ورنہ جینا بھی جینا نہیں ہے □
۱۵۔ میرے مولا کی قدرت کی حد ہی نہیں
۱۶۔ مصطفیٰ کے دیوانے کب کسی سے ڈرتے ہیں
۱۷۔ محشر میں کوئی اُس کا مددگار نہ ہوگا
۱۸۔ ملا بے کسوں کو سہارا مدینہ
۱۹۔ بن کے نورِ خدا مصطفی آ گئے
۲۰۔ جاؤں مدینے دیکھوں حرم رشکِ ارم بابِ کرم
۲۱۔ نہ تھی کوئی پناہ نہ کوئی گھر
۲۲۔ پرچم یوں کسی اور کا لہرایا نہیں ہے
۲۳۔ تیری ذات میں بھی کامل ہے
۲۴۔ میری بات بن گئی ہے تیری بات کرتے کرتے
۲۵۔ عشق پر جوانی ہے

آنکھوں سے چوموں جالی تیری:

ناصر چشتی کا نعتیہ مجموعہ ''آنکھوں سے چوموں جالی تیری'' ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، جسے نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور نے فروری ۲۰۰۹ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ اس کے انتساب میں قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار منظوم ہیں:

''مولای صل وسلم دائماً ابدا علیٰ حبیبك خیر الخلق
كلهم محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم''۔

اس نعتیہ مجموعے میں ایک حمد اور ۷۳ نعوت شامل ہیں۔ اس میں ۲۶ اُردو اور ۴۷ پنجابی نعوت شامل ہیں۔ اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ قدموں میں بلا لیجیے یا نبی مدینے میں
۲۔ کملی والے کا مسکن مدینے میں ہے کملی والے کا روضہ مدینے میں ہے

۳۔ جس میں آقا کی بات ہوتی ہے

۴۔ بگڑی بات بنا لیتے ہیں

۵۔ دلوں میں شمعِ عشقِ مصطفی روشن کرو لوگو!

۶۔ جس وقت نہ دنیا کی کوئی بات رہے گی

۷۔ میں کیسے نہ مچلوں میں کیسے نہ جھوموں مدینے کا منظر میرے سامنے ہے

۸۔ نہ گھبرا اے دلِ مضطر کبھی وہ دن بھی آئیں گے

۹۔ میری قسمت کو میرے آقا منور کر دے

۱۰۔ وہ اور کہیں نور کی برسات نہ دیکھی

۱۱۔ گلستانِ نبوت کا پھول آ گیا

۱۲۔ حالاتِ نبوت کا پھول آ گیا

۱۳۔ جبریل کی زبان یا قرآن چاہیے

۱۴۔ شہرِ نبی میں کیا بتلائیں ہم نے کیا کیا دیکھا ہے

۱۵۔ اپنا مجھے حضور نے سائل بنا دیا

۱۶۔ دور گزرے آپ سے جو زندگی اچھی نہیں

۱۷۔ جب کوئی راستے میں دیوار دیکھتے ہیں

۱۸۔ پوچھتے ہو نعت پڑھ کر کیا جناب آئے گا

۱۹۔ دور جب وہ حجاب کر دیں گے

۲۰۔ سرکارِ دو عالم کی ثنا کرتے رہیں گے

۲۱۔ رُخ سے نقاب اٹھا دو مدنی مدینے والے

۲۲۔ نور ہی نور اُجالا ہے

۲۳۔ آپ کی شانِ کریمی کا کنارا ہی نہیں

۲۴۔ کاش میں ان کی گزرگاہ کا ذرہ ہوتا

۲۵۔ آپ کا دربار ہے اُونچا نہ بول

۲۶۔ ہم بیکسوں کی کرنے کو امداد آ گیا □

ضیائے مدینہ:

ناصر چشتی کا نعتیہ مجموعہ ''ضیائے مدینہ'' جولائی ۲۰۱۰ء کو نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور سے شائع ہوا۔ اس کا انتساب حضرت بلال حبشیؓ کے نام ہے جس کی عبارت ملاحظہ ہو:

''سرگروہِ عشاق، آبروئے عشق سیّدنا بلال حبشیؓ کے نام

گر قبول افتد زہے عزوشرف''۔

اس نعتیہ مجموعے میں کل نعوت کی تعداد ۴۰ ہے۔ اس میں ۱۷ اُردو اور ۲۳ پنجابی نعوت کے علاوہ ۲۳ مناقب بھی شامل ہیں۔ اس مجموعے میں شامل اُردو نعوت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ جو چاہتے ہو جا کر پاؤ مزے مزے سے

۲۔ طیبہ کی ترے لب پہ دُعا ہے کہ نہیں ہے

۳۔ کتنا اچھا کتنا پیارا نور ہی نور مدینہ ہے

۴۔ چند روز قیام ہے دنیا میں چند روز فلک اور دھرتی ہے

۵۔ اُن کی چوکھٹ پر لگتا ہے

۶۔ تیری گلی ہو سامنے تیرا کرم بڑھتا رہے

۷۔ نکل جائے میری جاں جا کر مدینے

۸۔ مجھے عشق یوں حوصلہ دے رہا ہے

۹۔ رتبہ ہے جو سرکار کا رحمٰن سے پوچھو

۱۰۔ آپ جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا

۱۱۔ یہ حقیقت ہے جو سمجھی تیرے در سے

۱۲۔ جو اُن سے رابطہ کوئی نہیں ہے

۱۳۔ آپ آئے تو اک روشنی سی مرے گھر میں بھی آنے لگی ہے

۱۴۔ مصطفی کے پیارے نے ہمیں زندگی کے گُر سکھا دیئے

۱۵۔ جب دردو غم سنائے دربارِ مصطفی میں

۱۶۔ یا حبیبی مصطفی ہوں آپ کا دیوانہ (پشتو نعت کا ترجمہ)

۱۷۔ جب سوز و غم کی وادی میں مری سوچیں بھی کھو جاتی ہیں

حواشی و حوالہ جات

۱۔ جمشید کمبوہ۔''میر اولیا''،فہد کمبوہ پبلشرز،اُردو بازار،لاہور،مارچ ۱۹۹۶ء ص:۲۵

۲۔ ایضاً ص:۲۶

۳۔ ایضاً ص:۳۳

۴۔ ایضاً ص:۳۸

۵۔ ایضاً ص:۱۰۳

۶۔ انٹرویو:سیّد اکرام الحق۔بمقام ۴۱۰ گ۔ب،کچا تاندلہ،فیصل آباد،۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء

۷۔ ایضاً

۸۔ انٹرویو:عثمان پھلرون۔بمقام کچا تاندلہ ۲۶ جنوری،۲۰۱۴ء

۹۔ انٹرویو:محمد لطیف ساجد۔رحمت ٹاؤن،غلام محمد آباد،فیصل آباد،۲۰ ستمبر ۲۰۱۴ء

۱۰۔ انٹرویو:عثمان پھلرون۔بمقام کچا تاندلہ ۲۶ جنوری،۲۰۱۴ء

۱۱۔ انٹرویو:جمشید کمبوہ۔بمقام رحمان ٹاؤن،پاک پتن،۴ مارچ،۲۰۱۴ء

۱۲۔ محمد عثمان پھلروان۔'ملاقاتیں'،چشتی کتب خانہ،جھنگ بازار،فیصل آباد،اکتوبر،۲۰۱۳ء ص:۴۷

۱۳۔ انٹرویو:محمد اکرام الحق۔بمقام ۴۱۰ گ۔ب،فیصل آباد،۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء

۱۴۔ انٹرویو:محمد انعام الحق۔بمقام ۴۱۰ گ۔ب،فیصل آباد،۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء

۱۵۔ انٹرویو:عثمان پھلرون۔بمقام جلہ موڑ کچا تاندلہ،فیصل آباد،۱۹ مارچ،۲۰۱۴ء

۱۶۔ انٹرویو:سیّد اکرام الحق۔بمقام ۴۱۰ گ۔ب،کچا تاندلہ،فیصل آباد،۲۶ جنوری،۲۰۱۴ء

۱۷۔ انٹرویو:سیّد محمد اکرام الحق۔بمقام ۴۱۰ گ۔ب،فیصل آباد ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء

۱۸۔ انٹرویو:اعجاز اسیر۔بمقام فیضان ڈینٹل کلینک،تاندلیانوالہ،۲۵ جنوری ۲۰۱۴ء

۱۹۔ انٹرویو:اعجاز اسیر۔بمقام فیضان ڈینٹل کلینک،تاندلیانوالہ،فیصل آباد،۲۶ جنوری،۲۰۱۴ء

۲۰۔ انٹرویو:بشیر فیض،ڈاکٹر۔بمقام فیضان ڈینٹل کلینک،تاندلیانوالہ،فیصل آباد،۲۶ جنوری،۲۰۱۴ء

۲۱۔ انوار حسین قادری،غیر مطبوعہ مضمون،مملوکہ راقم۔

۲۲۔ انٹرویو: محمد عثمان پھلرون۔ بمقام ۴۱۰ گ۔ب، فیصل آباد، ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء
۲۳۔ انٹرویو: نصیر بلوچ۔ بمقام چک نمبر ۵۹۲ گ۔ب، تحصیل تاندلیانوالہ، ضلع فیصل آباد، ۱۲ جولائی، ۲۰۱۳ء
۲۴۔ انٹرویو: اعجاز اسیر۔ بمقام فیضان ڈینٹل کلینک تاندلیانوالہ فیصل آباد، ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء
۲۵۔ انٹرویو: ساغر چشتی۔ بمقام تاندلیانوالہ، فیصل آباد، ۴ مارچ، ۲۰۱۴ء
۲۶۔ انٹرویو: عثمان پھلرون۔ بمقام چک ۴۱۰ گ۔ب، فیصل آباد، ۲۶ جنوری، ۲۰۱۴ء
۲۷۔ انٹرویو: عثمان پھلرون۔ بمقام چک ۴۱۰ گ۔ب، فیصل آباد، ۲۶ جنوری، ۲۰۱۴ء
۲۸۔ انٹرویو: اقرار جوئیہ۔ بمقام ۴۱۰ گ۔ب کچا تاندلہ۔ فیصل آباد، ۱۰ اپریل ۲۰۱۴ء
۲۹۔ انٹرویو: اصغر علی، سیّد۔ بمقام دربار عالیہ غوثیہ قادریہ، ہڑپہ، ساہی وال ۲۶ مارچ ۲۰۱۴ء
۳۰۔ انٹرویو: اصغر علی، سیّد۔ بمقام دربار عالیہ غوثیہ قادریہ، ہڑپہ، ساہی وال ۲۶ مارچ ۲۰۱۴ء
۳۱۔ انٹرویو: عثمان پھلرون۔ بمقام آستانہ عالیہ احمد شاہیہ کچا تاندلہ، فیصل آباد، ۴ مارچ ۲۰۱۴ء
۳۲۔ انٹرویو: اعجاز اسیر۔ بمقام فیضان ڈینٹل کلینک تاندلیانوالہ، فیصل آباد، ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء
۳۳۔ انٹرویو: وقار النسا، سیّدہ۔ بمقام ۴۱۰ گ۔ب کچا تاندلہ، فیصل آباد، ۲۶ جنوری، ۲۰۱۴ء
۳۴۔ انٹرویو: محمد انعام الحق، سیّد۔ بمقام ۴۱۰ گ۔ب، فیصل آباد، ۴ جنوری، ۲۰۱۴ء

باب دوم : نعت گوئی کی روایت

نعت کا معنی ومفہوم:

نعت کا لفظ عربی اسم مؤنث ہے جس کا مادہ ''ن ع ت'' ہے۔ صاحبِ نور اللغات نے نعت کے معنی وصف کے بتائے ہیں لیکن یہ لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستائش وثنا کے لیے مخصوص ہے۔(۱)

فرہنگِ آصفیہ میں نعت کے معنی صفت وثنا، تعریف وتوصیف اور مدح کے ہیں لیکن اس کا خاص استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے ہیں (۲)۔

نسیم اللغات میں نعت کے معنی ہیں نظم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف''(۳)۔

اصطلاح میں نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش کو نعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کچھ یوں رقم طراز ہیں:

''ادبیات اور اصطلاحاتِ شاعری میں نعت کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے یعنی اس سے صرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح مراد لی جاتی ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے بزرگ یا صحابی وامام کی تعریف بیان کی جائے تو اسے منقبت کہیں گے''۔(۴)

رفیع الدین ہاشمی اپنی کتاب ''اصنافِ ادب'' میں نعت کا مفہوم کچھ اس انداز میں واضح کرتے ہیں:

''نعت وہ صنفِ نظم ہے جس میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات، اخلاق اور شخصی حالات وغیرہ کا بیان ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ پہلو مدح کی جاتی ہو۔ نعت درحقیقت ایک مسلمان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے

والہانہ محبت وعقیدت کے اظہار کی ایک شکل ہے''۔(۵)

نعت ایسی صنفِ سخن ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وتعریف کی جاتی ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی ہیئت سے ہو۔قصیدہ،مثنوی،قطعہ،رباعی،مخمس،مسدس،آزاد نظم یا غزل وغیرہ میں نعت کو پیش کیا جا سکتا ہے۔نعت قریب قریب سبھی ہیئتوں میں لکھی گئی ہے لیکن موجودہ دور میں غزلیہ ہیئت کی طرف نعت گو شعرا کا رجحان بڑھا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل قریب میں نعت اسی غزلیہ ہیت کے باعث فروغ پائے گی۔بظاہر نعت کا موضوع نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف تک محدود نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر موضوعات کا غیر مختتم سلسلہ موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی قرآنِ پاک کی عملی تفسیر ہے جس کی وجہ سے نعت کا موضوع بے حد وسعت کا حامل ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری یوں رقم طراز ہیں:

''اس (نعت) میں شمائل وفضائل کے ساتھ ساتھ معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غزواتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آدابِ مجالس، پیغاماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اخلاصِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار پہلو شامل ہیں۔حُسنِ عمل، حُسنِ سلوک، حُسنِ خیال، حُسنِ بیان اور حُسنِ معاملہ سے لے کر عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار واحسان، سادگی وبے تکلفی، شرم وحیا، شجاعت ودیانت، عزم واستقلال، مساوات وتواضع، مہمان نوازی وایفائے عہد، زہد وقناعت، عفو وحلم، رحم ومروت، شفقت ومحبت، عیادت وتعزیت، رقیق القلبی وجاں گدازی، رحمت ومکرمت، لطفِ طبع ولطفِ سخن اور انسانی ہمدری وغم خواری تک تمدنی زندگی کا کون سا پہلو اور کون سا رُخ ہے جس کی ترغیب وترویج وتزئین وتطہیر کا سامان نعت کے موضوع کے اندر موجود نہیں''۔(۶)

آدابِ نعت:

نعت گوئی سنتِ خداوندی ہے۔نعت کا موضوع انتہائی وسعت پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت احتیاط طلب بھی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وکمالات کے مکمل ادراک سے قاصر ہونے کے ساتھ ساتھ الفاظ ومعنی کی تنگ دامنی بھی نعت کا حق ادا کرنے میں مانع ہے۔مدح وثنا میں احتیاط کا ایک بڑا پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ بعض اوقات شعرا صفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے بیان میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے خالق اور مخلوق کے فرق سے رُوگردانی کر کے شرک کے گناہِ عظیم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔اس سے اجر وثواب کی بجائے گناہ گار ہونے کا احتمال زیادہ ہے اور یہ بات باعثِ خطرۂ ایمان ہے۔اس حوالے سے مولانا تقی عثمانی یوں رقم طراز ہیں:

''ہر وہ شعر جو شرک کی ادنیٰ سی بُو لیے ہو، جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خدائی صفات منسوب کی گئی ہوں یا اس کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہو، وہ درحقیقت نعت نہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (معاذ اللہ) بغاوت ہے''۔(۷)

نعت گوئی میں ادب واحترام کے منافی کوئی بھی لفظ استعمال میں لانا، دراصل اپنے اعمال کو اکارت کرنے کے زُمرے میں آتا ہے۔ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صیغۂ واحد (حاضر وغائب) کی کوئی ضمیر استعمال نہ کی جائے اور تُو، تم، اُس، اُس کا، تمھارا کی جگہ آپ اور اُن جیسے الفاظ استعمال میں لائے جائیں۔نعت گو شعرا کو اندازِ تخاطب کے مؤخر الذکر قرینے کو ہی استعمال میں لانا چاہیے تاکہ بے ادبی سے ممکنہ حد تک بچا جا سکے۔

بعض اوقات شعرا جدت وندرت کے چکر میں ایسے اشعار کہہ جاتے ہیں جو دُنیاوی محبوب کی تعریف کے معیار پر پورا اُترتے ہیں۔نعت میں ایسے الفاظ، تشبیہات واستعارات اور پیرایۂ اظہار جو مجازی محبوبان کی تعریف وتوصیف کے لیے رائج ہوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشوکت کے خلاف ہی نہیں بلکہ گستاخی کے زُمرے میں شمار ہوتے ہیں۔اس بارے میں ڈاکٹر ریاض مجید۔ا۔د۔نسیم کے حوالے سے، بجا طور پر حق بجانب ہیں:

''یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعروں نے عام محبوب کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھ دیا ہے۔فرق صرف محبوبان کے ناموں میں ہے شخصیت میں نہیں''۔(۸)

حضورِ اکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ومرتبہ وراء الورا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا ادراک ذاتِ الٰہی ہی کر سکتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصودِ کُن، رحمت للعالمین، جوامعُ الکلم، سیّد المرسلین، فوق البشر، امام الانبیا، ختم الرسل، معلمِ اعظم، حبیبِ داور، دُعائے ابراہیم، شافعِ محشر، ساقیِ کوثر، شاہِ اُمم، صاحبِ معراج، محسنِ انسانیت، خیر البشر، سراجِ منیر اور شاہِ کون ومکاں ہونے کے باوجود فرماتے ہیں:

''مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت مت دو''۔(۹)

مذکورہ بالا حدیث میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ نعت میں حضور نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیا کے مابین غیر مساواتی مسابقت پیدا کرنا آدابِ نعت کے خلاف ہے اور ایسے تمام اشعار قابلِ گرفت ہیں جن میں دیگر انبیا کی شان میں گستاخی کا عنصر موجود ہو۔ اس کے علاوہ نعت گوئی میں شاعرانہ تعلّی یا خودنمائی قابلِ مذمت ہے بلکہ اس کا ذکر تحدیثِ نعمت کے طور پر ہونا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تعالیٰ کسی بڑائی جتانے والے اور اظہارِ فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا''۔(۱۰)

نعتیہ ادب میں شاعرِ رسول ہونے کا دعویٰ، حسانُ الوقت ہونے کا دعویٰ، حقِ نعت ادا کرنے کا دعویٰ اور دیگر ایسے لاتعداد دعاوی نعت گوئی سے زیادہ شاعر کے جذبۂ خودنمائی کی عکاسی کرتے ہیں۔ جہانِ ادب وعقیدت میں عجز وانکساری کے بعد ہی گوہرِ مراد ہاتھ آتا ہے اس لیے نعت میں اپنی ذات کے حوالے سے ہر قسم کے بڑے بول سے اجتناب کرنے میں ہی عافیت کا راز مضمر ہے۔

عربی نعت کی روایت:

دُنیا میں کسی بھی چیز کی ابتدا و آغاز کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے لیکن نعت سے متعلق یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اس کی ابتداء خود خالقِ کائنات سے ہوئی اور بعدازاں فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ قرآنِ پاک میں ''ان اللہ یصلون علی النبی'' کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ سب سے پہلی نعت خود ذاتِ باری تعالیٰ نے کہی۔ سابقہ کتب سماوی بھی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش سے مزین تھیں اور قرآنِ مجید ذکرِ سیّدِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان سے آراستہ وپیراستہ ہے۔

عربی زبان میں نعت کے آغاز کے بارے میں ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک رقم طراز ہیں:

''عربی زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلی مدح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم بزرگوار حضرت ابوطالب نے منظوم کی تھی''۔(۱۱)

حضرت ابوطالبؓ کے علاوہ نعت کہنے والے دیگر صحابہ میں حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ، حضرت عمرو بن مرّۃ جہنیؓ، قیس بن بحر الاشجعیؓ، عبداللہ بن حارثؓ، ابواحمد بن جحشؓ اور

سراقہ بن مالکؓ شامل ہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے وقت بنونجار کی بچیوں نے نعتیہ اشعار پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اہلِ مکہ پر گراں گزرا تو اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔ جب اہلِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہجوگوئی کی تحریک کا آغاز کیا تو کفارِ مکہ خصوصاً ابوسفیان کی ہجوگوئی کا جواب دینے کے لیے شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خود کو پیش کیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ''غسان وحیرہ'' کے ملوک کے درباری شاعر رہ چکے تھے۔

اُن کی قادرالکلامی مسلّم تھی اس لیے اُنھوں نے اپنے نعتیہ کلام میں عہدِ رسالت کا مکمل نقشہ کھینچا۔ ارشاد شاکر اعوان اس بارے میں بیان کرتے ہیں:

''غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات، شہدائے اسلام کے اسمائے گرامی اور کارہائے نمایاں، مقتولینِ قریش اور اُن کے مرنے پر کہے گئے مرثیوں کے جواب، انصار ومہاجرینِ اسلام کی خدمات ومصائب اور دینِ اسلام پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع ونصرت میں بے مثل قربانیاں، ایک ایک بات حسانؓ کے کلام سے مل جاتی ہے''(۱۲)

نعت کی اس لڑی میں بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ اور اُن کے بھائی کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ زبعری رضی اللہ عنہ، ام معبد رضی اللہ عنہ، صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور اُن کی بہن خولہ رضی اللہ عنہا کے نام بھی سرِ فہرست ہیں۔

عہدِ رسالت میں محامدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر نعت گو شعرا میں حضرت ابو قیس بن اسلت رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن نمط رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابوقیس صرمہ رضی اللہ عنہ اور سواد ابن قارب رضی اللہ عنہ، حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ، حضرت اصید بن سلمہ سُلمی رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مکی دور کی نعت میں اسلام کی ابتدائی مشکلات، کفارِ مکہ کے مظالم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے صبر و تحمل کا بیان ہے۔ مدینہ میں چوں کہ ہجرت کے بعد مسلمان آزاد اور پُرسکون ماحول میں تھے۔ اس لیے یہاں نعت کے موضوعات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ آمد، انصار کی میزبانی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما کی مہاجرت اور مکہ سے دُوری کا احساس نمایاں ہے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد خلافت و امامت کے مذہبی مناقشات کے پیشِ نظر عرب شعرا اپنے اپنے حامیوں کے قصیدے لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ ویسے بھی قصیدہ گوئی میں انعام واکرام کے حصول کا عنصر شامل تھا۔ اس عہد میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا نام نعت گوئی کے باب میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے بعد امامِ اعظم ابوحنیفہؒ سے منسوب چند نعتیں اور ایک قصیدہ تاریخی کتب میں درج ملتا ہے۔

اسلام اب عرب سے نکل کر عجم کی سرزمین کو سیراب کر رہا تھا۔ اس کی کرنیں دنیا کے مختلف حصوں تک پہنچ رہی تھیں۔ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ عجم کے دلوں میں بھی گھر کر رہا تھا۔ اہلِ عجم کی نعت کے زیادہ تر موضوعات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت، مدینہ سے دوری کی تڑپ اور درِ اقدس پر حاضری سے متعلق تھے۔

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ، لسان الغیب حافظ شیرازیؒ اور قصیدہ بُردہ شریف کے خالق شیخ شرف الدین ابی عبداللہ محمد البوصیریؒ کوچۂ نعت کے وہ عاشقانِ مصطفی ہیں جنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہارِ عقیدت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال وکمال کو بھی اپنا موضوعِ نعت بنایا ہے۔

حضرت امام بوصیریؒ کے نعتیہ قصیدے ''قصیدہ بردہ شریف'' کا پہلا شعر ملاحظہ کریں:

''آمن تذکر جیرانٍ بذی سلم   مزجت ومعاً جری من مقلة بدم''

اس نعتیہ قصیدہ کے بے شمار تراجم اور شرحیں مختلف زبانوں میں ہو چکی ہیں۔ پیر وارث شاہ اور حافظ برخوردار نے اس کو انتہائی عرق ریزی سے پنجابی کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اس کے علاوہ بخاری شریف کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی، امام غزالی کے شاگرد حافظ ابوبکر محمد ابن العربی الاندلسی، حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ دہلویؒ، اُن کے فرزندِ ارجمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، مولانا فضل حق خیرآبادی، نواب سیّد صدیق حسن خان البخاری اور حسان الہند علامہ

سیّد غلام علی حسینی آزاد بلگرامی بھی عربی نعتیہ روایت کے چند معروف نام ہیں اور یہ سلسلہ اِن شاءاللہ تاابد قائم و دائم رہے گا۔

فارسی نعت کی روایت:

رودکی کو فارسی شاعری کا باوا آدم کہا جاتا ہے لیکن اُن کے ہاں نعتیہ اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہی حال سامانی اور غزنوی دور کے قصیدہ گو شعرا فرخی، عنصری، عسجدی، مسعودی اور منوچہری وغیرہ کا ہے البتہ فخر الدین اسعد گرگانی کی مثنوی میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ فارسی کے ممتاز شعرا میں حکیم سنائی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اُن کی مشہور کتاب ''حدیقة الحقیقت'' میں نعت کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ خواجہ فریدالدین عطار نے ''منطق الطیر'' کے نام سے مثنوی لکھی ہے جس کے آغاز میں انھوں نے قریباً اسّی اشعار پر مشتمل ایک خوب صورت نعت لکھی ہے۔ ان کا نمونۂ کلام دیکھیں:

خواجۂ دُنیا و دیں گنجِ وفا
صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفیٰ
آفتابِ شرع و دریائے یقیں
نُورِ عالم رحمة للعالمیں

خواجہ فریدالدین عطار کے بعد آسمانِ علم و ادب کے روشن ترین ستارے مولانا روم کی باری آتی ہے جنھوں نے اپنی بے نظیر مثنوی کے ہر گوشہ میں حمد و نعت کے پھول کھلائے ہیں۔ جب یہ شمعِ علم و ادب بُجھی تو نعت کے اُفق پر ایک ایسی شخصیت نمودار ہوئی جس کی روشنی دور دور تک پھیل چکی تھی۔ یورپ بھی اِن کے علم و ادب کی روشنی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس ہستی کا نام شیخ سعدیؒ ہے۔ آپ نے عربی و فارسی دونوں زبانوں میں اتنی اعلیٰ نعتیں لکھی ہیں کہ انھیں پڑھ کر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

زباں تابود در دہاں جائے گیر
ثنائے محمد بود دلپذیر

حبیبِ خدا اشرفِ انبیا
کہ عرشِ مجیدش بود متکا
سوارِ جہاں گیر بکراں براق
کہ بگذشت از قصر نیلی رواق

شیخ سعدیؒ کے بعد فارسی نعت میں امیر خسرو کا نام آتا ہے۔سماع کی محفلوں میں آپ کی نعتوں اور غزلوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔آپ کی بعض نعتیں قبولیت کے ریکارڈ توڑ چکی ہیں۔نویں صدی ہجری میں مولانا عبدالرحمان جامؔی نے نہایت عمدہ نعتیں تحریر کیں۔ان کی ایک مشہور نعت کے چند اشعار یہ ہیں:

نسیما جانبِ بطحا گزر کُن
ز احوالم محمد را خبر کُن
توئی سلطانِ عالَم یا محمد
ز رُوئے لطف سوئے من نظر کُن
مشرف گرچہ شد جامؔی زَ لطفت
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

محمد جان قدسی بھی نعت کے میدان میں ایسا نام ہے جسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔آپ مشہد کے رہنے والے تھے لیکن قسمت اُنھیں ہندوستان لے آئی اور شاہجہاں کے دربار میں انھیں بے حد پذیرائی ملی۔آپ نے قدم قدم پر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مدح و نعت کے نذرانے پیش کیے ہیں۔

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

آپ کی اس نعت پر ان گنت شعرا نے تضمینیں لکھی ہیں۔اُردو تضمینوں کا ایک مجموعہ ''حدیثِ قدسی'' کے نام سے بھی شائع ہو چکا ہے اور غالب جیسا قادر الکلام شاعر بھی آپ سے متاثر

ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

کیستم تا بخروشش آمد دم بے ادبی
قدسیاں پیش تو در موقف حاجت طلبی

بارگاہِ نبوت میں ہدیۂ نعت پیش کرنے والے ان گنت عقیدت مند اور بھی موجود ہیں۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

یا صاحبُ الجمال و یا سیّد البشر
من و جہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خُدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر

فارسی کی نعتیہ شاعری میں نظامی، گنجوی، فیضی، صائب، بیدل اور غالب کے کلام سے بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اقبال کے ہاں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکمیلِ ذات اور عرفانِ ذات کا ذریعہ نظر آتا ہے۔سوز و گداز اور ادب و احترام کی فضا اپنے عروج پر ہے۔اُن کے بعد سیّد منظور احمد مہجور، بے چین رجپوری اور سیّد نصیر الدین نصیر کے ہاں فارسی نعت کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔

اُردو نعت کی روایت:

اُردو نعت کا باقاعدہ آغاز اُردو شاعری کے ساتھ ہی ہوا ہوگا لیکن دستیاب کلام کے حوالے سے اُردو نعت کی اولیت کا سہرا خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ کے سر ہے۔اُن کے بعد قطب شاہی دور کے شعرا میں نظامی، غواصی، جنیدی، ابن نشاطی اور سلطان محمد قلی قطب شاہ کے نام آتے ہیں۔

عادل شاہی دور میں شاہ میراں جی شمس العشاق، شاہ برہان الدین جانم، امین ملک خوشنود اور کمال خاں رستمی کے نام سرِ فہرست ہیں۔اس دور کے ملک الشعرا محمد نصرت نصرتی کی مثنوی ''گلشنِ عشق'' میں تقریباً ڈیڑھ سو اشعار حمد و نعت پر مشتمل ہیں۔جنوبی ہند کے نعت گو شعرا میں آخری مگر توانا آواز ولی دکنی کی ہے۔اُن کے ہاں نعتیہ غزلیات کے ساتھ ساتھ قصائد، مثنویوں اور رباعیات کا سراغ بھی ملتا ہے۔اس کے علاوہ نعت کے فروغ میں ولی ویلوری، امامی، فراقی،

وجدی، مولانا محمد باقر آگاہ، نوازش علی شیدا، سراج اورنگ آبادی اور سیّد شاہ حسین ذوقی کا نام آتا ہے۔ جنوبی ہند میں اُردو نعت کی روایت تقریباً ساڑھے پانچ سو سالوں کو محیط ہے۔

شمالی ہند میں شاہ حاتم، شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی، آزاد بلگرامی، مرزا محمد رفیع سودا، مظہر جانِ جاناں، میر تقی میر اور خواجہ میر درد نے اُردو نعت کے فروغ میں حصہ ڈالا۔ غلام ہمدانی مصحفی، میر حسن، قائم چاند پوری، انشا اور قلندر بخش جرأت نعتیہ روایت کے اگلے قابلِ ذکر نام ہیں۔ اس کے بعد اُردو نعت کی روایت کو بڑھاوا دینے والوں میں حکیم مومن دہلوی، استاد ابراہیم ذوق، قاضی عبدالسلام بدایونی، میر کرامت علی خاں شہیدی، عبدالکافی مراد آبادی، مولانا غلام امام شہید، مولانا لطف بریلوی، مولوی محمد حسین تمنا مراد آبادی اور مولانا کفایت علی کافی کے نام شامل ہیں۔

اس دور کے علما میں مولانا قاسم نانوتوی، مولانا سیّد انور شاہ کاشمیری اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے نام اہم ہیں۔

محسن کاکوروی نے نعت کو با قاعدہ صنفِ سخن کے طور پر اختیار کیا۔ بقول ابواللیث صدیقی:

''محسن سے پہلے اُردو نعت گوئی کو مستقل فن کے طور پر کسی اُردو شاعر نے اختیار نہیں کیا''۔(۱۳)

محسن کی ترغیب پر امیر مینائی نے نعت کہی اور اس کو عشق و شرع کے حسین امتزاج سے سجایا۔ مولانا حالی نے مقصدیت کی بنا پر نعت میں استغاثہ واستمداد کی طرح ڈالی۔ ''مدوجزرِ اسلام'' سے سوز وگداز میں ڈوبا نمونۂ کلام دیکھیں:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے (۱۴)

ان کے اتباع میں جن شعرا نے اسی انداز کو اپنا کر نعت میں تنوع اور جدت پیدا کرنے کی کوشش کی اُن میں مولانا شبلی نعمانی، نظم طباطبائی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا احمد رضا خاں بریلوی

اور حکیم الامت حضرتِ علامہ اقبال کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے سیاسی افکار سے اگر کوئی اختلاف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ خدائے لم یزل نے انھیں نعت گوئی کے خاص ملکہ سے نوازا تھا۔

اُنھوں نے جمالِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافتوں کو اُجاگر کرنے کے لیے نت نئی تشبیہات اور استعارات کا موزوں استعمال کیا ہے۔ وہ اپنی ندرتِ فکر اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے اُردو کی نعتیہ روایت میں انفرادیت کے حامل ہیں۔ اُن کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

(۱۵)

مولانا ظفر علی خاں قادر الکلام شاعر ہیں۔ اُنھوں نے نظم، غزل اور نعت میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اُن کی نعت میں ملتِ اسلامیہ کا درد بھی ہے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاشنی بھی۔ اس کے علاوہ اُن کی شاعری میں حقیقت نگاری کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(۱۶)

اقبال بیک وقت شاعر بھی ہیں اور حکیم بھی؛ خودی کے پیامبر بھی ہیں اور کشتۂ عشقِ رسالت بھی اُن کی سرشت میں موجود ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(۱۷)

وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خودی کا لازمی جزو قرار دیتے ہیں۔ یہی جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی نعت کا بنیادی نکتہ ہے۔

قیامِ پاکستان تک جو شعرا نعت گوئی کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں اُن میں اقبال سہیل، سیماب اکبرآبادی، حفیظ جالندھری، امجد حیدرآبادی، ملک منظور حسین منظور، حمید صدیقی،

ضیاء القادری، بہزاد لکھنوی اور ماہر القادری کے نام نمایاں ہیں۔

حفیظ جالندھری نے ''شاہ نامۂ اسلام'' لکھ کر نعتیہ ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی نعت ہے اور ''شاہ نامۂ اسلام'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا منظوم بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر اُن کا یہ شعر دیکھیے:

مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃ للعالمیں تشریف لے آئے

(۱۸)

مولانا منظور حسین ماہر القادری تحریکِ ادبِ اسلامی کے روحِ رواں تھے۔ اس تحریک کے زیرِ اثر نعت نگاری کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ خود ماہر القادری نے ''فاران'' جاری کر کے نعتیہ ادب کو مزید فروغ دیا۔ اُن کے بارے میں مہر اختر وہاب یوں بیان کرتے ہیں:

''تحریکِ ادبِ اسلامی کے شعرا میں ماہر القادری بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ اُنھوں نے روایتی نعت گوئی سے گریز کرتے ہوئے توحید و رسالت کی حدِ فاصل کو قائم رکھا''۔(۱۹)

اُن کی نعت میں عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان اپنے عروج پر ہے۔ آپ سیرتِ طیبہ کی عظمت کے پہلوؤں کو بڑے اہتمام سے پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

گزرے وہ ہر مقام سے طائف ہو یا حنین
اپنے جلو میں نصرتِ یزداں لیے ہوئے (۲۰)

بہزاد لکھنوی کی نعت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرپور ہے۔ وہ اسلامی تحریک کے بڑے سرگرم رکن تھے۔ فروغِ نعت کے سلسلے میں اُن کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔ اُن کے نعتیہ مجموعوں میں ''نغمۂ نور، کیفِ سُرور، چراغِ ظہور، کفر و ایمان، نعتِ حضور، معراجِ طور اور کرم بالائے کرم'' وغیرہ شامل ہیں۔ اسد ملتانی کی نعت اسلام، صاحبِ اسلام اور اہلِ اسلام کے گرد محوِ سفر ہے۔ اسلام کی برکات، اس کی سعادتوں کا اظہار اور اس کی عالم گیریت اُن کی نعت کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔

طاسین فاروقی المعروف بہ بابا ذہین شاہ تاجی اور عبدالکریم ثمر کے بعد حافظ مظہر الدین

کے ذکر کے بغیر بھی نعت کی روایت ادھوری ہے۔ اُن کے بارے میں پروفیسر محمد اکرم رضا بیان کرتے ہیں:

''نعت ایک زمانہ کہتا ہے اور کہہ رہا ہے بلکہ آج کا دور تو ہے ہی نعت کا دور مگر حافظ مظہر الدین تو اپنی بلند فکری اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے میں سرمست خود ایک دورِ نعت تھے''۔(۲۱)

راسخ عرفانی دورِ حاضر کی نعت کا ایک اور اہم نام ہے۔ اُن کے ہاں جمالِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے بعد انجم وزیر آبادی، صبا متھراوی، عزیز حاصل پوری اور حنیف اسعدی اُردو نعت کی روایت کو آگے بڑھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ احسان دانش کا نعتیہ مجموعہ ''ابرِ نیساں'' نعتیہ ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اُن کے ہاں حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انقلاب کی داستانِ ایمان افروز بڑے خوب صورت انداز میں بیان کی گئی ہے۔ گوہر ملسیانی لکھتے ہیں:

''دانش نے مسلمانوں کو اپنی گم کردہ دولت کو پھر پانے کا درس دیا۔ اس دور کے انسان کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اپنانے کا درس دیا''۔ (۲۲)

عہدِ حاضر میں شعرا کی صنفِ نعت کے ساتھ وابستگی اور محنت نے نعت کو دیگر اصنافِ ادب میں ایک ممتاز مقام دلایا ہے۔ رسائل و جرائد میں حمد و نعت کے لیے الگ گوشے مختص ہونے لگے۔ تنقیدِ نعت کے نئے دور کے آغاز سے شعرا غزل چھوڑ کر کوچۂ نعت کی مقدس فضا سے فیض یاب ہونے کے لیے اس منزہ صنفِ سخن کی طرف مائل ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کی وجہِ شہرت ترقی پسند نظریات تھے۔ وہ جب نعت کی طرف آئے تو ان کا ترقی پسندانہ جوشِ عقیدت کے سانچے میں ڈھل گیا۔ اُن کی نعت طرزِ ادا اور جدتِ ادا کی خوبیوں سے متصف ہے۔ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نطق کا جمال قرار دینا اُنھیں کی نعت کا خاصہ ہے۔

لفظِ محمد اصل میں ہے نطق کا جمال
لحنِ خدا نے خود ہی سنوارا ہے اُن کا نام

(۲۳)

حافظ لدھیانوی بھی عروسِ غزل کی حقیقت کا راز فاش ہونے کے بعد مدحتِ سرورِ انبیا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آئے اور نعت کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ اُن کے بے شمار نعتیہ مجموعے اُردو نعتیہ ادب کی زینت بن چکے ہیں جن میں ''تشیدِ حضوری، ثنائے خواجہ، کیفِ مسلسل، نعتیہ قطعات، یا صاحب الجمال، صلِ علی النبی، جذبِ حسان، نعتیہ مثنویاں، آہنگِ ثنا، معراجِ فن، تائیدِ جبرائیل، مصدرِ خیر، مطلع الفجر، آئینہ کرم، کیفیاتِ دوام، نقوشِ حرم، نغماتِ مدحت، ممدوحِ کائنات، فردوسِ خیال، اعترافِ عجز، قرآنِ ناطق، امام القبلتین اور سلام بحضور خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' وغیرہ شامل ہیں۔ وہ نعت کہنے کے باوجود اس بات سے واقف ہیں کہ حقِ نعت ادا نہیں ہوسکتا۔ عاجزی وانکساری کا یہ اظہار ملاحظہ ہو:

مدحتِ سیّدِ لولاک لما کیا لکھوں
جو ہو ممدوحِ خدا اس کی ثنا کیا لکھوں

(۲۴)

عاصی کرنالی بھی نعتیہ ادب کا تابندہ ستارہ ہیں۔ اُن کی نعتیہ تخلیقات میں ''مدحت، نعتوں کے گلاب، حرفِ شیریں، جاوداں اور آوازِ دل'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اُن کے بارے میں گوہر ملسیانی بیان کرتے ہیں:

''وہ سیرت و کردار کی باتیں ایک ناصح کی طرح بیان نہیں کرتے بلکہ اپنے تخیّل کی بلند پروازی اور قدرتِ کلام کی بدولت شعر کو تاثیر عطا کرتے ہیں''۔ (۲۵)

اس کے بعد نعت کے حوالے سے محشر رسول نگری، اعجاز رحمانی، عبدالستار ابوالامتیاز ع س مسلم، صابر براری، عرش صدیقی، مسرور کیفی، شفیق الدین شارق، زمان سہرابی، تبسم رضوانی، اسرار عارفی، جمیل عظیم آبادی اور شبنم رومانی کے نام اہم ہیں۔ اعظم چشتی خوب صورت نعت خواں ہونے کے علاوہ خوش فکر نعت گو شاعر ہیں۔ اُن کی کئی نعتوں کو پذیرائی ملی۔ اُن کی نعت روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔

وہ ربِ دوعالم ہے تو تُو رحمتِ عالم
محشر کا خطر ہے نہ جہنم ہی کا ڈر ہے

(۲۶)

حفیظ تائب جدید اُردو نعت کے اُفق پر ایک اور اُبھرتا ہوا ستارہ ہیں۔ اُنھوں نے نعت کو

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچار کے ذریعے کے طور پر اپنا کر اس میں قرآن وحدیث کو فوقیت دی۔

بقول پروفیسر شبیر احمد قادری:

''حفیظ تائب معیار بند نعت کے طور پر ہی سامنے نہیں آتے بلکہ اُنھوں نے خود بھی اعلیٰ تخلیقی نمونے پیش کیے ہیں۔ ان کی نعت بیسویں صدی کے نصفِ آخر کی نمائندہ نعت ہے''۔ (۲۷)

جلوۂ فطرت، چشمۂ رحمت، سیرتِ اطہر ماشاء اللہ
حسن مکمل، فیضِ مسلسل، خیر سراسر، ماشاء اللہ

(۲۸)

محمد علی ظہوری کے ہاں نعت اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اُن کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

جو بھی مجرم مری سرکار کے دامن میں چھپے
عرش والے اُسے جنت کی سزا دیتے ہیں

(۲۹)

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی گلستانِ نعت کے وہ شگفتہ پھول ہیں کہ جن کی خوشبو تادیر دلوں کو مسحور کرتی رہے گی۔ اُنھوں نے نعت کو ایک صنفِ سخن کی حیثیت سے منوانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے اور نعت پر تنقید اور معیارِ نعت کے اُصول مرتب کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُن کی نعت میں روایت اور جدت کا امتزاج ہے جس سے عہدِ حاضر کی نعت کو نئی توانائی ملی ہے۔

اس کے بعد نعتیہ روایت میں منفرد انداز کے شاعر مظفر وارثی کا نام آتا ہے۔ ''کعبۂ عشق، بابِ حرم، نورِ ازل، دل سے درِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور میرے اچھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اُن کے بہترین نعتیہ مجموعے ہیں۔ نعتیہ مجموعوں سے پہلے وہ غزلیہ شاعری میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ اُنھوں نے نعت میں چھوٹی بڑی دونوں بحروں میں مترنم اور غنائیت سے بھرپور اشعار کہے ہیں۔ یہی غنائی لہجہ اُنھیں عصرِ حاضر کے دیگر شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ چوں کہ وہ دنیاوی محبوب کو چھوڑ کر حریمِ نعت میں داخل ہوئے ہیں اس لیے اُن کے ہاں مدحت وستائشِ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار نہایت عقیدت سے کیا گیا ہے۔ آپ ناصر چشتی کے پسندیدہ شاعر بھی ہیں۔

مفلسِ زندگی اب نہ سمجھے کوئی
مجھ کو عشقِ نبی اس قدر مل گیا
جگمگائے نہ کیوں میرا عکسِ دروں
ایک پتھر کو آئینہ گر مل گیا

(۳۰)

گوہر ملسیانی کے مجموعے ’’مظہرِ نور‘‘ کو نعتیہ ادب میں ایک خوش گوار اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اُن کی کتاب ’’عصرِ حاضر کے نعت گو شعرا‘‘ نعت سے اُن کے قلبی لگاؤ کا اظہار ہے۔ خواجہ عابد نظامی نعتیہ روایت کا ایک اور قابلِ ذکر نام ہے۔ اُن کے نعتیہ مجموعے ’’فیضانِ کرم‘‘ اور ’’روف الرحیم‘‘ وغیرہ ہیں۔ وہ علم دوست اور اعلیٰ اخلاقی صفات کے حامل انسان ہیں۔

حامد، احمد، طاہر، اطہر صلی اللہ علیہ وسلم
کتنے پیارے نام ہیں لب پر صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۱)

نعتیہ روایت کا ایک اور منفرد نام عبدالعزیز خالد ہے۔ انھوں نے اپنی نعت میں عربی، فارسی، عبرانی، ترکی، انجیل اور تورات سے قدیم الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ اُن کی نعت میں موجودہ اساطیری حوالے انھیں دیگر شعرائے نعت سے ممتاز کرتے ہیں۔ انھوں نے سابقہ کتب مبارکہ کو بڑی کاوش سے تلاش کر کے بڑی خوبی سے برتا ہے۔ اُن کی نعت بجا طور پر جدید نعت کی ایک نئی روش کی امین ہے۔ مثال میں یہ شعر ملاحظہ ہو:

برقلیطس بھی ہے اک نام ترے ناموں میں
منحمنا بھی تہی اور تہی حمطایا!

(۳۲)

راجا رشید محمود خدمتِ نعت میں ہر وقت کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔ فروغِ نعت کے

حوالے سے نعت لائبریری کا قیام اور ’’ماہنامہ نعت‘‘ کا اجرا اُن کی قابلِ قدر خدمات کا نتیجہ ہیں۔ اُن کے نعتیہ مجموعوں کی تعداد کم وبیش پچاس ہے۔ ’’حدیثِ شوق، ورفعنا لک ذکرک اور اقامتِ نعت‘‘ وغیرہ اُن کے نعتیہ مجموعے ہیں۔

پھول جب مدحِ محبوبِ حق کے کھلے
دل کا صحرا مرا گلستاں ہو گیا

(۳۳)

اُردو کی نعتیہ روایت میں سیّد انوار ظہوری اپنے جاندار اُسلوب اور ندرتِ فکر کے باعث ایک منفرد نعت گو شاعر ہیں۔ اُن کا مجموعہ ’’حرفِ منزہ‘‘ واقعی عقیدت واحترام کے منزہ جذبات کا ترجمان ہے۔ اُن کے ہاں قصائد، سلام اور غیر منقوط نعتیں موجود ہیں جو اُن کی قادر الکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

محرمِ داور، ہم دل و ہم دم
طاہر و اطہر، سرورِ عالم

(۳۴)

قمر یزدانی، آفتاب کریمی، ریاض حسین چودھری اور پروفیسر محمد اکرم رضا عہدِ حاضر کے معروف نعت گو ہیں۔ عزیز احسن کاروانِ نعت کی ایک اور سرگرم شخصیت ہیں۔ اُنھوں نے نعت اور تنقیدِ نعت دونوں میں اپنی صلاحیتوں کو آزمایا ہے۔ اُن کی نعت جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارتقائی سفر ہے۔ اُن کے نعتیہ مجموعے ’’تیرے ہی خواب میں رہتا کرم ونجات کا سلسلہ اور شہپرِ توفیق‘‘ وغیرہ ہیں۔ تحقیقی وتنقیدی حوالے سے اُن کی تخلیقات میں ’’اُردو نعت اور جدید اسالیب، ہنر نازک ہے، نعت کے تنقیدی آفاق اور نعت کی سچائیاں‘‘ وغیرہ شامل ہیں۔

پروفیسر جعفر بلوچ مرحوم قادر الکلام شاعر تھے۔ اُنھوں نے ملی شاعری کے ساتھ ساتھ نعت میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ مفرّس اور معرّب اُسلوب کے باوجود اُن کے کلام میں روانی اور سلاست کے عنصر کی فراوانی ہے۔ اُن کا نعتیہ مجموعہ ’’بیعت‘‘ اہلِ ذوق کے لیے ایک تحفہ ہے۔

تا عرش ہے اعلانِ رفعنا لک ذکرک

اللہ غنی شانِ رفعنا لک ذکرک

(۳۵)

خالد علیم کا نعتیہ مجموعہ ''محامدِ محمد'' حلقۂ اہلِ نظر کے علاوہ صدارتی ایوارڈ سے بھی نوازا جا چکا ہے۔ اُن کی نعت عظمتِ حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عکاس ہے جس کے بیان میں شاعر کا جذبۂ عقیدت کارفرما نظر آتا ہے:

جلوۂ حُسن کہ جو عالمِ افلاک میں ہے   اس کی تنویر مدینے کی کفِ خاک میں ہے

وہ ''نعت رنگ'' کے کتابی سلسلہ کی سرگرم شخصیت ہیں۔ اُن کا نعتیہ مجموعہ ''ماہِ طیبہ'' منصۂ شہود پر آ چکا ہے اور وہ فروغِ نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہمہ دم کوشاں نظر آتے ہیں۔ منظر عارفی جدید نعت کا ایک اور اہم نام ہے۔ انھوں نے اپنے خوب صورت نعتیہ مجموعے ''اللہ کی سنت'' میں آدابِ نعت کے چند اُصول بتائے ہیں۔ اُن کا کلام آدابِ عشقِ حبیبِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہونے کے علاوہ اُسوۂ حسنہ کے بیان سے بھی مزین ہے۔

جمشید کمبوہ جدید نعت میں ایک اور قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ ''سفرِ نعت'' کے نام سے اُن کا نعتیہ مجموعہ ۲۰۱۳ء میں منصۂ شہود پر آ چکا ہے۔ تازہ کاری، منفرد اُسلوب، آدابِ نعت کی پاسداری اور دعوتِ اتباعِ سیرت اُن کی نعتیہ شاعری کے خصائصِ کبریٰ ہیں۔ اُن کے نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

وجہِ تخلیقِ کون و مکاں آپ ہیں

محورِ گیتی و آسماں آپ ہیں

(۳۶)

فیصل آباد کی نعتیہ روایت:

فیصل آباد شہر کی نعتیہ روایت قدیم ہے اور بڑی تعداد میں شاعر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔ منظور احمد منظور فیصل آباد کی نعتیہ شاعری میں ایک معتبر نام ہے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے ان کے دو شعری مجموعے ''دیر وحرم''

اور ''آہنگِ نور'' میں بھی نعتیں ہیں لیکن ''شاخِ طوبیٰ'' کے نام سے اُن کا نعتیہ مجموعہ ان کی صنفِ نعت کے ساتھ قلبی لگاؤ کا مظہر ہے۔

سلام اس پر نہیں ہمسر کوئی جس کا رسولوں میں

نہ ایسا چاند گردوں پر نہ ایسا پھول پھولوں میں

(۳۷)

خلیق قریشی اُن کے ہم عصر نعت گو شاعر ہیں۔ اُن کی نعتوں کا پہلا باقاعدہ مجموعہ ''برگِ سدرہ'' کے نام سے ۱۹۹۱ء میں منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ خلیق قریشی کے ہاں نعت کہنے کا سلیقہ اور قرینہ موجود ہے اور ان کی نعتیں کیف اور تاثیر کی دولت سے مالا مال ہیں اور ثنائے خواجہ کا یہ انداز بقول ریاض مجید عطائے خواجہ کے بغیر ناممکن ہے۔

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں

عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں

(۳۸)

فیصل آباد کی نعتیہ شاعری میں ایک اور معتبر حوالہ حافظ لدھیانوی ہیں جو گیارہ نعتیہ مجموعوں کے خالق ہیں۔ وہ غزل سے نعت کی طرف آئے ہیں۔ اس لیے ان کی نعتوں میں تغزل کا خاص انداز موجود ہے۔ آپ نے زیادہ تر نعتیں غزل کی ہیت میں لکھی ہیں۔ ''مدینے کے ترانے'' ان کا منفرد اعزاز ہے۔

مدحتِ سیّدِ لولاک لما کیا لکھوں

جو ہو ممدوحِ خدا اس کی ثنا کیا لکھوں

(۳۹)

صائم چشتی دنیائے نعت میں ایک جانا پہچانا نام ہے اور آپ ناصر چشتی صاحب کے اُستاد بھی ہیں۔ موصوف بے شمار اُردو اور پنجابی نعوت کے خالق ہیں۔ محافلِ میلاد میں نعت خواں اکثر ان کی نعتیں پڑھتے سنائی دیتے ہیں اُن کے کئی نعتیہ مجموعے چھپ کر مقبول ہو چکے ہیں۔ مثلاً: ''محمد کا در چھوڑ کر جانے والو، کلیاتِ صائم، نورِ کائنات، ارمغانِ مدینہ اور فردوسِ نعت'' وغیرہ قابلِ ذکر نعتیہ مجموعے ہیں۔ اُن کے نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

سلطانِ ہر دو عالم جانِ بہار آئے
افلاک و لامکاں کے نبی شاہ سوار آئے
انوار سے تھا جن کے عرشِ عظیم روشن
صائم زمیں کو کرنے وہی تابدار آئے

(۴۰)

ڈاکٹر ریاض مجید صاحب فیصل آباد کی نعتیہ روایت میں ایک اور خوش آئند اضافہ ہیں۔ آپ غزل گو ہونے کے ساتھ ساتھ اردو میں نعت گوئی کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھنے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی نعتیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و شیفتگی کے ساتھ ساتھ معاشرتی، قومی وملی اور تاریخی احوال کا آئینہ ہیں۔

سیّد محمد امین علی نقوی فیصل آباد کی نعتیہ روایت میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ ان کی نعتیں رنگِ انفرادیت کی حامل ہیں۔ آپ نے غیر منقوط اور بغیر حرف الف کے نعتیں لکھی ہیں۔ اُن کے نعتیہ مجموعے ''محمد ہی محمد'' (غیر منقوط اُردو) ''محمد رسول اللہ'' (غیر منقوط عربی) ''یا محمد'' (منقوط عربی) ''حسنِ محمد'' (بغیر حرف الف) اور ''عشقِ محمد'' اہلِ فن سے داد حاصل کر چکے ہیں۔ سیّد محمد امین نقوی کی نعتیہ شاعری چار واضح زبانوں کو محیط ہے۔ اُن کی غیر منقوط اُردو نعت کے چند اشعار دیکھیے:

محمدؐ مصدرِ علم و عطا ہے
محمدؐ سرورِ ہر دوسرا ہے
محمدؐ والی و مولائے عالم
محمدؐ عالی مہر و ولا ہے

(۴۱)

''حسنِ محمدؐ'' سیّد محمد امین علی نقوی کا وہ نعتیہ مجموعہ ہے جس میں حرف الف استعمال نہیں ہوا۔
اس مجموعے میں مثالِ نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

محمدؐ کی محبت مردِ مومن کی ضرورت ہے
محمدؐ کی محبت دین وملت کی حقیقت ہے

(۴۲)

سیّد محمد وکیل فیصل آباد کے کاروانِ نعت میں ایک اور اضافہ ہیں۔ اُن کا نعتیہ مجموعہ ''مدحتِ رسول اللہ'' اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ آپ کے ہاں شعری محاسن ومحامد کے ساتھ ساتھ اثر انگیزی بھی ملتی ہے۔

نادر جاجوی فیصل آباد کی نعتیہ روایت کا ایک اور تابندہ ستارہ ہیں۔ آپ نے اُردو اور پنجابی میں نعوت تخلیق کی ہیں۔ ''نذرانہ'' اُن کی پرکیف نعتوں کا گلدستہ ہے اس کے علاوہ آپ ''تحریمِ رسول'' کے نام سے سیرت پر بھی ایک کتاب لکھ چکے ہیں۔

سیّد مسرور بدایونی بھی فیصل آباد کی نعتیہ روایت کا سرمایۂ افتخار ہیں۔ آپ کے دو نعتیہ مجموعے ''آیۂ رحمت'' اور ''بابِ رحمت'' منصۂ شہود پر آ چکے ہیں۔ آپ نے مختصر اور طویل بحروں میں عمدہ شعری محاسن سے نعتیں کہی ہیں۔ طویل بحر کی ایک نعت کے شعر ملاحظہ ہوں:

ہوئے دین ودنیا کے سرسبز گلشن وہ اٹھ اٹھ کے رحمت کی برسی گھٹائیں
دل وجاں معطر ہوئے جارہے ہیں مدینے سے وہ آرہی ہیں ہوائیں

(۴۳)

پروفیسر عارف رضا صدارتی ایوارڈ یافتہ ہیں۔ ''عطا کی خوشبو'' آپ کا اولین نعتیہ مجموعہ ہے۔ عبدالستار نیازی خوش الحان نعت خواں کے ساتھ ساتھ پختہ فکر کے حامل نعت گو شاعر ہیں۔ سرور بجنوری مرحوم بچوں کی شاعری کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ بچوں کے لیے دیگر موضوعات پر لکھنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے حمد ونعت اور منقبت پر بھی قلم اُٹھایا ہے۔ علاوہ ازیں ریاض احمد پرواز کا نعتیہ مجموعہ ''طلع البدرُ علینا''، محمد افضل کوٹلوی کا ''عرشِ تمنا'' آصف بشیر چشتی کا ''رنگِ عقیدت''، محمد فاروق اقبال کا ''نغماتِ فاروق'' رئیس جمالی رام پوری کا ''رحمت کے پھول، وحدت کے پھول''؛ اقبال شیدا کا ''حریمِ نعت'' اور محمد احمد مفتی کا نعتیہ مجموعہ ''صاحبِ خلقِ عظیم'' فیصل آباد کی نعتیہ روایت کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

صدف جالندھری، سیّد ماجد علی کاوش، عبدالقیوم حسان، وارث الجیلانی، حامد الوراثی کے نعتیہ مجموعے بھی شائع ہو کر اہلِ ذوق سے داد پا چکے ہیں۔ سیّد ناصر چشتی کے ہم عصر شعرا میں ناز خیالوی، بشیر حامد، صفتین چشتی اور عمر دراز بلوچ کے علاوہ احسن فاروقی، سہیل عباس، ڈاکٹر علی اصغر بلوچ، امین راہی، طاہر صدیقی، اکرام مجید، اخلاق حیدر آبادی اور عارف بخاری وغیرہ کے نام آتے

ہیں۔اس نعتیہ دور سے کئی شعرا کو تحریک ملی اور وہ سنجیدگی سے نعت کی طرف آئے۔ان میں ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ،منظور حسین مرزا،نواب چشتی،اعجاز احسن،آس لدھیانوی،حکیم شریف احسن،ڈاکٹر امداد حسین امداد،پروفیسر خالد شبیر،محمد افضل خاکسار،رمضان اطہر،ساغر شہزاد اور ریاض حسین قادری کے ہاں مستقبل کی نعت کے امکانات روشن ہیں۔

ناصر چشتی فیصل آباد کی نعتیہ روایت کی ایک اہم کڑی ہیں۔اُنھوں نے نعتیہ مجموعہ ہائے کلام کے علاوہ غزل دوہڑے،قطعات،رباعی اور نظم وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔اب تک ان کے گیارہ نعتیہ مجموعے اشاعت سے ہم کنار ہو چکے ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

سُرورِ جاوداں،حسنِ کامل،حسنِ حبیب،کلامِ ناصر،حضور پُرنور،ضیائے مدینہ،منٹھار نبی، خیرُ الوریٰ،آنکھوں سے چوموں تیری جالی اور میٹھا ہے نام تمھارا مذکورہ مجموعہ ہائے نعت کا تعارف باب اول میں پیش کر دیا گیا ہے اور آئندہ ابواب میں اُن کی نعتیہ شاعری کے فکری وفنی محاسن اُجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نورالحسن نیّر،مولوی۔''نوراللغات''(جلد چہارم)سنگِ میل پبلشرز،لاہور،۱۹۸۹ء ص:۱۵۲۵

۲۔ سیّد احمد دہلوی،مولوی۔''فرہنگِ آصفیہ''(جلد سوم و چہارم)اُردو سائنس بورڈ،لاہور،بارِ ششم ۲۰۱۰ء ص:۵۷۹

۳۔ سیّد قائم رضا نسیم امروہوی،سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی(مرتبین)۔''نسیم اللغات''شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،۱۹۹۶ء ص:۱۱۷۹

۴۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر۔''اُردو کی نعتیہ شاعری''الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۲ء ص:۲۱

۵۔ رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر۔''اصنافِ ادب''سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۸ء ص:۲۵

۶۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر۔''اُردو غزل،نعت اور مثنوی''الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۴ء ص:۲۶۷

۷۔ محمد تقی عثمانی،مولانا۔''نعت اور اس کے آداب''اوجِ نعت نمبر ۱(جلد اول)لاہور،۹۳،۱۹۹۲ء ص:۱۵۹

۸۔ ریاض مجید،ڈاکٹر،''اُردو میں نعت گوئی''اقبال اکادمی،لاہور،۱۹۹۰ء ص:۲۷

۹۔ محمد بن اسماعیل بخاری،امام۔''صحیح بخاری''(جلد اول)مطبوعہ نور محمد اصح المطابع،کراچی، ۱۳۸۱ھ ص:۳۲۵

۱۰۔ محمد احمد رضا خاں بریلوی،مولانا(مترجم)۔''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن''،پاک کمپنی رجسٹرڈ،لاہور،س ن،اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُختَالٍ فَخُور۔(لقمان:۱۸)

۱۱۔ ذوالفقار علی ملک،ڈاکٹر۔''آنحضور کے ابتدائی نعت گو''مشمولہ:''تحقیق''(شمارہ ۲)مجلہ اورینٹل کالج،لاہور،۱۹۸۲ء ص:۹۸

۱۲۔ ارشاد شاکر اعوان۔''عہدِ رسالت میں نعت''مجلس ترقیِ ادب،لاہور،۱۹۹۳ء ص:۱۹۷

۱۳۔ ابواللیث صدیقی،ڈاکٹر۔مضمون''ناسخ وآتش کے تلامذہ''مشمولہ:''تاریخِ ادبیات

مسلمانانِ پاکستان و ہند‘‘ (جلد دوم) پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، طبع دوم ۲۰۰۹ء ص:۲۶۸

۱۴۔ الطاف حسین حالی، مولانا۔ ’’مسدسِ حالی‘‘ مرتبہ: ڈاکٹر سیّد عابد حسین، اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۹۲ء ص:۱۸۹

۱۵۔ احمد رضا خاں بریلوی، مولانا۔ ’’حدائقِ بخشش‘‘ پروگریسو بکس، لاہور، ۲۰۱۱ء ص:۳۵

۱۶۔ ظفر علی خاں، مولانا۔ ’’بہارستان‘‘ الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور، ۲۰۰۷ء ص:۹۸

۱۷۔ محمد اقبال، علامہ۔ ’’مطالبِ کلامِ اقبال اُردو‘‘ از مولانا غلام رسول مہر شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س ن۔ ص:۳۳۹

۱۸۔ حفیظ جالندھری، ابوالاثر۔ ’’شاہ نامۂ اسلام‘‘ مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، ۱۹۸۵ء ص: ۱۱۳

۱۹۔ مہر اختر وہاب۔ ’’اُردو میں اسلامی ادب کی تحریک‘‘ پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء ص:۱۴۰

۲۰۔ ماہر القادری۔ ’’ذکرِ جمیل‘‘ مرتبہ: طالب ہاشمی، القمر انٹرپرائزز اُردو بازار، لاہور، س ن، اشاعت دوم ص:۱۶۸

۲۱۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر۔ ’’حافظ مظہر الدین عظیم نعت گو‘‘ مشمولہ: ’’مدحت‘‘ (شمارہ نمبر ۲)، لاہور، جون تا ستمبر ۲۰۱۰ء ص:۱۶۴

۲۲۔ گوہر ملسیانی۔ ’’عصرِ حاضر کے نعت گو شعرا‘‘ (جلد اول) بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۱۳ء ص:۱۳۷

۲۳۔ احمد ندیم قاسمی۔ ’’جمال‘‘ مکتبہ بیاض، لاہور، ۱۹۹۲ء ص:۶۲

۲۴۔ حافظ لدھیانوی۔ ’’نشیدِ حضوری‘‘ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۰ھ ص:۱۰۳

۲۵۔ گوہر ملسیانی۔ ’’عصرِ حاضر کے نعت گو‘‘ جلد اول بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۱۳ء ص:۱۹۹

۲۶۔ محمد اعظم چشتی۔ ’’کلیاتِ اعظم‘‘۔ خزینہ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۰ء ص:۲۰

۲۷۔ شبیر احمد قادری، پروفیسر۔ ’’ذکرِ حفیظ تائب‘‘ مشمولہ: ’’نعت رنگ‘‘ (شمارہ ۱۷) کراچی،

نومبر ۲۰۰۴ء ص:۳۲۸

۲۸۔ حفیظ تائب۔ ’’کلیاتِ حفیظ تائب‘‘ القمر انٹرپرائزز، لاہور، ۲۰۰۵ء ص: ۱۲۱

۲۹۔ محمد علی ظہوری۔ ’’کلیاتِ ظہوری‘‘ خزینہ علم و ادب، لاہور، س ن ص:۶۱

۳۰۔ مظفر وارثی۔ ’’نورِ ازل‘‘ ماورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۸ء ص:۶۷

۳۱۔ عابد نظامی، خواجہ۔ ’’فیضانِ کرم‘‘ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۳ء ص:۴۲

۳۲۔ عبدالعزیز خالد۔ ’’ماذ ماذ‘‘ مقبول اکیڈمی، لاہور، س ن ص:۶۷

۳۳۔ راجا رشید محمود۔ ’’اقامتِ نعت‘‘ مدنی گرافکس، لاہور، ۲۰۱۲ء ص:۱۰

۳۴۔ انوار ظہوری، سیّد۔ ’’حرفِ منزّہ‘‘ ظہوری اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۳ء ص:۲۵۲

۳۵۔ جعفر بلوچ۔ ’’بیعت‘‘ الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب اُردو بازار، لاہور، طبعِ دوم ۲۰۰۱ء ص:۲۷

۳۶۔ جمشید کمبوہ۔ ’’سفرِ نعت‘‘، فہد پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۳ء ص:۲۷

۳۷۔ اوج نعت نمبر ۱، ادبی مجلہ، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳، ۱۹۹۲ء ص:۳۴۳

۳۸۔ اوج نعت نمبر ۱، ادبی مجلہ، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳، ۱۹۹۲ء ص:۳۴۳

۳۹۔ حافظ لدھیانوی۔ ’’نشیدِ حضوری‘‘ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۰ھ ص:۱۰۳

۴۰۔ صائم چشتی۔ ’’فردوسِ نعت‘‘ چشتی کتب خانہ، جھنگ بازار، فیصل آباد، فروری، ۲۰۰۴ء ص:۱۷

۴۱۔ اوج نعت نمبر ۱، ادبی مجلہ، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳، ۱۹۹۲ء ص:۳۴۵

۴۲۔ اوج نعت نمبر ۱، ادبی مجلہ، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳، ۱۹۹۲ء ص:۳۴۶

۴۳۔ اوج نعت نمبر ۱، ادبی مجلہ، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳، ۱۹۹۲ء ص:۳۴۷

باب سوم

کلامِ ناصر کے فکری محاسن

عصرِ حاضر میں کاروانِ نعت کے خوش نوا شعرا اپنے اپنے مخصوص انداز میں نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور گل ہائے عقیدت نچھاور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔گلستانِ نعت کا ہر شاعر ایک شگفتہ پھول کی مانند پوری فضا کو مشک بیز بنا رہا ہے۔سیّد ناصر چشتی بھی گلستانِ نعت کا ایک مہکتا ہوا پھول ہے جو اپنے منفرد اُسلوب اور ندرتِ فکر کے باعث اس گلشنِ نوبہار کی جمالیاتی قدروں میں اضافے کا موجب ہے۔

ناصر صاحب ایک عرصے سے صنفِ نعت کو اپنی تحریر کا حصہ بنائے ہوئے ہیں۔اُن کے ہاں نعت مقصدیت سے خالی نہیں ہے بلکہ اس میں موضوعات کا تنوع موجود ہے۔سیرتِ پاک کے فیوض و برکات، نبیِ حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داستانِ انقلاب، جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل پذیری، رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت للعالمینی، نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت، پیغمبرِ اول و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت، شاہِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمدِ مسعود اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجہِ تخلیقِ کائنات ہونے جیسے موضوعات ناصر چشتی کی نعتیہ شاعری کا لازمی جزو ہیں۔قرآنِ پاک آخری الہامی کتاب ہے جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا خزینہ بھی ہے۔چوں کہ یہ کتاب حق اور باطل میں فرق کر کے بنی نوعِ انسان کو راہِ مستقیم پر لاتی ہے اس لیے اسے اللہ رب العزت کا احسانِ عظیم قرار دیا جا سکتا ہے۔خالقِ کائنات کا اس سے بھی بڑا احسان آقائے دوجہاں احمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاجِ سرداری پہنا کر ختمِ نبوت سے نوازنا ہے کہ جن کی زندگی کا ہر لمحہ قرآنِ پاک کی عملی تفسیر ہے۔ قرآن مجید کتابِ لاریب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِک اِک ادا کو بیان فرمایا ہے۔اس لیے اہلِ عشاق کے نزدیک تمام قرآن نعتِ نبی ہے۔

ناصر چشتی نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بولتے قرآن سے تشبیہ دی ہے یہ انسانی بس کی بات نہیں ہے کہ وہ نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبے کا ادراک کر سکے۔اس سلسلے میں

اُن کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

رتبہ ہے جو سرکار کا رحمٰن سے پوچھو
وہ بولتا قرآن ہیں قرآن سے پوچھو

(ضیائے مدینہ۔۴۹)

ناصر چشتی ایک عارف صادق اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اُنھیں ہر طرف نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک نظر آتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن کے چرچے نہ صرف قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں موجود ہیں بلکہ سابقہ تمام آسمانی کتب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ حسنہ سے بھرپور ہیں۔توریت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی ''مبذ مبذ'' آیا ہے۔انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''فارقلیط'' اور ''طاب طاب'' کے ناموں سے پکارا گیا ہے اور زبور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''عاقب'' کہا گیا ہے۔اس کے علاوہ صحیفۂ آدم، صحیفۂ نوح، صحیفۂ ابراہیم اور دیگر صحف سماویہ میں حضور سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسماء اور اُن کا تذکرہ موجود ہے یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ خیر سے معطر ناصر صاحب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

انجیل میں بکھرے ہیں ترے حُسن کے چرچے
خالی تیرے اذکار سے تورات نہ دیکھی

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۶۵)

نعت قرآنِ پاک کی عملی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے تذکرے جگہ جگہ بیان کیے ہیں۔مدینہ منورہ ہو یا مکہ معظمہ، کوہِ طور ہو یا سفرِ معراج ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات نمایاں ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ اور ارشادِ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یکجا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم کی آیات میں جو حکمتیں اور رموز ہیں اُنھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا لہٰذا قرآن کی ہر آیت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی تلاوت ذکرِ الٰہی ہے اور فرمانِ رب کے مطابق ذکرِ الٰہی ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔لہٰذا تلاوتِ قرآن بھی ذکرِ رسول ہے اور یہی ذکرِ رسول نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔عشقِ مصطفی میں ڈوبے ناصر صاحب کے یہ

اشعار ملاحظہ ہوں:

اللہ نے بیاں کی ہے اس میں تو ثنا اُن کی
میں اس لیے پڑھتا ہوں قرآن بلاناغہ
(خیرالوریٰ۔ ۲۸)

مدینہ ہو یا حرم خدا کا وہ طور ہو یا کہ عرشِ اعظم
ہیں دونوں عالم میں تیرے جلوے، ہیں نعت قرآن تیری سارا
(کلامِ ناصر۔ ۴۴)

حُسن و جمال، اخلاق و کردار، غیرت وحمیت، جود وسخا اور شجاعت وجرأت وغیرہ محبت و اطاعت کے چند محرکات ہیں۔ ذاتِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ صرف ہر خوبی اور ہر خیر جمع ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری اور باطنی حُسن و جمال کے جامع ہیں۔ ایک مومن کا اُن سے محبت وعقیدت فطری جذبہ ہے۔ ناصر صاحب کے نزدیک مومن کے لیے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہی سب کچھ ہے۔ یہی مقصدِ زندگی اور درحقیقت بندگی ہے قرآنِ کریم نے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبتِ خدا، رضائے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رضائے الٰہی اور اطاعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطاعتِ ربِ کریم فرمایا ہے۔ قرآنِ کریم کے علاوہ احادیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی، اطاعت اور اتباع وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔ دنیا وآخرت کی بھلائی کا راز اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پوشیدہ ہے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا شامل ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوبے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

محمد کی غلامی میں دو عالم کی بھلائی ہے
اسی میں ہے خدا راضی اسی میں ہی خدائی ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۲)

ذکرِ سرکار میں ذکرِ خدا ہے واللہ
اس لیے ہم تو محمد کی ثنا کرتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔ ۴۲)

محبوب اور محب کے درمیان محبت کا انداز انوکھا اور جداگانہ ہوتا ہے۔ یہ عقیدت جب

عشق کا روپ دھار لیتی ہے تو آنکھوں میں ہر سُو محبوب کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں۔ ناصر صاحب کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ انھیں نہ صرف قرآنِ پاک میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا دکھائی دیتا ہے بلکہ وہ نماز میں بھی عشقِ نبی سے سرشار دکھائی دیتے ہیں۔

میں نے جس نماز میں بھی ترا کرلیا تصور
وہ مرا رکوع وسجدہ وہ قیام جھومتا ہے
(حسن حبیب۔ ۲۰۰۵، ۸۸)

دیکھنا چاہے جو چہرۂ رسولِ عربی
دیکھے قرآں سے کوئی اُن کا جھلکتا چہرہ
(خیرالوریٰ۔ ص ۴۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وتوصیف کا سلسلہ روزِ ازل سے جاری وساری ہے اور یہ سلسلہ غیر مختتم ہے۔ قرآنِ پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف اور ذکرِ خیر کثیر مقامات پر آیا ہے۔ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''یاایھا المدثر'' کہا گیا ہے، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفوں کو والیل سے تشبیہ دی گئی ہے، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پاک کو والشمس کہا گیا ہے اور کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یٰسین اور طٰہٰ کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ الغرض قرآنِ پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کا حسین مرقع ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت کے بے شمار حوالے موجود ہیں۔ ناصر چشتی ایسے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنھیں سارا قرآنِ پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مقدسہ پر مبنی نظر آتا ہے۔

قرآن اُتارا خالق نے سرکار کے میٹھے لہجے میں
قرآن کی ہر آیت اُتری صرف تمھاری شان میں ہے
(منٹھار نبی۔ ۵۴)

ناصر صاحب نے کئی قرآنی آیات کے تراجم کو اپنی نعتوں میں سمونے کی کوشش کی ہے اور اس لحاظ سے وہ منفرد اُسلوبِ بیاں کے حامل نعت گو شاعر دکھائی دیتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی ہر سورۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکروں کو ناصر صاحب ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

فاتحہ سے لے کے دیکھیں سورۂ الناس تک
تذکرے کرتے ملیں گے تیس پارے آپ کے
(حسنِ حبیب۔۱۹۸۷، ۷۹)

اسی استدلال کو آگے بڑھاتے ہوئے ناصر صاحب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قرآنِ پاک میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کا ذکر، اُن کے خلقِ عظیم کا بیان اور اُن کی تعلیمات کے تذکرے کا مدعا یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کامل و جامع ہستی ہیں جنھیں اللہ رب العزت نے خاتم المرسلین بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعثِ تکوینِ کائنات ہیں۔

خاتم الانبیا، اے حبیبِ خدا تیری خاطر دو عالم بنائے گئے
سائباں آسمانوں کے تانے گئے اور مکاں لامکاں سب سجائے گئے
(کلامِ ناصر۔۱۶)

واقعۂ معراج اسلامی تاریخ کا وہ اہم موڑ ہے جس کے ذریعے خدائے لم یزل نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زیارت کا شرف فرما کر عظمت و رفعت سے نوازا ہے۔ ناصر چشتی نے واقعۂ معراج کو فرشتوں پر انسانی برتری قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سردار روح الامین کو بھی درِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان بنا دیا ہے۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحقیقت انسانیت کی معراج ہے۔ فرشتوں پر انسانی فضیلت کا منظر ملاحظہ ہو:

بوسے تلووں کے لیتا تھا روح الامیں جو ملائک کا سردار ہے بالیقیں
حدِ سدرہ پہ آقا نے اُس سے کہا تیری جبریل خدمت کی معراج ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۲)

روح الامیں کو بھیج کر مولا نے یوں کہا
ایسا درِ حبیب کو دربان چاہیے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۸۳)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کی نعمتِ عظمیٰ سے نواز کر کائنات کی تمام مخلوقات میں افضلیت عطا فرمائی اور واقعۂ معراج سے انسانی وقار کو مزید رفعت ملی۔ ناصر صاحب کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسائی کوہِ طور تک ہی محدود رہی لیکن سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ، عرش اور کرسی سے گزر کر اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مستفیض ہوئے۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسائی زمین و عرش کے لیے باعثِ رشک ہے اور ایک پل میں زمین و عرش کے سارے سفر سمٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آجاتے ہیں۔ ناصر صاحب نے واقعۂ معراج کو اشعار کے قلب میں کچھ یوں ڈھالا ہے:

لامکاں پہ بھی گئے ایک ہی پل میں آقا
ان کے قدموں میں سمٹ سارے سفر جاتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔۴۴)

فرش سے تا بہ عرش معلیٰ مصطفیٰ اللہ اللہ!
جب وہ مہماں ہوئے لامکاں پر بن گیا لامکاں بھی مدینہ
(حسنِ حبیب۔۶۰)

روح الامیں بھی رہ گئے حیرت سے دیکھتے
سدرہ سے آگے آپ کی رفتار دیکھیے
(خیرالوریٰ۔۱۰۹)

محب اور محبوب کے مابین ملاقات کی صورتِ حال اور ہم کلامی کے پُرکیف منظر کو ناصر صاحب کے چشمِ تخیل نے جس پیرائے میں رقم کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خالقِ کائنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو عرش پر بلا کر رونقِ عرشِ معلیٰ کو دوبالا کرنا چاہتے تھے۔ ناصر چشتی اس کی منظر کشی کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

آج ہیں رونقیں ارض و افلاک پر آفتابِ رسالت کی معراج ہے
بے حجاب حق سے ان کی ملاقات ہے درحقیقت نبوت کی معراج ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۲)

رات معراج کی خالق نے کہا آ کے ذرا
رونقِ عرشِ معلیٰ کو دوبالا کر دے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔۷۳)

ناصر صاحب نے واقعۂ معراج کو عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا

ہے۔معراج کی رات جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر تمام انبیا کی امامت کا سہرا سجایا گیا تو ناصر صاحب اس کی کچھ اِن الفاظ میں منظر کشی کرتے دکھائی دیتے ہیں:

رات معراج کی مصطفی نے جب امامت کا سہرا سجایا
مرحبا! مرحبا ! بول اُٹھے، سیّدُ الانبیا، مہربانی
(کلامِ ناصر۔۲۷)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس عظمت وکمالات کا مجموعہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرت وصورت، جمال وکمال، عظمت ورفعت اور اخلاق وخصائل کے لحاظ سے اکمل وجامع ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں گفتار وکردار میں بے مثل ہیں وہیں خدائے بزرگ وبرتر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے نام عطا فرمائے ہیں جو معنوی اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزہ شخصیت کے ترجمان ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سب سے افضل اور برگزیدہ نام ''محمد'' ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش کے پائیوں پر، فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان، جنت کے درختوں پر اور شجرِ طوبیٰ کے پتوں پر کندہ ہے حضرت آدم نے ایک نعت کہی تھی جو کسی مخلوق کے شعری فکر کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ یہ وہ تحریر تھی جو عرش کے ستونوں پر لکھی ہوئی تھی اور جس پر آپ کی نگاہ پڑی تھی۔یہ وہ پہلا تاریخی انسانی واقعہ تھا جس کا انکشاف محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ علم نے کیا۔اس حدیثِ پاک کے راوی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت آدمؑ سے غلطی سرزد ہوگئی تھی تو انھوں نے میرے وسیلے سے اللہ سے معافی چاہی۔ربِ کریم نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ تو عرض کیا آنکھ کھولتے ہی سرِ عرش پر یہ لکھا دیکھا (لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) رب نے فرمایا تمھیں بخش دیا اور ساتھ یہ فرمایا کہ وہ تمھاری اولاد میں سے آخری نبی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمھیں پیدا نہ فرماتا''۔(۱)

اسی نامِ نامی کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا بارگاہِ کردگار میں قبول ہوئی۔ناصر صاحب اس نام کی عظمت کے یوں معترف ہیں کہ وہ اسے ہر دکھ کی دوا کے لیے کافی وشافی خیال

کرتے ہیں۔

محمد فرش کا دولہا، محمد عرش کا تارا
محمد نام ہر غم کی دوا، ہر درد کا چارا
(حسن حبیب۔۲۰۰۵،۳۸)

گھر والے کے نام کی تختی گھر کے در پر ہوتی ہے
جنت کے دیوار ودر پر نام انھیں کا لکھا ہے
(خیرُ الوریٰ۔۳۷)

ترا نامِ نامی ہے ناصؔر کا ناصر
ترا نام ہی میرے کام آ رہا ہے
(حسن حبیب۔۱۹۸۷،۲۱)

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناصر صاحب کی عقیدت محض گفتار کی حد تک ہی نہیں بلکہ یہ اُن کی زندگی میں عملی طور پر دخیل ہے۔اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی لگاؤ کی بدولت وہ کیف وسرور سے سرشار دکھائی دیتے ہیں۔اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ ذکرِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہی وہ مصائب وآلام کے بھنور سے نکل سکتے ہیں۔

جہانِ رنگ وبو سارا ترا ممنون وشاکر ہے
تمھارا نام یا احمد نبی تسکینِ خاطر ہے
(حضور پُرنور۔۶۳)

لب پہ آتا ہے تمھارا نامِ نامی جس گھڑی
وجد میں سارا زمانہ جھومتا ہے اور میں
(سُرورِ جاوداں۔۱۷)

جب سے نبی کے نام کو لب پر سجا لیا
ناصر مجھے تو پار لگانے بھنور گئے
(سُرورِ جاوداں۔۱۱)

آپ نے نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی ناموں کے علاوہ صفاتی ناموں سے

بھی اپنی نعت کو مزین کیا ہے۔عشقِ نبی میں ڈوبے اُن کے اشعار ملاحظہ ہوں:

دونوں جہاں کا دولہا جس کو نواز دے گا
دراصل تاجور تو دنیا میں بس وہی ہے

(سُرورِ جاوداں۔ ۲۸)

دو جہاں منسوب ہیں جس دل ربا کے نام سے
اوڑھ کر خیر البشر کا وہ نقاب آنے لگا

(سُرورِ جاوداں۔ ۳۵)

ناصر صاحب نے زیادہ تر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کی برکات و ثمرات کو نمایاں کرنے کی کامیاب امکانی کوشش کی ہے۔اسی نام کی بدولت تمام عالم منور ہے اور یہی نام ساری دُنیا کے کام آتا ہے۔

نامِ نامی حضور کا ناصر
ساری دُنیا کے کام آتا ہے

(حسن حبیب۔ ۴۹)

اِک نام ہے اُنھیں کا جس کے ہیں چرچے ناصر
اِک نور ہے کہ جس کی عالم میں روشنی ہے

(سُرورِ جاوداں۔ ۲۹)

مختصراً یہ کہ ناصر صاحب فرماتے ہیں کہ سیّدِ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کی شان بیان کرنے سے قلم قاصر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کو احاطۂ تحریر میں لانا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

اے نبیِ محتشم، اے سراپا کرم، تاجدارِ حرم، سیّدِ کیف و کم
شان تیری رقم کیا کرے گا قلم سب کی تو آبرو، میں تو کچھ بھی نہیں

(حضور پُرنور۔ ۴۳)

اُردو شاعری کا ایک اہم موضوع سراپا نگاری ہے جس میں شاعر سر سے لے کر پاؤں تک محبوب کے ایک ایک عضو کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے۔ابوالاعجاز حفیظ صدیقی بیان کرتے ہیں:

"ادبیات کی اصطلاح میں محبوب کے بالوں سے لے کر ناخنِ پا تک ایک ایک کر کے مختلف اعضائے بدن کی توصیف سراپا کہلاتی ہے"۔(۲)

ناصر صاحب نے نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کے بیان میں عجز و انکساری کا مظاہرہ کیا ہے۔اُن کے نزدیک نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری جمال بھی اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی کمالات کی طرح لاثانی ہے جس کے جملہ محاسن کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال سے سرشار یہ شعر ملاحظہ ہو:

تخلیق ہوا ہو گا اسی وقت سویرا
اللہ نے جب ہوں گے ترے نقش سنوارے

(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۴)

سرورِ دنیا و دیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری جمال کو بیان کرنا کسی شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔کیوں کہ صحابہ کرام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ تمام نعت گو شعرا نے اپنے اپنے تخیل کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال کے ذکر کو بیان کیا ہے۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

"اللہ نے فرمایا میرا حبیب سرخ و سفید ہے اور وہ دس ہزار آدمیوں کے مجمع میں بھی ہر طرح سے پہچان لیا جائے گا"۔(۳)

نبیِ اجمل و اکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حُسنِ مجسم ناصر صاحب کے حُسنِ انتخاب کا مظہر ہے۔

مہتاب تیرے حُسن کا ادنیٰ سا کنایہ
خورشید اُبھرتا ہے تبسم سے تمھارے

(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۴)

وہ نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کے بیان میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال کے گرویدہ ہیں، وہ لکھتے ہیں:

حسن ایسا حسینوں کو شرما دیا، چاند سورج ستاروں کو گہنا دیا
عرشِ اعظم پہ خالق نے فرما دیا اے نبی تیری صورت کی معراج ہے!

(سُرورِ جاوداں۔ ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہتر صورت میں پیدا فرمایا ہے اور قرآنِ پاک میں اِس کو "احسنِ

تقویم'' سے تعبیر کیا ہے۔ اس کائنات کی تخلیق میں حُسن و جمال کے قرینوں کا بخوبی اہتمام کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ انبیا حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت یوسفؑ حسن کا پیکر تھے لیکن جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سب سے جدا ہے۔ ناصر صاحب کے نزدیک خالق نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا حسین کسی اور کو بنایا ہی نہیں ہے اور نہ ہی کسی انسانی آنکھ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے حسین مجسم کا نظارہ کیا ہے۔

سب کا سلطان تُو، میں کہوں کو بہ کو، اے نبی خوب رُو
آپ سا ہو بہو اور کوئی نہیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔ ۲۵)

ترا چہرۂ منور کوئی دیکھ لے جو آتا
اُسے یاد کیا رہے گی بھلا چاند کی جوانی
(منٹھار نبی۔ ۷۲)

آپ جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا
کیسے کہہ دوں کہ کوئی میرے نبی سا ہوگا
(ضیائے مدینہ۔ ۵۱)

نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کے حوالے سے ناصر صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور، پسینہ مبارک، نقشِ قدم، لبِ مقدس، طرزِ تکلم اور خدوخالِ مقدسہ کا ذکر بھی بڑی وارفتگی و شیفتگی سے کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدوخال اس قدر اعلیٰ و ارفع ہیں کہ ناصر صاحب کی آنکھ میں وہ نگینوں کی طرح سج گئے ہیں۔ بلکہ تمام نگینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی روشنی سے چمک رہے ہیں۔

آنکھوں میں مازاغ کا سُرمہ تھا، والفجر جبیں پر سہرا
چہرے پر انوار کی کرنیں اور زلفیں خم دار نہ پوچھو
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۸)

سراپا نور بنا کے جسے یہاں بھیجا
تمام چمکے نگینے اُسی نگینے سے
(حضور پُرنور۔ ۳۴)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے ناصر صاحب کا نخلِ وجود ہی نہیں مہکا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے خزاؤں میں بھی پھول نکھر جاتے ہیں۔

آپ کے پسینے سے جن گلوں کو نسبت ہے
موسمِ خزاں میں وہ اور بھی نکھر جاتے
(منٹھار نبی۔ ۸۷)

ناصر صاحب نے قرآنِ پاک کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ قرار دے کر چہرہ مبارک کے تقدس کو بیان کرنے کی جو روش اختیار کی ہے نہایت عمدہ اور خوب صورت ہے۔

مان لیتا تھا وہ ناصر کہ خدا ہے کوئی
دیکھ لیتا جو شہِ ارض و سما کا چہرہ
(خیرالوریٰ۔ ۴۲)

وہ چہرۂ پُر نور خدا تم کو دکھائے
دل تیرا بتا دے گا خدا ہے کہ نہیں ہے
(ضیائے مدینہ۔ ۱۳)

اُنھوں نے نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ پُرنور کے تقدس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے تاباں کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے۔ ناصر صاحب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کر کے یوں محسوس کرتے ہیں جیسے وہ قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے ہوں:

روئے تاباں محمدؐ کا ہے مرے رو برو ناصرؔ
کلام اللہ کی جیسے تلاوت ہوتی جاتی ہے
(حضور پرنور۔ ۱۵)

نقشِ کفِ پائے محبوب اہلِ عشاق کے لیے قبلہ و کعبہ سے کم نہیں ہوتے۔ کبھی وہ انھیں چومتے ہیں تو کبھی اُن کی مٹی کو اپنی آنکھوں کا سرمہ قرار دیتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوشِ قدم ناصر صاحب کے نزدیک سعادت کی بات بھی ہے اور مبارک گھڑی بھی؛ اسی لیے جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک بخشش کا وسیلہ ہیں۔ ادب و احترام سے معطر اُن کے یہ اشعار دیکھیے:

بخششیں دینے کو آتی ہیں مبارک اُس کو
جانِ عالم کے قدم جس جس کے بھی گھر جاتے ہیں
(کلامِ ناصر۔ ۳۸)

یہی آرزو ہے ناصر کہ وہ آئیں مرے گھر میں
کہ جہاں قدم ہو اُن کا وہ مقام کھل اٹھا ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۹)

جو ملا مقام جس کو وہ ملا ترے کرم سے
تو قدم جہاں بھی رکھ دے وہ مقام جھومتا ہے
(حسنِ حبیب، ۸۷)

جب نظر آتا ہے نقشِ کفِ پا اُن کا
اپنی گردن کو وہیں ہم تو جھکا لیتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔ ۲۶)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد اپنی اُمت کی بخشش کے لیے فکر مند رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں پر تا دمِ آخر اُمتی کی خیر اور مغفرت کی دعاؤں کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ اس سلسلے میں ناصر صاحب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

مانگتے ہیں خیر اکثر لوگ اپنے واسطے
مصطفیؐ کے لب پہ ہے ہر اُمتی کی خیر ہو
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۴)

ناصر چشتی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمِ مبارک کی کیفیت کے بیان کی بجائے

چشمِ کرم کی مسیحائی کے بیان کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اُن کے خیال میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا کر ہماری طرف دیکھیں گے تو ہمارے بجھتے ہوئے چہروں سے مایوسیاں کافور ہو جائیں گی:

جانِ مسیحا کرنا نظرِ کرم خدارا!
دن رات تیری راہیں بیمار دیکھتے ہیں
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۹۸)

اُن کی ناصر نگاہیں کرم ہی کرم
مصطفی خود بڑے مہرباں مہرباں
(حضور پُرنور۔ ۳۷)

کس قدر بجھتے ہوئے چہروں پہ ہیں مایوسیاں
اے مرے آقا اِدھر بھی مسکرا کر دیکھیے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۱۱۰)

اُن کی نظریں جو نہ پڑتیں کسی چہرے پر
کیسے لوگوں کو کوئی اپنا دکھاتا چہرہ؟
(خیرالوریٰ۔ ۴۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیریں دہن تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ کلام فصاحت و بلاغت کی تمام خوبیوں سے متصف تھا۔ ناصر صاحب نے زبانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کی دلکشی کو یوں بیان کیا ہے کہ فصاحت و بلاغت نبی مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی باندی ہے اور یہ تمام دنیاوی علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی ایک بوند کا صدقہ ہیں۔ اس کیفیت کو ناصر صاحب نے اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح سمونے کی کوشش کی ہے:

دو عالم کے بنے راہبر ملا اُمی لقب اُن کو
اسی در پر جھکی آخر فصاحت بھی، بلاغت بھی
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۲)

قرآن و احادیث ترے لہجے کی خوشبو
اِک بوند ترے علم کی یہ علم کے دھارے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۴)

نعت گوشعرانے اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سراپا نگاری کوموضوعِ قلم بنانے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں ناصر چشتی نے بھی نبی نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سراپا نگاری کے بیان کواپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے۔آپ نے زیادہ تر جمالِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب وروح پر مرتب ہونے والے اثرات کونمایاں کرنے کی کوشش کی ہے جب خود ذاتِ باری تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وتوصیف بیان کررہی ہے تو پھر دنیا کی باقی چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وستائش بیان کرنے سے قاصر دکھائی دیتی ہیں۔اس کی وضاحت وہ کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

زمین وآسماں، کرسی، قلم عاجز ہیں مدحت سے
خدا کے بعد جو کوئی بیاں کرتا ہے، قاصر ہے

(حضور پرنور۔ ۶۳)

عہدِ موجود میں جمالِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں کمی کا رجحان بڑھتے ہوئے عصری مسائل ہیں۔عصرِ حاضر میں نعت گوشعرا کی زیادہ تر توجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت نگاری پر مرکوز ہے تاکہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے بیان کی بدولت انقلاب لایا جا سکے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر عاصی کرنالی یوں رقم طراز ہیں:

''آج کی نعت اور مستقبل کی نعت ممکنات کے عہد سے گزر رہی ہے۔عالمی تناظر، عصری مسائل واحوال اور سائنسی حقائق کے اثرات کے تحت اس میں سراپا نگاری کا عنصر نسبتاً کم ہوتا جارہا ہے''۔(۴)

جدید اُردو نعت میں سیرت نگاری کا موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔عہدِ جدید کے تقریباً ہر نعت گوشاعر نے سیرت کے موضوعات پر لکھنے کی سعی کی ہے۔عہدِ قدیم میں زیادہ تر شعرا کی توجہ سراپا نگاری پر مرکوز رہی۔اس بارے میں ڈاکٹر ریاض مجید یوں رقم طراز ہیں:

''جدید اُسلوبِ نعت میں نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسوانح کومستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلم بند کیا گیا نیز پیامِ رسالت اور مقصدِ رسالت، تمدن ومعاشرت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اور بنی نوعِ انسان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی ضابطۂ حیات کے تعارف وتذکار کی

طرف توجہ دی گئی''۔(۵)

قیامِ پاکستان کے بعد نعت گوشعرانے جدید اندازِ نعت کواپنایا تاکہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک کے اوصاف دنیا کے سامنے لائے جاسکیں۔عصرِ حاضر کے نعت گوشعرا کا یہ اولین فرض تھا کہ سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف پہلوؤں کواجاگر کر کے سیرتِ طیبہ کا پرچار کیا جائے۔یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اسلام محض عبادات کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اسلام محض توحید کا نام نہیں بلکہ توحید ورسالت مل کر اس کی اساس بنتے ہیں۔اس ضمن میں ناصر چشتی یوں بیان کرتے ہیں:

فقط توحید ہی شرطِ مسلمانی نہیں واللہ!
رسالت کا جو منکر ہے یقیناً وہ بھی کافر ہے

(حضور پُرنور۔ ۶۳)

اس سلسلے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''اگر مذہب صرف خدا کے اعتراف کا نام ہے تو بحث یہیں تک رک جاتی ہے لیکن جب اقرارِ نبوت بھی جزوِ مذہب ہے تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حاملِ وحی اور سفیرِ الٰہی تھا، اس کے حالات، اخلاق اور عادات کیسے تھے۔''(۶)

نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمانوں کی بہت زیادہ خاطر تواضع فرماتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف مسلمانوں کی مہمان نوازی فرماتے تھے بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ناصر چشتی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہمان نوازی کو اپنے اشعار میں یوں قلم بند کیا ہے۔

بستر کو ہی دھویا نہیں، دل دھو دیا کیسے
سرکار کے اِک رات کے مہمان سے پوچھو؟

(ضیائے مدینہ۔ ۴۹)

شہرِ مدینے جانے والو! تم کو لاکھ مبارک ہو
تم کو خود مہمان کیا ہے شہرِ مدینے والے نے

(خیر الوریٰ۔ ۲۵)

سرورِ دنیا و دیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے سخی اور فیاض تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔مثلاً ایک دفعہ مالِ غنیمت میں کچھ کھجوریں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کھجوریں غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی بے مثل تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں جہانوں کے سخی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کے چرچے زبان زدِ عام ہیں۔ناصر صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کے بیان کو اپنے شعروں میں کچھ اس طرح ڈھالا ہے۔

بنا دیتے ہیں سائل کو سکندر وہ زمانے کا
کریمی ہو تو ایسی ہو، سخاوت ہو تو ایسی ہو

(حضور پُرنور۔۵۵)

تو جو دیتا ہے تو احسان جتاتا ہی نہیں
اے سخی! تیری طرح یوں عطا کون کرے

(حسنِ حبیب۔۱۹۸۷، ۷۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانوں کے ساتھ بھی مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنی امت کی بخشش کے لیے فکر مند رہتے تھے حتیٰ کہ آخری وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر امتی امتی کے الفاظ تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک سے مہر و محبت سے پیش آتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی انسانیت کی دل جوئی و غم گساری نہیں کر سکتا۔ناصر صاحب کے نزدیک اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے حامی و مددگار اور غم گسار نہ ہوتے تو ہم در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو اٹھ کر اور غاروں میں جا کر ہماری بخشش و مغفرت کی دعائیں فرماتے تھے۔ناصر چشتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیوں اور کرم نوازیوں کا ذکر اپنے اشعار میں یوں کرتے ہیں۔

تو نہ روتا کبھی غاروں میں ہماری خاطر
غم گداؤں کا اگر تجھ کو گوارا ہوتا!

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵، ۱۰۳)

نام کے مہرباں تو ہزاروں اب بھی موجود ہیں اس جہاں میں
جس طرح آپ کرتے ہیں کوئی کرتا یوں مہربانی نہ دیکھا

(خیر الوریٰ۔۵۵)

ہم یتیموں کی طرح ٹھوکریں کھاتے پھرتے
تو جو حامی نہ مرے آقا ہمارا ہوتا

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵، ۱۰۲)

نبی اول و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پاکیزہ تھی۔تجارت ہو یا سیاست، عبادت ہو یا ریاضت، سپہ سالار ہو یا معلم، شوہر ہو یا حکمران الغرض زندگی کے ہر شعبے میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی درکار ہے۔آنحضرت ﷺ کے بچپن، لڑکپن اور جوانی کی نظیر اس دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ناصر چشتی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت نگاری کو اپنے اشعار میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

فرش سے تا بہ عرشِ معلیٰ آپ کا کوئی ثانی نہ دیکھا
ایسا بچپن، لڑکپن نہ دیکھا، ایسا رنگ جوانی نہ دیکھا

(خیر الوریٰ۔۵۵)

نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک ایک پہلو بے مثل ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ فرماتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔ناصر چشتی نے اس ضمن میں کئی نعتیہ اشعار کہے ہیں۔

وہ اپنوں پہ کتنا مہربان ہو گا
جو دشمن کو اپنے دعا دے رہا ہے

(ضیائے مدینہ۔۴۷)

دیکھے ہیں ترے قدموں پہ سر اہلِ ستم کے
تلوار مگر تیرے کبھی ہاتھ نہ دیکھی

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۶۵)

اپنی چادر کو بچھا دیتے ہیں غیروں کے لیے
جاں کے دشمن کا بھی وہ ایسے بھلا کرتے ہیں

(سُرورِ جاوداں۔ ۴۲)

اسلام سے پہلے دنیا جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔معمولی معمولی باتوں پر شروع ہونے والی لڑائیاں نسل در نسل جاری رہتی تھیں۔تہذیب نام کی کوئی چیز نہ تھی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔الغرض پورا عرب معاشرہ تنزلی کا شکار تھا۔پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انسانوں کو اخوت اور امن وآشتی کا پیغام دیا۔ناصر صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسان دوستی اور محبت کے پیغام کو اپنے کلام میں یوں سمویا ہے۔

ابنِ آدم کو سکھلائی ہے آپ نے
دوستی آشتی، بندگی یا نبیؐ!

(حضورِ پُرنور۔ ۲۳)

ناصر چشتی کو یقینِ واثق ہے کہ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اُنھیں آخرت کے عذاب سے بچالے گی۔جب فرشتے انھیں سزائیں دینے کے لیے دوڑیں گے تو کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں اپنے دامنِ رحمت میں چھپالیں گے۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت پر یقینِ کامل رکھتے ہیں۔اس کا اظہار وہ شعر کے خوب صورت قرینے میں یوں کرتے ہیں۔

دوڑیں گے فرشتے ہمیں دینے کو سزائیں
سینے سے لگالیں گے پیا اور زیادہ !

(حضورِ پُرنور۔ ۲۹)

ناصر چشتی کے نزدیک شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے گناہ گاروں کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔اس لیے وہ بھی اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زنجیر کھٹکانے پر مجبور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامانِ کرم سے لپٹنے کی اُمید انھیں مایوس نہیں ہونے دیتی۔اس سلسلے میں اُن کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ڈھانپ لیتے ہیں وہ دامانِ کرم سے ناصر
ہم سیہ کار اگر کوئی خطا کرتے ہیں

(سُرورِ جاوداں۔ ۴۳)

اے دیس عرب والے قدموں میں بلا لینا
پُرعیب کو رحمت کے دامن میں چھپا لینا

(حسنِ حبیب۔۱۹۸۷ء،۷۰)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری انسانیت کو عزت وعظمت عطا کی۔زمانۂ جہالت میں کسی کی عزت وناموس محفوظ نہ تھی،شرافت نے بزدلی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا اور چوری سینہ زوری بن گئی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کر کے معاشرے کو عزت وتکریم سے نوازا۔ناصر صاحب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشرتی انقلاب کی خوب ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔

آپ آئے بزمِ عالم میں شرافت بڑھ گئی
ذلتیں رسوا ہوئی ہیں،سب کی عزت بڑھ گئی

(حضورِ پُرنور۔۵۱)

اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت کے بارے میں ہمیں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درس دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے تمام عظمت و بڑائی اُسی خدائے یکتا کے لیے ہے۔ناصر چشتی کے نزدیک خدا کی عظمتوں کا ادراک صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی ہی کر سکتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔جس طرح خدا کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔اس بارے میں اُن کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

خدا کی عظمتیں کیا ہیں محمد مصطفی جانے
مقامِ مصطفی کیا ہے محمد کا خدا جانے

(کلامِ ناصر۔مرتبہ:شفیق مجاہد۔۲۵)

ناصر صاحب کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا علم ذاتِ الٰہی کو ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام کا مرتبہ بھی بہت بلند ہے۔ناصر چشتی کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام مر کر امر ہو جاتے ہیں اور وہ زمان ومکاں کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت اور عقیدت

رکھتے ہیں۔ناصر چشتی بھی سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات کو وہ اپنے شعر میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

زمیں میلی نہیں ہوتی زمن میلا نہیں ہوتا
محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا
(کلامِ ناصر۔مرتبہ:شفیق مجاہد۔ص:۱۰)

ناصر چشتی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نبیِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے زمین وآسمان پر ہورہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں اُس کا ایک نام نور بھی ہے۔قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

’’یعنی اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا‘‘۔(۷)

اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نور کہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے چرچے ہر جگہ ہورہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی روشنی پورے عالم پر محیط ہے اس حوالے سے ناصر صاحب کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

کوچے کوچے میں تیرے ہی اذکار ہیں
نور پھیلا ترا کارواں کارواں
(حضور پُرنور۔۳۶)

اِک نام ہے انھی کا جس کے ہیں چرچے ناصر
اِک نور ہے کہ جس کی عالم میں روشنی ہے
(سُرورِجاوداں۔۲۹)

ناصر صاحب کے ہاں سیرتِ طیبہ کے محاسن وکمالات کے حوالے سے کثیر تعداد میں اشعار موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کو اس امر کا احساس ضرور ہے کہ خیر البشر کے اوصاف بیان کرنا حدِ امکان سے باہر ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین وآسمان کی ہر چیز میں موجود ہیں۔اُسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن کے ذکر کو ناصر صاحب اپنی نعت کی امتیازی خوبی قرار دیتے ہیں۔سیرتِ طیبہ کا ایک ایک پہلو افراد کی عملی تربیت کے لیے مینارۂ نور کا درجہ رکھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا وقت کا اہم تقاضا ہے۔بقول جی اے حق محمد:

’’فرد کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ اپنے علم وعمل سے اپنے آپ کو منوائے کیوں کہ سیّد الانبیا نے اپنی ابتدائی زندگی کا بہت بڑا حصہ اپنی ذات کی تعمیر میں اس طرح صرف

فرمایا کہ اُس وقت کے فساد زدہ معاشرے میں امین وصادق کی حیثیت سے مانے گئے‘‘۔(۸)

ناصر صاحب کے ہاں سیرت کا بیان محض الفاظ کی حد تک نہیں بلکہ وہ عملی طور پر سیرت کے ایک ایک پہلو کو اپنے اندر اُتارنے کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔اس خواہش کی تکمیل کے لیے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناگزیر ہے۔’غلامیِ رسول میں موت بھی قبول ہے‘ کا نعرہ اُن کے ہاں محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ وہ اس کے لیے عملی طور پر کوشاں نظر آتے ہیں۔عشق ووارفتگی سے سرشار اُن کے خوب صورت اشعار ملاحظہ ہوں:

رسولِ عربی کی وہ غلامی الٰہی سب کو نصیب کرنا
کہ ہو اشارہ نبی کا جس دم، ہو اُس کے قدموں میں سر ہمارا
(کلامِ ناصر۔۴۴)

جب نظر آتا ہے نقشِ کفِ پا اُن کا
اپنی گردن کو وہیں ہم تو جھکا لیتے ہیں
(سُرورِجاوداں۔۲۶)

جانِ مسیحا! کیا بتلاؤں لوٹ لیا بس ایک ادا نے
دل کو کیسے کرگیا گھائل تیری نظر کا وار نہ پوچھو؟
(سُرورِجاوداں۔۱۸)

مری زندگی کا حاصل تیرے در کی چاکری ہے
تیرا نام لے کے جینا یہی مری زندگی ہے
(سُرورِجاوداں۔۲۸)

تحمل وبرداشت کے حوالے سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سفرِ طائف میں پتھروں کی بارش ہوئی، سرمبارک سے خون بہا، نعلین مبارک تک آگیا مگر ہاتھ اُٹھائے ہوئے عرض کیا، اے اللہ! میری قوم کو ہدایت نصیب فرما کہ یہ لوگ نہیں جانتے، علم نہیں رکھتے۔ناصر چشتی طائف کے منظر کو دیکھتے ہوئے یہ کہنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحمل وبرداشت بہت زیادہ تھی اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔

طائف کے سارے آ گئے منظر نگاہ میں
میں جب کسی بھی بات پر غصے میں آ گیا

(حسنِ کامل۔۸۰)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور اہم موضوع نسبت ہے۔نسبت کے معنی لگاؤ، تعلق یا کسی منسوب چیز کے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کا اظہار ہر مسلمان اپنے اپنے انداز میں پیش کرتا ہے۔اس حوالے سے نعت گو شعرا نے نسبتِ نبی کا اظہار بڑے والہانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ہر نعت گو شاعر نسبتِ نبی کے اظہار کو اپنے لیے سعادت مندی اور فخر وانبساط کا باعث سمجھتا ہے۔سیّد ناصر چشتی کے ہاں بھی نسبت کا موضوع بڑا اہم ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے منسوب چیزوں کو اپنے لیے زندگی کا سرمایہ گردانتے ہیں۔اُن کے پاس اگرچہ نیکیوں کا انبار نہیں ہے لیکن وہ اس بات پر خوش ہیں کہ اُن کا شمار نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعت خوانوں میں ہوتا ہے۔ناصر صاحب نسبتِ نبی کے حوالے سے اپنی نعتوں میں مدینہ منورہ کے اوصاف، خاکِ پائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت، گنبدِ خضرا کی عظمت ورفعت، غارِ حرا کے تقدس، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جالیوں، مسجدِ نبوی کی شان وشوکت، عہدِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نعلینِ مبارک کے ذکرِ خیر کو بڑی اہمیت وفضیلت دیتے ہیں۔سیّد ناصر چشتی نسبتِ نبی کو عطیۂ خداوندی قرار دیتے ہوئے یوں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں:

شکر ہے کہ ترے گداؤں میں
اس گدا کا بھی نام آتا ہے

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۴۹)

رسولِ اعظم، امامِ اول ہو ٹوٹے دل کے تمھیں سہارا
ہے نعت خوانی مرا تعارف میں نام لیوا ہوں بس تمھارا

(کلامِ ناصر۔۴۴)

ناصر صاحب کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہی دونوں جہانوں کی دولت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت دنیا ومافیہا میسر آنے سے نہ صرف بہتر ہے، بلکہ

ہماری بخشش کا بھی وسیلہ ہے:

زمانہ چاہے خدا کی مرضی، خدا ہے اُن کی رضا پہ راضی
ہماری بخشش کو بس ہے کافی، رسولِ اکرم کا اِک اشارہ

(کلامِ ناصر۔۴۴)

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جن لوگوں نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کیا، کامیابیوں اور کامرانیوں نے اُن کے قدم چومے۔سیّد ناصر چشتی اپنی کامرانیوں کو نسبتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بلاشبہ باعثِ فخر وانبساط ہے جس سے ناصر صاحب ہی نہیں بلکہ دونوں عالم مستفید ہو رہے ہیں۔

تیرے نام نے عطا کی مرے نام کو بھی عظمت
تیرا نام ساتھ ہو تو میرا نام جھومتا ہے

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۸۸)

دو جہاں منسوب ہیں جس دل ربا کے نام سے
اوڑھ کر خیر البشر کا وہ نقاب آنے لگا

(سُرورِ جاوداں۔۳۵)

ناصر چشتی کے نزدیک نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کئی حوالوں سے اہلِ عشاق کے لیے اہمیت کی حامل ہے۔اہلِ عشاق اسے اپنی خوش بختی اور اعزاز کے ساتھ ساتھ شعور وآگہی کا باعث بھی سمجھتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا میں جنگ وجدل اور جہالت کا دور دورہ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی وجہ سے یہ دنیا رشکِ جنت بن گئی۔شعری مثالیں ملاحظہ کریں:

آپ آئے تو حسنِ شعور آ گیا
رشکِ جنت زمیں بن گئی یا نبی!

(حضور پُرنور۔۲۳)

پوچھے گا یہی بات سرِ حشر خدا بھی
ناصر تو محمد کا گدا ہے کہ نہیں ہے

(ضیائے مدینہ۔۱۴)

وہ نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوامی نسبت کو اصلِ ایمان گردانتے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اصل ایمان کا محور تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔

ایمان ہے کیا چیز یہ قرآں نے بتایا
ایمان کی وہ جان ہیں، قرآن سے پوچھو

(ضیائے مدینہ۔ ۴۹)

سرکار اگر تجھ کو ہر چیز سے پیارے ہیں
اکمل ہے یقیں تیرا ایمان مکمل ہے

(خیرُ الورٰی۔ ۶۱)

غارِ حرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا ایک اور معتبر حوالہ ہے۔ غارِ حرا وہ جگہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے ریاضت وعبادت کے لیے ستو اور پانی لے کر جاتے تھے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اسی جگہ حضرت جبریلِ امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی لے کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیے جانے کی خوشخبری دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی ''اقرا'' نازل ہوئی جس سے علم کی اہمیت واضح ہے۔ علم کی بدولت انسانوں کو فرشتوں پر ترجیح دی گئی۔ ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ غارِ حرا کی زیارت ضرور کریں کیوں کہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کی والہانہ عقیدت کا مظہر ہے۔ غارِ حرا سے علم ونور کی وہ کرن پھوٹی جس نے بلاشبہ ساری دنیا کو منور کر دیا۔

ناصر صاحب بھی غارِ حرا کے تقدس کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اہلِ عشاق کے نزدیک غارِ حرا انتہائی ادب کا مقام ہے۔ ناصر صاحب کے نزدیک غارِ حرا نہ صرف انسانوں کے لیے ادب و عقیدت کی جگہ ہے بلکہ فرشتے بھی یہاں بڑے ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ اس منظر کو وہ اپنے الفاظ میں یوں پیش کرتے ہیں:

پہروں سوچا ہے لبِ غارِ حرا پر میں نے
کس عقیدت سے یہاں جبریل بھی آتا ہوگا

(ضیائے مدینہ۔ ۵۲)

ناصر صاحب کے نزدیک جس طرح اہلِ ایمان حجرِ اسود کو بوسہ دینا اپنی خوش بختی تصور

کرتے ہیں۔ اسی طرح جبریلِ امین بھی غارِ حرا کے بوسے کو اپنی خوش بختی خیال کرتے ہیں۔ نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کی سرزمین کو بالعموم اور غارِ حرا کو بالخصوص مقدس ومحترم بنا دیا ہے۔

عرب کی سرزمیں ساری نبی نے محترم کر دی
لیے جبریل نے آ کر حرا کے غار کے بوسے

(سُرورِ جاوداں۔ ۳۱)

ہر نعت گو شاعر اپنی نعتوں کو ذکرِ شہرِ مدینہ سے مزین کرتا ہے کیوں کہ مدینے سے قلبی لگاؤ اور جذباتی وابستگی دراصل ہر مسلمان کی مدینے سے عقیدت ومحبت کا مظہر ہے۔ مدینے میں رہنے کی تمنا اور مدینے میں مرنے کی تمنا ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے۔ اس لیے نعت گو شعرا سگِ مدینہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ نسبت کے حوالے سے ناصر چشتی نے بھی اپنی نعتوں کو مدینے کے ذکر سے آراستہ وپیراستہ کیا ہے۔ انھیں مدینہ کی فضائیں، ہوائیں، بادل، گلیاں، ساعتیں، خاک، زمین، ذرات، آب وہوا، شجر وحجر، مسافت، رستے غرض کہ ہر چیز سے بے حد محبت ہے۔ اُن کے نزدیک شہرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنگین فضاؤں کو دیکھنے کے لیے اگر جنت کے باسی بھی آ جائیں تو وہ بھی مدینہ دیکھ کر جنت بھول جائیں گے۔ شہرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی تو ہر عاشق کی زندگی ہے۔ مدینہ منورہ کے لیے ناصر صاحب کے دل میں جو تڑپ ہے وہ اشعار سے صاف ظاہر ہے۔

تیرے طیبہ کی مٹی نرالی تیرے طیبہ کی رنگیں فضائیں
جس کی ناصر فضا دیکھنے کو عرشِ اعلیٰ کے باسی بھی آئیں

(حضور پُرنور۔ ۳۹)

اگر جنت کے باسی بھی مدینے شہر میں اتریں
مدینہ دیکھ کر واللہ! جنت بھول جائیں گے

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۶۱)

مدینہ پاک کی سرزمینِ مبارک نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدس باعثِ تکوینِ کائنات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناصر صاحب کی پریشان نظر بھی مدینے کی جانب لگی ہوئی ہے اور وہ مدینے کی گدائی کو دنیا کی سکندری پر ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ آپ ایک عاشقِ صادق ہیں۔ آپ کے دل میں سگانِ کوچۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیارِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خار کا بھی بے حد احترام موجود ہے۔ نسبتِ

مدینہ کی خوشبو سے معطر اُن کے اشعار ملاحظہ ہوں:

پھر تصور میں آیا مدینہ پھر بہاروں کی محفل جمی ہے
پھر نظر ہے پریشاں پریشاں پھر مدینے کی جانب لگی ہے
(حضور پُرنور۔ ۳۸)

شہرِ بطحا کی فقط مجھ کو گدائی دے دے
میں نہیں کہتا مجھے مولا سکندر کر دے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۶۳)

کتنا اچھا کتنا پیارا نور ہی نور مدینہ ہے
چین سکون قرار کا مخزن امن کا بھی گہوارہ ہے
(ضیائے مدینہ۔ ۲۵)

خدا کا یہ محبوب ترین شہر ناصر صاحب کو بھی بے حد محبوب ہے اور یہ طیبہ نگر اُن کے لیے باعثِ سکونِ قلب ہونے کے ساتھ ساتھ امن کا گہوارہ بھی ہے۔ مدینہ میں ہر وقت نور اور رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی مدینے میں حاضری کی تمنا کرتے ہیں۔

ناصر چشتی مدینہ کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتے ہیں۔ مدینہ منورہ کو دیکھ کر اہلِ ایمان کو اطمینانِ قلب اور دلی راحت نصیب ہوتی ہے اور دیارِ غیر کے منظر فوراً اُن کے دل سے اُتر جاتے ہیں۔ علامہ اقبال کو مغربی تہذیب دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ لیکن جب آپ نے مغربی تہذیب دیکھی تو وہ بالکل کھوکھلی تھی۔ آپ مغربی تہذیب سے بالکل مایوس ہو گئے کیوں کہ اہلِ مغرب جنسی بے راہ روی اور دیگر معاشرتی برائیوں کا شکار تھے۔ آپ کو مغربی تہذیب بالکل متاثر نہ کر سکی کیوں کہ آپ کی آنکھوں میں مدینہ و نجف کا سرمہ تھا۔ ناصر صاحب کے نزدیک بھی مدینہ منورہ کو دیکھ کر بے حد سکون ملتا ہے اور نسبتِ شہرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے وہ دوسری تہذیبوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ انھیں صرف درِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر سکون ملتا ہے اور مغرب کی ہوا راس نہیں آتی۔ درج ذیل اشعار اُن کے جذبات کی خوب ترجمانی کرتے ہیں:

شہرِ رسول دیکھ کر اتنا سکوں ملا
دل سے دیارِ غیر کے منظر اُتر گئے
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۰)

ہوا مغرب کی راس آتی نہیں اُن کے غلاموں کو
اگر چلنا ہے تو سرکار کے در پر چلو لوگو
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۵۰)

ناصر صاحب کے نزدیک مدینہ طیبہ رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ دنیاوی مال و دولت کا مرکز بھی ہے۔ آپ کے نزدیک ساری دنیا کو مدینہ کے توسل سے لنگر دیا جا رہا ہے اور مدینہ کے خزانوں سے اُن کے وظیفے بھی جاری ہیں۔

ہمیں تو جو بھی ملا ہے، ملا مدینے سے
وظیفے جاری ہوئے ہیں ترے خزینے سے
(حضور پُرنور۔ ۳۴)

ہجر ہر عاشق کو بے چین کر دیتا ہے۔ ہجر کا احساس جذبۂ عشق کو فزوں تر کرتا ہے۔ محب کو محبوب کی ہر چیز پیاری لگتی ہے اور عاشق اپنے محبوب کی یادوں میں گم رہتا ہے۔ ناصر صاحب کو دنیا میں مدینے کی باتیں سننے کے علاوہ اور کوئی بات اچھی نہیں لگتی اور وہ خیالوں میں مدینے کی زیارت کرتے رہتے ہیں۔ عشق و وارفتگی میں ڈوبے یہ اشعار اُن کے جذبۂ عشق کے غماز ہیں۔

سنا کچھ اور بھی باتیں مدینہ کی ہمیں زائر
ہمیں شہرِ رسالت کی زیارت ہوتی جاتی ہے
(حضور پُرنور۔ ۱۵)

ناصر چشتی کی بے چین حسرتوں کو قرار مدینے میں ہی نصیب ہوتا ہے اور وہ مدینے سے دور نہیں رہ سکتے۔ وہ کسی نہ کسی بہانے سے مدینے جانے کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔ اُن کی شدید خواہش ہے کہ کاش ہوا انھیں اُڑا کر مدینے کی گلیوں میں لے جائے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظارہ کریں۔ اس کا اظہار وہ شعروں میں اس طرح کرتے ہیں:

مری بے تاب حسرت کو قرار آ جائے گا ناصر
ہوا لے جائے گر مجھ کو اُٹھا کر ان کے کوچے میں
(ضیائے مدینہ۔ ۵۸)

دیکھ لوں کاش! میں بھی مدینہ، ورنہ جینا بھی جینا نہیں
اب درِ مصطفیٰ کے علاوہ کیا کروں دل سنبھلتا نہیں ہے

(منٹھار نبی۔۷۷)

عام طور پر انسان سفر کی صعوبتوں سے پریشان ہو جاتا ہے اور سفر کی تھکاوٹ اُسے نڈھال کر دیتی ہے لیکن مدینے کا سفر ہر بار بڑا دلچسپ اور پُرکشش ہوتا ہے۔ ناصر صاحب کے سارے غم مدینے جا کر دور ہو جاتے ہیں اور وہ ہر قسم کی فکر اور پریشانی سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ انھیں سفر کے دوران پیش آنے والے تمام رنج و محن مدینے میں بھول جاتے ہیں اور دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی غم بھی اُن کے دامن گیر نہیں ہوتا۔

جاتے ہیں بھول سارے رنج والم وہاں پر
منہ سے نہ نکلے ہائے دربارِ مصطفیٰ میں!

(ضیائے مدینہ۔۷۰)

ناصر صاحب نے ایک مہجور عاشق کی مدینہ سے وابستگی کی خواہش کا اظہار کچھ یوں کیا ہے:

الٰہی کرم کر تو ناصر پہ اتنا
پھرے آنکھ میں ہی سجائے مدینہ

(خیرالوریٰ۔۱۲۲)

ناصر صاحب نے مدینہ میں حاضری کو وجہِ سکونِ قلب قرار دیا ہے کیوں کہ اس میں کیف وسرور کی مستی بھی ہے اور اجر و ثواب بھی۔ جب مدینہ کی حاضری کا یہ شوق اور تڑپ ہے اور یہ مسافت اس قدر باعثِ خیر و برکت اور فیض رساں ہے تو وہ راستے جو مدینے جیسی سرزمینِ مقدسہ میں داخلے کا موجب ہیں کس قدر مبارک ہوں گے۔ مدینے کی گلیوں کی بابت ناصر صاحب بڑے محتاط دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان گلیوں کے تقدس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے قدم بڑے سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں۔ اُنھیں یہ اندازہ ہے کہ یہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہیں۔ اِن گلیوں سے اُن کی عقیدت دراصل شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے۔ وہ ان گلیوں کے کانٹوں کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لینے کے خواہش مند دکھائی دیتے ہیں۔ اس بارے میں اُنھوں نے جو استدلال پیش کیا ہے اس کا جواب نہیں۔ اُن کے نزدیک

مدینے کی گلیوں سے بڑھ کر حسیں دنیا کی کوئی چیز نہیں اور وہ اہلِ عشق کی زباں میں جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

جنت ہے ترے شہر کا اِک عام سا کوچہ
یہ سوچ کے جنت نہیں مانگی ترے در سے

(ضیائے مدینہ۔۵۴)

مدینے کی گلیاں مدینے کی بستی
ہے جنت سے بڑھ کر حسیں اللہ اللہ!

(کلامِ ناصر۔۳۸)

برسات ہے جلووں کی مدینے کی گلی ہے
فردوس کا منظر ہے کہ کوچۂ نبی ہے

(خیرالوریٰ۔۱۱۹)

ناصر صاحب کے ہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا ایک اور حوالہ مدینہ طیبہ کی شاداب فضائیں ہیں۔ اُن کے خیال میں مدینہ کی فضائیں بڑی پیاری اور دلکش ہیں۔ ان فضاؤں میں عجیب طرح کی کیف و مستی اور سرور ہے اور شہرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادِ نسیم کے جھونکے اُن کے دل کو ترو تازہ کرتے ہیں۔ خوشبوؤں سے معطر ان فضاؤں کی آپ نے بڑے والہانہ انداز میں منظر کشی کی ہے۔

بڑی دل رُبا ہے فضائے مدینہ
لدی خوشبوؤں سے ہوائے مدینہ

(خیرالوریٰ۔۱۲۱)

فضائے ارضِ مدینہ اس لیے بھی معطر ہے کہ یہاں ہر روز نورانی فرشتے اترتے ہیں اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

ترے طیبہ کی مٹی نرالی تیرے طیبہ کی رنگیں فضائیں
جس کی ناصر فضا دیکھنے کو عرشِ عالی کے باسی بھی آئیں

(حضور پُرنور۔۳۹)

احادیث میں وارد ہے کہ مدینہ منورہ کو فرشتوں نے اپنے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے۔ اس سلسلے میں امام احمد بن حنبلؒ ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مدینہ کو فرشتوں نے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے۔ اس کے ہر راستے پر دو فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوں گے''۔ (۹)

مذکورہ بالا حدیث کو ناصر صاحب شعر میں یوں بیان کرتے ہیں:

اِک وہ بستی ہے محفوظ دجال سے، نسبتیں ہیں جسے ہاشمی لال سے
باخبر ہے غلاموں کے جو حال سے، وہ خدا کا یگانہ مدینے میں ہے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۱۳)

اسی باعث ناصر صاحب مدینے میں پناہ لینے کے آرزومند دکھائی دیتے ہیں تاکہ وہ تمازتِ دنیا کے خوف سے بے نیاز ہو جائیں اور اُن کے دل کو طراوت نصیب ہو۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

طیبہ کی ہوا نے ہی چین دل کو بخشا ہے
طیبہ کی ہوا نے ہی گلستاں نکھارے ہیں
(خیر الوریٰ۔ ۱۴)

سرکار نے ہی رشکِ جناں شہر دکھایا
ناصر کو مدینے میں جگہ آپ ہی دیں گے
(خیر الوریٰ۔ ۹۳)

ناصر کا مدینے میں ہو مدفن مرے مولا
واں خلد کی لگتی ہے ہوا اور زیادہ
(حضور پُرنور۔ ۲۹)

ناصر چشتی کے نزدیک شہرِ مدینہ کا رتبہ حرم سے کم نہیں ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسے اپنا مسکن بنایا:

حرم سے کم نہیں رتبہ تمھارا تجھے مسکن بنایا ہے نبیؐ نے
(حضور پُرنور۔ ۷۴)

سیّد ناصر چشتی نے مدینہ منورہ سے جس طرح والہانہ عقیدت کا اظہار کیا ہے اُس کا

خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ بے مثل شہر ہے جس کی فضائیں دل ربا اور ہوائیں خوشبوؤں سے لدی ہوئی ہیں۔ اس کی زیارت سے دل مسرور ہو جاتے ہیں؛ یہاں سارے دکھ کافور ہو جاتے ہیں؛ اس کی گلی جنت کا کوچہ ہے؛ یہ شہر رشکِ جناں ہے اور یہ شہر انسان وملائک کے لیے باعثِ اطمینانِ قلب ہے۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے اس کو یہ فضیلتیں نسبتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ملی ہیں۔ اس لیے انسان وملائک مدینہ کو اپنا مسکن بنانا چاہتے ہیں اور کئی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی گلیوں میں اس لیے مدہوش پڑے ہیں کہ انھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطف وعنایت اور نظرِ کرم عطا ہو جائے اور اُن کی زندگی سنور جائے۔ ناصر چشتی نے اس منظر کو کچھ یوں بیان کیا ہے:

انسان وملائک ہیں خدام محمد کے
مدہوش کئی دیکھے منصور مدینے میں
(حضور پُرنور۔ ۷)

اُن کے نزدیک مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات بھی اسی نسبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر ہیں۔

طیبہ میں بتاؤں کیا دربار کا عالم ہے
دربار پہ مولا کے انوار کا عالم ہے
(حضور پُرنور۔ ۱۰)

گنبدِ خضرا ہر دور میں نعت گو شعرا کے لیے انوار وتجلیات کا مرکز رہا ہے اور اہلِ عشاق کے لیے انتہائی ادب واحترام کا مقام ہے۔ ناصر صاحب کے نزدیک گنبدِ خضرا سے نکلنے والی نور کی شعاعیں نہ صرف اُن کے دل کو منور کرتی ہیں بلکہ اُن کی ہر دلی تمنا بھی یہیں پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اُنھوں نے گنبدِ خضرا کو نعت میں باقاعدہ موضوع کے طور پر برتا ہے اور وہ گنبدِ خضرا کی اہمیت وفضیلت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس کا اظہار وہ اپنے اشعار میں بڑے خلوص کے ساتھ کرتے ہیں۔ گنبدِ خضرا سے اُن کا قلبی لگاؤ دراصل سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت کا اظہار ہے۔

تو کتنا خوب صورت ہے، حسیں ہے، گنبدِ خضرا
فلک بھی سامنے تیرے زمیں ہے، گنبدِ خضرا
(خیر الوریٰ۔ ۱۲۷)

اس قدر برستا ہے نورِ سبز گنبد پر

رات کو بھی بٹتی ہے روشنی، مدینے میں

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۱۱)

گنبدِ خضرا کی زیارت سے دلوں سے دنیاوی لذات وخواہشات کے زنگ اُترنے لگتے ہیں؛ عشاق کے دل قرار پاتے ہیں اور اُن کے سینوں میں ایمان کا نور اُترنے لگتا ہے۔ ناصر صاحب گنبدِ خضرا کے حوالے سے اپنے محسوسات یوں بیان کرتے ہیں:

کس شان سے مہکی میری قسمت کی کلی ہے

اُٹھی جو نظر میری تو گنبد پہ پڑی ہے

(خیرالوریٰ۔۱۱۹)

مرے جیسے ہزاروں دل فگاروں کو قرار آیا

جو آئیں چھو کے روضے کو ہوائیں یارسول اللہ!

(حضور پُرنور۔۵۹)

ناصر صاحب کے نزدیک گنبدِ خضرا کی ہریالی دلوں کی ویرانیوں کو شادابیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ ہریالی زندگی میں بہار کا باعث بنتی ہے لیکن وہ سبز گنبد کی وجہ سے مال و دولت کی ہریالی کی بات کرتے نظر آتے ہیں۔ گنبدِ خضرا اُن کے نزدیک محورِ دنیا و دین ہے اور دنیا و دین کے سارے خزانے گنبدِ خضرا کے طفیل ملتے ہیں۔ اس کا اعتراف وہ کچھ یوں کرتے ہیں:

تری ہریالیوں میں ہیں خزانے دین و دنیا کے

کہ تو ہی محورِ دنیا و دیں ہے، گنبدِ خضرا

(خیرالوریٰ۔۱۲۸)

گنبدِ خضرا کی زیارت کے ثمرات کے علاوہ ناصر صاحب کے دل میں بے حد و حساب تمنائیں موجود ہیں جن میں گنبدِ خضرا کی شان و شوکت بڑے بھرپور طریقے سے اُبھر کر سامنے آئی ہے۔ وہ اس مقدس گنبد کو حبسِ جاں سے رہائی کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ انھیں یقینِ واثق ہے کہ صاحبِ گنبدِ خضرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستگی ہی فلاحِ انسانی کا باعث بن سکتی ہے۔ وہ زندگی بھر کی ندامت کے داغ دھونا چاہتے ہیں۔ الغرض گنبدِ خضرا سے اُن کی بے شمار خواہشات وابستہ ہیں جن کا اظہار اُنھوں نے شعروں کے خوب صورت قرینے میں کیا ہے۔

کہاں جاتے ہو طیبہ سے یہی آواز آتی ہے

یہیں ہے گنبدِ خضرا، یہیں ہے گنبدِ خضرا

(خیرالوریٰ۔۱۲۷)

گنبدِ خضرا کی عظمت کا ایک حوالہ یہ بھی ہے کہ یہ نہ صرف روئے زمین پر عظمت کا نشان ہے بلکہ فرشتے بھی گنبدِ خضرا کو نگاہِ رشک سے تکتے ہیں۔ اس کی عظمت کا اندازہ زمین و آسماں کے باسی نہیں لگا سکتے۔

فرشتے ہوں کہ انساں ہوں زمانے میں کسی کو بھی

تری عظمت کا اندازہ نہیں ہے گنبدِ خضرا

(خیرالوریٰ۔۱۲۷)

زمانے بھر کو رکھتا ہے جو روشن روشنائی سے

ترے جیسا وہ سورج بھی نہیں ہے گنبدِ خضرا

(خیرالوریٰ۔۱۲۸)

آئی ہو سبز گنبد کو چھو کر اے صبا! شکریہ مہربانی!

بانٹ دی ہے فضاؤں میں مستی، شکریہ اے ہوا مہربانی!

(کلامِ ناصر۔۲۷)

ناصر چشتی کا گنبدِ خضرا کی تمنا کا سفر روضے کی جالیوں پر آ کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اِن مبارک جالیوں کو دیکھ کر نہ صرف اُن کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں بلکہ اُن کے دل میں کیف و سرور کی خاص کیفیت بھی اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ وہ نوری جالی کو سینے سے لگا کر اپنا حالِ دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں اسی طرح ہی اُن کے غموں کا مداوا ہو سکتا ہے۔ وہ پہرے داروں کی سختیوں کے باوجود سنہری جالیوں کا بوسہ لینا اپنے لیے سعادت مندی خیال کرتے ہیں۔ وہ ان جالیوں سے لپٹ کر نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ کرم کے اُمیدواروں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ آپ اس کیفیت کا اظہار شعروں کے خوب صورت قرینے میں کرتے نظر آتے ہیں۔

کیفیت وہ ہی بتا سکتا ہے اُن لمحوں کی

جس نے جالی سے کبھی سینہ لگایا ہوگا

(ضیائے مدینہ۔۵۱)

نوری جالی لگا کے سینے سے
حالِ دل آپ کو سنائیں گے
(حضور پُرنور۔۴۹)

نعت کا ایک اور اہم موضوع شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصفِ شفاعت ہے۔شافعِ روزِ جزا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروزِ حشر اللہ کے حضور گنہگاروں کی شفاعت کریں گے جو قبولیت کے شرف سے نوازی جائے گی۔ناصر صاحب کے ہاں شفاعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے دو نمایاں باتیں دیکھنے میں آئی ہیں۔اول یہ کہ انھیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پر کامل یقین ہے۔دوم وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ شفاعت کے اُمیدوار ہیں کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت دربارِ الٰہی میں مستجاب ہے۔قرآنِ کریم میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حوالے سے ذکر موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور مقامِ محمود کے بارے میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بیان کرتے ہیں:

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔(۱۰)

ناصر چشتی کو کامل یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شافعِ یوم النشور ہیں اور محشر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گنہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔اُن کی رحمت للعالمینی یہ گوارا نہیں کرے گی کہ فرشتے ہمیں دوزخ کی حوالات میں بند کر دیں۔اُنھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کی ٹھنڈی ہوا کا آسرا ہے۔اِس بابت اُن کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیعُ المذنبین ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں گے۔وصفِ شفاعت سے بھرپور ناصر صاحب کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

حشر میں خدا اُن سے یوں کہے گا اے ناصر
اُن کو ساتھ لے جاؤ جو گدا تمھارے ہیں
(خیر الوریٰ۔۱۴)

جس کو اُمت کے غم نے ستانا ہے وہ
سب کی بگڑی کو جس نے بنانا ہے وہ
جس نے کملی میں ہم کو چھپانا ہے وہ
بن کے شافعِ یومُ النشور آ گیا
(حُسنِ حبیب۔۱۹۸۷،۱۳)

مسکاؤ گنہ گارو رحمت پہ رکھو نظریں!
وہ کھولنے کب دیں گے دوزخ کی حوالاتیں؟
(حضور پُرنور۔۲۱)

مجھے کیا جلائے گی نارِ جہنم
کرم اُن کا ٹھنڈی ہوا دے رہا ہے
(ضیائے مدینہ۔۴۷)

مطمئن ہوں کہ بچا لیں گے سرِ حشر مجھے
کب گوارا وہ بھلا مجھ پہ سزا کرتے ہیں؟
(سُرورِ جاوداں۔۴۳)

سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ناصر صاحب کے لیے ہی اُمید کی کرن نہیں بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے عافیت کا باعث ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز ہیں۔یہی نہیں بلکہ جملہ انبیا علیہم السلام اپنی اُمتوں سمیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعتِ عظمیٰ کی درخواست کریں گے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ میں لکھتے ہیں:

"جب سارے نبیوں کے پاس ایک کے بعد ایک خلقِ خدا شفاعت کے لیے دوڑتی پھرے گی اور سارے انبیا "اذھبوا الی غیری" کی صدا دیں گے یعنی کسی اور کے پاس جاؤ۔ایسے میں سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے "انا لھا انا لھا" میں تمھارے لیے ہوں"۔(۱۱)

ناصر صاحب کے نزدیک سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول ہو گی اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعجیلِ حساب کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔

جھوم اُٹھے گی رحمتِ باری
جب وہ محشر میں مسکرائیں گے
(حضور پُرنور۔۵۰)

آپ کا سہارا ہے ہم غریب لوگوں کو
ہم غریب لوگوں کو آپ کے سہارے ہیں
(خیرالوریٰ۔۱۳)

توسل بھی نعت کا ایک اہم موضوع ہے۔توسل سے مراد محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے۔یہ عمل سابقہ انبیا،صحابہ کرام اور بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ’’مقصودِ آفرینش‘‘اور’’مخدومِ کائنات‘‘کے القابات سے پکارا۔حضرت آدمؑ کی توبہ بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے قبول ہوئی۔اس سلسلے میں احمد بن حسین بیہقی بزبانِ حضرت آدمؑ بیان کرتے ہیں:

’’اے مرے پروردگار!میں تجھ سے بحقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کرتا ہوں کہ میری خطا معاف فرما‘‘۔(۱۲)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مدحیہ اشعار کہے ہیں۔حضرت ابوطالبؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا بھی کی ہے اور اس دعا میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بھی بیان کی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اہلِ ایمان کے لیے بادِ نسیم کے جھونکے کی حیثیت رکھتا ہے۔ناصر صاحب کے ہاں توسل محض نعتیہ روایت کی پیروی ہی نہیں بلکہ یہ اُن کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل کے ثمرات کا ذکر اپنے نعتیہ اشعار میں یوں کرتے ہیں۔

اُن کے دربار پہ جو لوگ صدا کرتے ہیں
ہر مصیبت سے وہ محفوظ رہا کرتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔۴۲)

ناصر صاحب نے اپنے کلام میں توسل کے ذریعے حاصل ہونے والی بے شمار نعمتوں اور کرامات کا ذکر کیا ہے۔اُن کے نزدیک مدینہ نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے دو عالم کا مرکز ہے اور نبیِ حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ نعمتوں کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے انسان کے قلب و ذہن کو جلا ہوئی اور وہ نورِ ازل سے آشنا ہوا۔الغرض دنیا کو شعورِ زندگی ملا اور تیرگی نے اپنا منہ چھپا لیا۔قلب و نظر کی وسعتیں اور توحید کا بول بالا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل کے ذریعے ہی ممکن ہوا۔

پرکار دو عالم کا مرکز ہے درِ آقا
بنتا ہے دو عالم کا منشور مدینے میں
(حضور پُرنور۔۷)

کیسے اپنوں کو چھوڑے گا تنہا
جس نے دیں دشمنوں کو قبائیں
(حضور پُرنور۔۴۱)

جنھوں نے نعلین مصطفی سے بڑھا لی اپنے سروں کی زینت
وہی زمانے کے تاج ور ہیں وقار ان کے نصیب میں ہے
(حضور پُرنور۔۶۶)

سیّدنا حمزہ کا قاتل آ گیا جب دروازے پر
وحشی سے انسان کیا ہے شہرِ مدینے والے نے
(خیرالوریٰ۔۲۴)

عطا کر رہا ہے خدا مصطفی کو
زمانے کو پھر مصطفی دے رہا ہے
(ضیائے مدینہ۔۴۷)

آپ آئے تو اک روشنی سی میرے گھر میں بھی آنے لگی ہے
تیرگی نے چھپایا ہے چہرہ روشنی مسکرانے لگی ہے
(ضیائے مدینہ۔۶۰)

قدیم اُردو نعتیہ روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وتوصیف اور حسن و جمال کا ذکر نمایاں تھا مگر عہدِ حاضر میں اُمتِ مسلمہ کے بڑھتے ہوئے مسائل کے پیشِ نظر بارگاہِ رسالت میں استغاثہ واستمداد کا رجحان پایا جاتا ہے۔ خاص طور پر جنگِ عظیم کے بعد استغاثہ و استمداد کی ضرورت زیادہ محسوس کی جانے لگی۔ ناصر صاحب کے ہاں استغاثہ واستمداد کا رویہ اُن کی ذات سے شروع ہو کر اُمتِ مسلمہ کے اجتماعی مسائل پر ختم ہوتا ہے۔ دنیا کے غم جب اُنھیں اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور جب ندامت اُن کے دامن گیر ہوتی ہے تو وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور چشمِ کرم کے تمنائی دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بڑے پُراُمید ہیں کہ سرِ محشر سیّدالانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا حال ضرور دریافت فرمائیں گے۔

اِسی اُمید پر میں تو پڑا ہوں اُن کی گلیوں میں
کسی دن رحمتِ عالم مجھے آکر اُٹھائیں گے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۶۱)

دامانِ کرم آپ کا لہرائے گا سر پر
جس وقت کہیں سایۂ دیوار نہ ہوگا
(منظار نبی۔۹۵)

میری خامشی بھی ناصر ہے زباں مری فغاں کی
میرے اشک کر رہے ہیں مری آج ترجمانی
(حسنِ کامل۔۸۸)

ندامت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے پاس ناصر کے
مجھے دامانِ رحمت میں چھپائیں یارسول اللہ!
(حضور پُرنور۔۶۰)

پوچھیں نہ آپ حال تو پوچھے گا اور کون
ہم بے بسوں کا حال بھی سرکار دیکھیے!
(خیرالوریٰ۔۱۰۹)

سلطنتِ عثمانیہ کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد مسلمانوں میں اتحاد کی ضرورت زیادہ محسوس کی جانے لگی۔ مسلم ممالک ذاتی اختلافات کا شکار ہو گئے اور باہمی اتحاد پارا پارا ہو گیا۔ اسی اثنا میں اہلِ مغرب مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھاتے رہے۔ اُمتِ مسلمہ کی یہ تنزلی ناصر صاحب کے دل کو کچوکے لگاتی رہی اور ان کا دل اس تشویش ناک صورتِ حال پر خون کے آنسو روتا رہا۔ ناصر صاحب کے آہ وفغاں میں ڈوبے اشعار جن میں وہ اُمتِ مسلمہ کے لیے صیغۂ جمع استعمال کرتے ہیں اُن کی اُمتِ مسلمہ کے لیے تشویش کا ثبوت ہیں۔

ہر طرف ظلمتوں کے ہیں ڈیرے کیجیے اب کرم کے اُجالے
بھیک منگتوں نے مانگی سکوں کی میرے محبوب سب سے نرالے
(سُرورِ جاوداں۔۳۶)

کس قدر بجھتے ہوئے چہروں پہ ہیں مایوسیاں
اے مرے آقا! ادھر بھی مسکرا کر دیکھیے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۱۱۰)

ناصر صاحب اُمتِ مسلمہ کے مسائل کے حوالے سے کافی پریشان دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں فلسطین کے نہتے عوام پر آگ کے گولے برسائے جا رہے ہیں تو کہیں کشمیری عوام ظلم وستم کا شکار ہے۔ لیکن وہ اس لیے پُراُمید نظر آتے ہیں کہ طیبہ کے والی کے حضور استغاثہ واستمداد ضرور رنگ لائے گا اور اُمتِ مسلمہ کے مسائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ضرور حل ہوں گے۔

جل رہی ہے وہ کشمیر وادی پھر فلسطین محوِ فغاں ہے
ہم غلاموں کا طیبہ کے والی اور کوئی سہارا نہیں ہے
(حسنِ کامل۔۹۳)

ناصر چشتی کی نعت کا ایک اور اہم موضوع خصائصِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ برکات میں تمام خوبیاں اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے تمام انبیا کو مختلف خوبیاں عطا فرمائیں ہیں جن میں بعض قدریں مشترک تھیں لیکن کچھ باتیں خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں۔ مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک خوشبودار تھا؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھوک مبارک سے پانی میٹھا ہو جاتا تھا؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوامع الکلم ہیں؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے جہانوں کے لیے نبی بنائے گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول و آخر کے علم سے نوازا گیا ہے۔ حضرت علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطیؒ نے بیس سالوں کی محنتِ شاقہ کے بعد ''کفایۃ الطالب للبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہزار سے زائد خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ قرآنِ کریم سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننانوے اسما ثابت ہیں اور یہ اُن کے صفاتی نام ہیں۔ دیگر کتبِ سماویہ میں بھی سیّدالانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسما اور اُن کا تذکرہ موجود ہے۔ اُن کی نعتیہ شاعری سے سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

صورت بھی بے مثال ہے سیرت بھی بے مثال
اِک بار دیکھ لے جو تجھے دیکھتا رہے
(حسنِ کامل۔ ۶۱)

جو ملا مقام جس کو وہ ملا ترے کرم سے
تو قدم جہاں بھی رکھ دے وہ مقام جھومتا ہے
(حسنِ حبیب۔ ۸۷)

جس شان سے مولا نے تجھے پاس بلایا
ایسی تو کوئی اور ملاقات نہ دیکھی
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۶۴)

جب تک ترے انوار کی خیرات نہ مانگی
خورشید نہ چمکا کوئی اختر نہیں چمکا
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۲)

سب کی بنی ہے بات تیری بات کے طفیل
چمکی ہے کائنات تیری بات کے طفیل
(خیرالوریٰ۔ ۳۲)

مذکورہ اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ حسنہ کے ساتھ ساتھ ناصر صاحب کے عقیدے کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ اس بارے میں اُن کے شاگرِدِ خاص اعجاز اسیر یوں بیان کرتے ہیں:

''ناصر صاحب کے ہاں نعت عقیدت سے نکل کر عقیدے کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ اُردو نعتیہ شاعری میں ناصر چشتی کے بغیر ناصریت ختم ہو گئی ہے''۔ (۱۳)

اسی حوالے سے ناصر صاحب کے کلام سے چند مزید اشعار ملاحظہ ہوں:

دنیا میں اگر کوئی تکریم کے لائق ہے
اک خود ہیں نبی میرے اک آپ کی ہیں باتیں
(حضور پُرنور۔ ۲۰)

سرکار کا ہونا ہی تو ہونا ہے خدا کا
سچ بول مری بات بجا ہے کہ نہیں ہے
(ضیائے مدینہ۔ ۱۳)

گھر والے کے نام کی تختی گھر کے در پر ہوتی ہے
جنت کے دیوار و در پر نام انھیں کا لکھا ہے
(خیرالوریٰ۔ ۳۷)

تیرے نام سے ہزاروں کے نصیب جگمگائے
تیرا نام جس میں آئے وہ کلام جھومتا ہے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۵۸)

تیرے عشق کی بدولت مجھے زندگی ملی ہے
میرے پاس آئی لیکن میری موت ڈرتے ڈرتے
(منٹھار نبی۔ ۱۳۳)

اللہ رب العزت نے ہماری کائنات کے علاوہ بھی ان گنت عالم تخلیق کیے ہیں۔ ربِ کائنات رب العالمین ہیں اور تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر، کلام اور عمر کی قسم یاد فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآنِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ نامی کی بجائے مختلف اسمائے مبارکہ سے پکارا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر، فرشتوں سے درود بھجوا کر اور مسلمانوں کو اُن پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دے کر، اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت واضح کر دی ہے۔ رب العالمین نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں پر احسان فرمانے والا، مومنوں کی بھلائی پر حریص اور رؤف و رحیم بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر اہلِ عالم پر احسانِ عظیم قرار دینے کے ساتھ ساتھ انسانی وقار کو رفعت بخشی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے''۔ (۱۴)

سیّد ناصر چشتی کے نزدیک یہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا فیضان ہے کہ آج انسانیت کو عزت و تکریم ملی۔ مخلوقِ خدا کو پریشانی کی بجائے راحت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے مخلوقِ خدا کو غمِ دوراں کی تلخی اور دکھوں کا مداوا میسر آ گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

طوفان میں جب ذات تمھاری تھی محافظ
پھر میں نے بھنور باندھ لیے اپنی کمر سے
(حسنِ کامل۔ ۸۳)

سکوں پایا مرے دل نے غمِ دوراں کی تلخی سے
تمھاری یاد کا مرہم لگایا میں نے اس پر ہے
(حضور پُرنور۔ ۱۶)

کیسے کیسے رنگ بدل کر غم دنیا کے آتے ہیں
لیتا ہوں جب نام نبی کا خوشیوں میں ڈھل جاتے ہیں
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۸۵)

نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر و رحمت ظاہری زندگی کے حوالے سے ہی فائدہ مند نہیں بلکہ روحانی اور باطنی طور پر بھی انسانیت اس سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ رحمت کا نور دلوں کے زنگ دور کر کے خیر کے راستے ہموار کرتا ہے۔

سراپا نور بنا کے جسے یہاں بھیجا
تمام چمکے نگینے اسی نگینے سے
(حضور پُرنور۔ ۳۴)

سرسبز ہوا میرے مقدر کا یہ صحرا
رحمت کی گھٹائیں ہیں جو برسی ترے در سے
(ضیائے مدینہ۔ ۵۳)

قرآنِ حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیرِ کثیر عطا کرنے نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو ابتر کرنے کی خوش خبری دی ہے۔ قرآنِ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق، عبدِ کامل، شاہد، ظلمتوں سے نکالنے والا، مرکزِ حق، برہان، مصطفی اور مجتبیٰ بھی کہا ہے۔ خداوند قدوس نے اپنے کچھ صفاتی اسما بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محشر میں گنہ گاروں کی شفاعت بھی فرمائیں گے۔ محشر میں بہت سے گنہ گار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ کرم کے اُمیدوار ہیں۔ اس سلسلے میں ناصر صاحب کے اشعار ملاحظہ ہوں:

تم اپنے دامن بچھا کے مانگو حضور دیں گے، ضرور دیں گے
دلوں کو کاسے بنا کے مانگو حضور دیں گے، ضرور دیں گے
(خیر الوریٰ۔ ۵۳)

ہر سُو تنے ہوئے ہیں رحمت کے شامیانے
رکھتی ہے دھوپ سائے دربارِ مصطفی میں
(ضیائے مدینہ۔ ۷۰)

نامِ نامی حضور کا ناصر
ساری دنیا کے کام آتا ہے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۴۹)

اِس بات پہ ہے ناز سدا ناز کریں گے
ہے لاج تیرے ہاتھ، تیرے ہاتھ رہے گی
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۵۳)

حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لطف وکرم گناہگاروں اور بے سہاروں کے دکھوں کا مداوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعجازِ کرم کی بدولت دل بہل گئے ہیں۔ جلتے اور سسکتے ہوئے انسان کو سکھ کا سانس نصیب ہوا ہے؛ ظلمتیں چھٹ گئی ہیں اور دکھ کافور ہو گئے ہیں۔

دامن میں چھپا لینا غم خوار کا شیوہ ہے
پھر جائیں نہ کیوں سارے مجبور مدینے میں
(حضور پُر نور۔ ۷)

اُداسی کے بیاباں میں
تمھی نے دل کو بہلایا
(حضور پُر نور۔ ۵۳)

ناصر اِن نگاہوں میں آپ کی پناہوں میں
غم کو بھول جاتا ہے، آدمی مدینے میں
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۱۱)

ہیں گو طوفان پر میرے نبی کی مہربانی ہے
نہ جاں لرزی، نہ دل کانپا، نہ کشتی ڈگمگائی ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۲)

ناصر چشتی کے کلام میں نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف وکرم کے علاوہ نگاہِ کرم کا خاص تذکرہ ملتا ہے۔ جس طرح نظرِ بد سے خرابی پیدا ہوتی ہے اُسی طرح نگاہِ کرم سے تیرگی منہ چھپا لیتی ہے اور اگر یہ نگاہِ کرم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو تو ممکن ہی نہیں کہ انسان کی تمنا بار آور ثابت نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ کرم سرمایۂ حیات کے ساتھ ساتھ کثرتِ غم کے لیے اکسیر کا درجہ بھی رکھتی ہے جس سے خطاکار سدھرتے اور سنبھلتے چلے جاتے ہیں۔ شعری مثالیں ملاحظہ ہوں:

گرتا سنبھلتا آپ کے کوچے میں آ گیا
نکلا حصارِ دھوپ سے سائے میں آ گیا
(حسنِ کامل۔ ۸۰)

کرم کی اک نظر سرکار ہم ایسے غریبوں پر
بُرے ہیں لاج رکھ لینا اٹا عیبوں سے دفتر ہے!
(حضور پُر نور۔ ۱۶)

غلام بیٹھے رہیں گے بچھا کے آنکھوں کو
نقاب آج اٹھاؤ تو بات بنتی ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۴۸)

اک نظر فرمانے سے ہی بات مری تو بن آئی
پتھر سے مرجان کیا ہے شہرِ مدینے والے نے
(خیر الوریٰ۔ ۲۴)

رحیم بھی ہے کریم بھی ہے جو حق نما ہے، وہ مصطفی ہے
تمام اُمت کا غم اکیلا جو کھا رہا ہے، وہ مصطفی ہے
(منٹھار نبی۔ ۲۸)

علاوہ ازیں ناصر صاحب کے ہاں آرزوئے کرم اور اعترافِ کرم کے حوالے سے عمدہ شعری مثالیں موجود ہیں جو اس بات کا اظہار ہیں کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم سے فیض یاب ہیں اور مزید کی تمنا اُن کے دل میں موجزن ہے۔

ترے منگتوں نے کب آہ و بکا پر بات چھوڑی ہے
تری نظرِ کرم لطف وعطا پر بات چھوڑی ہے
(حضور پُر نور۔ ۲۶)

ہوتے ہیں بند اور تو میری بلا سے ہوں
دروازۂ رسول جو ناصر کھلا رہے
(منٹھار نبی۔ ۴۳)

ناصر پہ رہا سایہ ترے لطف و کرم کا
میں نام ترا اوڑھ کے گزرا ہوں جدھر سے

(منٹھار نبی۔۶۶)

تیری آرزو میں ڈھل کر مری آنکھ سے نکل کر
تیرے در پہ جا رکیں گے میرے آنسو چلتے چلتے

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵، ۲۸)

تیری گلی ہو سامنے تیرا کرم بڑھتا رہے
تیری عطا پر یا نبی تیرا گدا پلتا رہے

(ضیائے مدینہ۔۳۹)

آنکھیں ہوں اشک بار تو لب پر ثنا رہے
خواجۂ کائنات سے یوں رابطہ رہے

(حسنِ کامل۔۶۱)

"ورفعنا لك ذكرك" اور "كان فضل الله عليك عظيما" کے قرآنی الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حضرت جبریلِ امین اپنی نعت میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں:

"میں نے مشارق و مغارب میں پھر کر دیکھا کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نظر نہیں آیا اور کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھنے میں نہیں آیا۔" (۱۵)

فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ تمام قرآنِ مجید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہے؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا منصب دیا گیا ہے اور خاتم الانبیا کی سند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار ایسے حوالے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کے قصے موجود ہیں۔ اس حوالے سے ناصر چشتی یوں گویا ہیں:

پڑھتے ہیں فرشتے بھی، صحابہ بھی، خدا بھی
یہ جن کا فریضہ ہے ادا کرتے رہیں گے

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۱۰۹)

مہر و نجم و قمر سارے شجر و حجر رکھتے ہیں یہ خبر
مالکِ بحر و بر آپ ہیں بالیقیں، بالیقیں، بالیقیں

(سُرورِ جاوداں۔۲۴)

تجھے زیبا خدا کے بعد ہے لاریب یکتائی
تری تمثیل ہے کوئی، نہ کوئی تیرا ہمسر ہے

(حضور پُرنور۔۱۶)

جسے چاہے سرِ محشر بنا دے صاحبِ جنت
خدائے مصطفی نے مصطفی پر بات چھوڑی ہے

(حضور پُرنور۔۲۶)

میرے حضور آپ سے پہلے بھی بعد بھی
سینۂ عرشِ پاک پہ اُترا کوئی نہیں

(حسنِ کامل۔۳۳)

ناصر صاحب کے نزدیک عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراصل عظمتِ بشر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا بھی معتبر حوالہ ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

کیا نام رکھا اپنے محبوب کا خالق نے
اس نام کی برکت سے حالات بدلتے ہیں

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵، ۶۷)

زمین و آسماں کرسی قلم عاجز ہیں مدحت سے
خدا کے بعد جو کوئی بیاں کرتا ہے، قاصر ہے

(حضور پُرنور۔۶۳)

یکتا نے بنایا ہے محبوب تجھے یکتا
اِس بات پہ ہے شاہد قرآنِ مبیں تیرا

(حسنِ حبیب۔۱۹۸۷، ۷۸)

ناصر چشتی کے نعتیہ کلام میں انبیا سے تقابل کا ذکر موجود ہے۔ وہ تمام انبیا کرام کو ربِ دو جہاں کا مقرب مانتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقرب ترین مقام پر فائز کرتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام الانبیا، خیر البشر اور ختم الانبیا تسلیم کرتے ہیں۔ ''تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض'' کے قرآنی الفاظ بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ بعض رسولوں کو بعض رسولوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خاتم الانبیا، رہنما، مصطفی، پیشوا، ناخدا، جلوۂ حق نما
نعمتِ کبریا، اے شہِ دوسرا! تو بڑا نیک خُو میں تو کچھ بھی نہیں
(حضور پُرنور۔ ۴۳)

پرچم یوں کسی اور کا لہرایا نہیں ہے
اس شان سے کوئی بھی نبی آیا نہیں ہے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۱۷)

آپ جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا
کیسے کہہ دوں کہ کوئی میرے نبی سا ہوگا
(ضیائے مدینہ۔ ۵۱)

سب عالمیں کی رحمتیں ناصر سمیٹ کر
اللہ نے حضور کا ہے دل بنا دیا
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۸۸)

جب اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلقِ عظیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم قرآن ہے۔ آپؓ کے اس فرمان سے علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن سراپا نعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھے گئے اشعار ملاحظہ ہوں:

تیری عادات کو قرآں نے کہا خلقِ عظیم
کس قدر میٹھا مرے میٹھے کا لہجہ ہوگا
(ضیائے مدینہ۔ ۵۱)

درج بالا شعر کے مصرعِ اولیٰ میں 'انك لعلی خلق عظیم' کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت للعالمینی کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ 'وما ارسلنك الا رحمته للعالمين' اس آیہ مبارکہ کی منظوم صورت ملاحظہ ہو:

رحمتِ عالمیں، شافعِ مذنبیں، راحت العاشقیں، اولیں آخریں
تجھ سا کوئی نہیں بالیقیں نازنیں، تو مرے روبرو میں تو کچھ بھی نہیں
(حضور پُرنور۔ ۴۳)

ہو جاؤ قریب ان کے ذرا اور زیادہ
ہو جائے گا نزدیک خدا اور زیادہ
(حضور پُرنور۔ ۲۸)

مذکورہ بالا شعر 'قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ' کا ترجمہ ہے۔

ناصر صاحب کے ہاں خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ خیر کو بطور خاص موضوع بنایا گیا ہے۔ اُن کا یہ استدلال بھی قرآنی نصوص سے اخذ شدہ ہے۔ قرآنِ پاک کا ارشاد 'ورفعنا لک ذکرک' اُن کے پیشِ نظر ہے لیکن وہ اس نکتے سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ کوئی دوسرا بشر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم مرتبہ نہیں ہوسکتا۔

کوچے کوچے میں تیرے ہی اذکار ہیں
نور پھیلا ترا کارواں کارواں
(حضور پُرنور۔ ۳۶)

ناصر صاحب نے ابنیت اور تثلیث جیسے گمراہ کن عقائد سے احتراز کیا ہے اور اسلامی عقائد کو اپنی نعت کا موضوع بنا کر نعت کے تقدس کو برقرار رکھنے کی سعی کی ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا نور کہا گیا ہے۔

قرآن پاک میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر ہونے کا ذکر موجود ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کہہ کر بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا''۔ (۱۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ عشاق کے لیے نور العین ہیں؛ اس جہاں کے لیے نورِ

ہدایت ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے نورِ عرفان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کی دلیل ہے۔ اس سلسلے میں احمد سعید کاظمی یوں رقم طراز ہیں:

"نورانی اوصاف بشریت کے لحاظ سے معجزہ ہیں اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک بشریت اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے سراپا معجزہ ہے"۔(۱۷)

ناصر صاحب کے نزدیک تخلیقِ کائنات کی بنیاد میں نورِ مصطفی کارفرما ہے اور اسی نورانیت کی وجہ سے تیرگی کافور ہوگئی ہے اور اندھیرے چھٹ گئے ہیں۔ شعری مثالیں ملاحظہ ہوں:

اک نام ہے انھی کا جس کے ہیں چرچے ناصر
اک نور ہے کہ جس کی عالم میں روشنی ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۹)

اللہ رے! لطافت ترے پُرنور بدن کی
ٹھنڈک کا ہے احساس مگر سایہ نہیں ہے
(حسنِ حبیب۔۱۷)

آپ آئے تو اک روشنی سی
مرے گھر میں بھی آنے لگی ہے
تیرگی نے چھپایا ہے چہرہ
روشنی مسکرانے لگی ہے
(ضیائے مدینہ۔۶۰)

پھونکوں سے نہ بجھ پائیں گے اس نور کے شعلے
چمکے گا رسالت کا دیا اور زیادہ
(حضور پُرنور۔۲۸)

جملہ انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دیگر انبیا سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے لیکن محبوبِ خدا کی شانِ محبوبیت سب سے جدا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے یاد نہیں فرمایا بلکہ مزمل،

مدثر، رسول، طٰہٰ اور یٰسین وغیرہ کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"نبی کریم! ایمان والوں کی جان سے زیادہ عزیز ہیں"۔(۱۸)

ناصر صاحب کے نزدیک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کو پیارا نہیں ہوسکتا۔ اس کائنات کی ساری رنگینی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ مبارک کی وجہ سے ہے۔ اس کی وضاحت میں قاری محمد عبداللہ لکھتے ہیں:

"بھلا دیکھیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ محبوبیت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ اربوں کھربوں اور وہ بھی قیامت تک آنے والے اطاعت شعار اُمتی محبوبِ خدا بن گئے"۔(۱۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیبِ خالقِ کائنات ہیں۔ یہ کائنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وجود میں آئی۔ قرآنِ مقدس نے سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اتباع اور اطاعت کو اللہ کی محبت واطاعت قرار دیا ہے۔ جس ہستی کے لیے کائنات تخلیق کی گئی ہو اُس کے محبوبِ کردگار ہونے میں شک نہیں ہوسکتا۔ ناصر چشتی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ محبوبیت کے چند پہلوؤں کو اپنی نعت میں سمونے کی کوشش کی ہے۔

مولا کریم خود کہے آرام کر ذرا
ہو گی بھلا وہ کیسی عبادت حضور کی
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔۱۰۹)

یا محمد! تمھارے کرم سے سب زمانے ہمارے ہوئے ہیں
خود خدا ناز اٹھائے ہمارے جب سے خادم تمھارے ہوئے ہیں
(حضور پُرنور۔۳۸)

آپ کی شانِ کریمی کا کنارہ ہی نہیں
آپ سے بڑھ کے کوئی اللہ کو پیارا ہی نہیں
(حسنِ کامل۔۱۴)

بزمِ کونین کو خالق نے سجا رکھا ہے
آنے والا ہے جو، دلدار بنا رکھا ہے
(سُرورِ جاوداں۔۶)

نہ آپ آتے اگر جہاں میں قسم خدا کی جہاں نہ ہوتا
نہ چاند تارے نہ یہ نظارے کسی کا نام و نشاں نہ ہوتا

(کلامِ ناصر۔۱۰)

انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا مبعوث کیے گئے مگر معراج کی سعادت صرف اور صرف نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں آئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا واضح اظہار ہے کہ حضرت جبریلِ امین کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج سے سرفراز فرمایا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تو جبریل امین بھی نہ جا سکے۔ ناصر صاحب کا یہ معتبر استدلال پیشِ خدمت ہے:

روح الامیں بھی رہ گئے حیرت سے دیکھتے
سدرہ سے آگے آپ کی رفتار دیکھیے

(خیر الوریٰ۔۱۰۹)

لا مکاں پہ بھی گئے ایک ہی پل میں آقا
ان کے قدموں میں سمٹ سارے سفر جاتے ہیں

(سُرورِ جاوداں۔۴۴)

آج ہیں رونقیں ارض و افلاک پر آفتابِ رسالت کی معراج ہے
بے حجاب حق سے ان کی ملاقات ہے در حقیقت نبوت کی معراج ہے

(سُرورِ جاوداں۔۲۲)

رات معراج کی خالق نے کہا آ کے ذرا
رونقِ عرشِ معلیٰ کو دو بالا کر دے

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۱۰۱)

''انما بعثت معلما'' کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطور معلم بھیجے جانے کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا کو جہالت اور گمراہی سے نکال کر علم کی روشنی بخشی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا مرکز و محور انسان کی ایمانیات اور معاملات ہیں۔ اس

ضمن میں ڈاکٹر محمود اللہ نور رقم طراز ہیں:

''اسلامی تعلیمات کے وسیع دفتر کو اگر ہم دو مختصر لفظوں میں ادا کرنا چاہیں تو اُن کو ایمان اور عملِ صالح سے تعبیر کر سکتے ہیں''۔(۲۰)

ناصر صاحب کے ہاں معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ تعلیم اور پیغامِ تعلیم کا ذکر موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تدریس نہایت سادہ، آسان اور عام فہم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبانی تدریس کے ساتھ ساتھ عملی طور پر مثالیں بھی پیش فرماتے تھے۔ جس کے ذریعے ہر بات دل میں اُتر جاتی تھی۔ مثلاً دو چیزوں کی قربت کو ظاہر کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر وضاحت فرماتے تھے تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر بول قرآنِ پاک کی عملی تفسیر ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

جس کا دینِ مبیں دینِ فطرت بھی ہے
جس کی خاموشیوں میں فصاحت بھی ہے
جس کا ہر بول قرآں کی تفسیر ہے
اُس کے فہم و فراست کی حد ہی نہیں

(حسنِ کامل۔۱۰۱)

دو عالم کے بنے راہبر ملا اُمی لقب ان کو
اسی در پر جھکی آخر فصاحت بھی بلاغت بھی

(سُرورِ جاوداں۔۱۲)

شناسا ہو گئیں ساری جبینیں ذوقِ سجدہ سے
سکھا دی آپ نے سب کو ریاضت بھی عبادت بھی

(سُرورِ جاوداں۔۱۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت کافروں نے قتل و غارت گری اور بت پرستی کو خیر باد کہا۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقۂ تعلیم موثر اور فصاحت و بلاغت پر مبنی ہے اُسی طرح عقائد و معاملات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات بجا طور پر اصلاحِ معاشرہ کی ضامن ہیں۔ کافروں کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی

بدولت انقلاب آیا ہے جسے ناصر صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

اُلجھے ہوئے تھے قتل اور غارت گری میں جو
اب ان کی زندگی میں اک آیا ہے انقلاب
(کلامِ ناصر۔۲۱)

بت پرستوں کو بتوں سے آج نفرت ہوگئی
کافروں کی زندگی میں انقلاب آنے لگا
(سُرورِ جاوداں۔۳۴)

ناصر چشتی نے انسانی معاشرت اور معاملات کے بارے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو یوں بیان کیا ہے:

محبت کی تعلیم:

مروت کا محبت کا سجا کر تاج آپ آئے
گری ذلت کی وادی میں عداوت بھی، حقارت بھی
(سُرورِ جاوداں۔۱۳)

دشمنوں سے برتاؤ کی تعلیم:

اپنی چادر کو بچھا دیتے ہیں غیروں کے لیے
جاں کے دشمن کا بھی وہ ایسے بھلا کرتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔۴۲)

امن وآشتی کی تعلیم:

ابنِ آدم کو سکھلائی ہے آپ نے
دوستی، آشتی، بندگی یا نبی!
(حضور پُرنور۔۲۳)

کردار سازی کی تعلیم:

کیا پل میں بنا دیتے ہیں خدام کو آقا
یہ حیدرِ کرار سے، عثمان سے پوچھو
(ضیائے مدینہ۔۵۰)

درسِ انسانیت:

سیّدنا حمزہ کا قاتل آگیا جب دروازے پر
وحشی سے انسان کیا ہے شہرِ مدینے والے نے
(خیر الورٰی۔۲۴)

ایمان کی روشنی:

بت پرستوں کو تو نے کیا بت شکن
بخشی ایمان کی روشنی یا نبی!
(حضور پُرنور۔۲۲)

غزوات کے بیان میں سیّد ناصر چشتی نے اختصار سے کام لیا ہے لیکن وہ اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ غزواتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے ابتدائی دور میں ہمت شکن مصائب پر مشتمل تھے۔ اِن مشکلات سے نمٹنے کے لیے بہادری، شجاعت، عزم وہمت اور صبر وتحمل کی صفات کی ضرورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوات میں اِن تمام صفات کی عملی مثالیں پیش کی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدانِ جنگ میں نہ صرف صحابہ کرامؓ دشمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوتے تھے بلکہ فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج میں شامل تھے۔ اس لیے غزوۂ بدر میں ۳۱۳ کی قلیل تعداد نے کفار کے ہزاروں کے لشکر کو شکست سے دوچار کیا۔ مثال میں یہ شعر دیکھیے:

غزوات میں ایسا کوئی لمحہ نہیں آیا
جب فوج فرشتوں کی تیرے ساتھ نہ دیکھی
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۶۵)

معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہر نعت گو شاعر کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ ناصر صاحب نے بھی معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا موضوع بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وحشمت کے بھرپور حوالے آپ کی نعتیہ شاعری کا حصہ ہیں۔

تمھاری ہر اِک ادا پہ صدقے وہ مہر ہو یا کہ ماہ و انجم
کبھی تو سورج چلا ہے اُلٹا، ہُوا کبھی چاند پارا پارا
(کلامِ ناصر۔ ۴۴)

اشارہ جب وہ فرمائیں تو پتھر بول اٹھتے ہیں
نبوت ہو تو ایسی ہو، رسالت ہو تو ایسی ہو
(حضور پُرنور۔ ۵۵)

حیوان بجا لائیں فرمان محمد کا
اس پیکرِ رحمت کے سے پیار کا عالم ہے
(حضور پُرنور۔ ۱۰)

زمانہ جا رہا ہے جس قدر راہِ ترقی پر
تری معراج کی ظاہر حقیقت ہوتی جاتی ہے
(حضور پُرنور۔ ۱۵)

ناصر صاحب کے نزدیک معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند کا ٹکڑے ہونا، پتھروں کا بولنا، پیڑوں کا چلنا اور سورج کے پلٹنے پر محیط نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظامِ عدل اور خلقِ عظیم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت بے آسرا انسان کو زندگی گزارنے کی ہمت ملی اور معاشرے کو فلاح کی ضمانت ملی۔ شعر ملاحظہ ہو:

آپ آئے تو جینے کی ہمت ہوئی
ورنہ بے کیف تھی زندگی یا نبی!
(حضور پُرنور۔ ۲۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت نعت کے اہم موضوعات میں سے ایک ہے۔ ناصر صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک کو تین زاویوں سے دیکھا ہے: (۱) ولادت کے معجزات (۲) ولادت کی خوشی (۳) ولادت کے ثمرات۔ اُن کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہی دُنیا نے کئی معجزات کا نظارہ کیا۔ اہلِ خاندان، داعیانِ حق وصداقت اور ستم رسیدہ لوگوں نے خوشیاں منائیں جب کہ کفر و شرک اور جبر واستبداد کے بت منہ کے بل آن گرے۔ زمانے میں شعور و آگہی، مہر و محبت اور تہذیب و شائستگی کو فروغ ملا اور افسردہ چہروں پر شادابی و مسرت آئی۔

معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ناصر صاحب نے کئی واقعات کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً ماؤں کے ہاں بیٹوں کی پیدائش، بتوں کا منہ کے بل گرنا وغیرہ وہ واقعات تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت رونما ہوئے۔ یہ معجزات ایک ایسی صبحِ امن کی نوید ہیں کہ جس کے بعد ظلمت کی تاریکی نے اپنا منہ چھپا لیا اور ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہو گیا۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

منتظر تھے جس کے آخر آفتاب آنے لگا
دیکھ کر جلوے ستاروں کو حجاب آنے لگا
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۴)

ہو گئے دور دنیا کے ظلمت کدے
جن کے آنے سے ماؤں کو بیٹے ملے
(حسنِ کامل۔ ۱۲۴)

مہتاب ترے حُسن کا ادنیٰ سا کنایہ
خورشید اُبھرتا ہے تبسم سے تمھارے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۴)

تجھے ربِ دو جہاں نے یوں بنا سجا کے بھیجا
نہ زمیں پہ کوئی ہم سر، نہ فلک پہ کوئی ثانی
(منٹھار نبی۔ ۷۱)

مقصودِ کُن فخرِ کون ومکاں جنابِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت

کی خبر پاتے ہی ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دنیا میں عید کا سماں ہو گیا اور گھر گھر مٹھائیاں تقسیم ہونے لگیں۔ اہلِ قریش بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ لمحات پُرمسرت کیوں نہ ہوتے آخر شفیع المذنبین، مسیحائے زماں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے لمحات تھے۔

ناصر چشتی کے نزدیک اہلِ عشاق آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت کے دن کو بڑی عقیدت و احترام سے مناتے ہیں اپنے گھروں کو جھنڈیوں اور روشنیوں سے سجاتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اُنھوں نے بھی اپنے نعتیہ اشعار میں ان پُرمسرت لمحات کو قلم بند کرنے کی سعی کی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

تخلیق ہوا ہو گا اُسی وقت سویرا
اللہ نے جب ہوں گے ترے نقش سنوارے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۴)

زہے نصیب! مہینہ کہ جس میں آپ آئے
ہمیں خدا بھی ملا ہے اسی مہینے سے
(حضور پُرنور۔ ۳۴)

اے رحمۃ للعالمیں! اے سرورِ دنیا و دیں
کرتا رہوں ذکرِ حسیں میرا بھی گھر سجتا رہے
(ضیائے مدینہ۔ ۳۹)

بن کے نورِ خدا مصطفی آ گئے
مرحبا مرحبا! مصطفی آ گئے
(حسنِ کامل۔ ۱۲۴)

بقول ناصر صاحب آپ صلی علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے فتنہ و شر اپنے انجام کو پہنچے۔ رحمتوں کے نزول کے ساتھ ساتھ تکریمِ انسانیت میں بھی اضافہ ہوا جو لوگ گمراہی کی دلدل میں پھنس چکے تھے انھیں زندگی گزارنے کا شعور آ گیا۔ ذلتیں رسوا ہوئیں اور عزت و شرافت کا بول بالا ہوا۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

بت پرستوں کو بتوں سے آج نفرت ہو گئی
کافروں کی زندگی میں انقلاب آنے لگا
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۴)

آپ آئے بزمِ عالم میں شرافت بڑھ گئی
ذلتیں رسوا ہوئی ہیں سب کی عزت بڑھ گئی
(حضور پُرنور۔ ۵۱)

گمراہی کی دلدل میں تھے لت پت سارے لوگ مگر
بخشش کا سامان کیا ہے شہرِ مدینے والے نے
(خیر الوریٰ۔ ۲۴)

کس قدر پُر کیف اپنی زندگانی ہو گئی
رحمۃ للعالمیں! کی مہربانی ہو گئی
(سُرورِ جاوداں۔ ۴۰)

سیّد ناصر چشتی نے جہاں اپنے کلام میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کیے ہیں وہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب بھی پیش کیے ہیں۔ یہ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعجاز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری، سیر چشمی، وفاداری، عدل اور رفاقت کی صفات نعت کا موضوع ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں جذبۂ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھیں۔ صحابہ کرامؓ کی مناقب کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف بزرگانِ دین کے مناقب بھی پیش کیے ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام میں کہیں سوزِ بلالی کا ذکر کیا ہے تو کہیں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی دوستی کو اپنا موضوعِ قلم بنایا ہے۔ الغرض جو بھی عشقِ نبی سے سرشار ہوا دنیا و آخرت کی کامیابی اُس کا مقدر ٹھہری۔

جب بلالِ باصفا کو کافروں نے دی سزا
عشق بولا تیری عاشقی کی خیر ہو
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۴)

آپ کو پہنچا دیا جب غار میں صدیق نے
خود خدا بولا تمھاری دوستی کی خیر ہو
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۵)

صہیب و بوذر و سلمان جیسے
تری کانوں میں ہیں لاکھوں نگینے
(حضور پُرنور۔ ۴۸)

نبی کے پیاروں کی تو شان دیکھو
جو شاہی میں بھی کر گئے ہیں فقیری
کہ فاروقِ اعظم تو پیدل ہیں یارو
سواری کے اوپر غلام آ رہا ہے
(حسنِ حبیب۔۱۹۸۷ء،۲۱)

عقیدۂ ختمِ نبوت ایمان کی بنیادی شرائط میں سے ہے۔ ختمِ نبوت پر ایمان نہ لانے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ ''ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین'' اس بات کا ثبوت ہیں کہ ختمِ نبوت کا تاج تاجدارِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر رکھا گیا ہے۔ اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں:

''میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔(۲۱)

ناصر صاحب کے ہاں نعت خیر و برکت کے حصول کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ نبی کے پیغام کا پرچار کرنا ہے اور یہی اُن کی خاندانی روایت رہی ہے۔ آپ کے نزدیک ختمِ نبوت کی وارث وہی ہستی ہو سکتی ہے جسے سفرِ معراج کی سعادت عطا کی گئی اور جسے خدائے وحدہٗ لاشریک نے ''رحمۃ للعالمین'' کے لقب سے پکارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصودِ کن اور وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

خاتمُ الانبیا، اے حبیبِ خدا! تیری خاطر دو عالم بنائے گئے
سائباں آسمانوں کے تانے گئے اور مکاں لامکاں سب سجائے گئے
(کلامِ ناصر۔۱۶)

خاتم الانبیا، رہنما، مصطفیٰ، پیشوا، ناخدا، جلوۂ حق نما!
نعمتِ کبریا، اے شہِ دوسرا! تو بڑا نیک خو، میں تو کچھ بھی نہیں
(حضورِ پُرنور۔۴۳)

مقتدی اُن کے سب انبیا کر دیے باب رحمت کے تھے جتنے وا کر دیے
اُن کو دیکھا مصلّے پہ تو بول اٹھے بالیقیں یہ امامت کی معراج ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۲)

محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے معاشرے میں جلوہ افروز ہوئے جو جہالت، گمراہی، کفر و شرک، شراب، جوا، سود خوری، رزقِ حرام اور قتل و غارت گری میں اپنی مثال آپ تھا۔ فتنہ و فساد، توہم پرستی، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا اور دوسروں کے مال، جان اور عزت پر ڈاکا ڈالنا اس معاشرے کے افراد کا معمول بن چکا تھا۔ چوری سینہ زوری بن گئی تھی اور شرافت نے بزدلی کا لباس پہن لیا تھا۔ یہ حالت نہ صرف عرب معاشرے کی تھی بلکہ پورے عالمی معاشرے میں ہی انسانیت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ پورا عالمی معاشرہ زبوں حالی کا شکار تھا۔ ہر طرف افراتفری اور بے چینی کی کیفیت تھی۔ یہ ستم رسیدہ لوگ اُس مسیحا کی آمد کے منتظر تھے جس کی نویدیں سابقہ انبیا نے سنائی تھیں۔

بالآخر ۵۷۱ء میں عرب کی سرزمین پر وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے سارے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس آفتابِ ہدایت کی کرنوں سے ساری دنیا میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں دینِ اسلام کی بنیادیں استوار کیں اور تاریخِ عالم کا سب سے بڑا اور کامیاب انقلاب برپا کر دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اِس بارے میں ڈاکٹر فواد فخر الدین رقم طراز ہیں:

''اسلام کے ظہور نے دنیا کے تختہ پر ایک نئے تمدن اور ایک نئی تہذیب کی طرح ڈالی۔ دنیا کا فرسودہ نظام بدل کر رکھ دیا۔۔۔۔ دستورِ زندگی کی طرح ڈالی۔ انسانوں کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی جس نے فرد اور جماعت کے درمیان الفت و محبت، اخوت و تعاون اور جذبِ مقناطیسی کو نشوونما بخشی''۔(۲۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اخلاق ساز انقلاب کے ثمرات اور اثرات سیّد ناصر چشتی کی نعت کے اہم موضوعات ہیں۔ انھوں نے ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسانیت پر کی جانے والی عطاؤں کو دل کھول کر موضوع بنانے کی امکانی کوشش کی ہے۔

ناصر صاحب کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی انقلاب کا ذکر موجود ہے۔ مثالی معاشرے کے لیے فرد کی اخلاقی تربیت انتہائی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روحانی انقلاب کے ذریعے افراد کے اندر جذبۂ خیر کی نشوونما کا عمل شروع کیا۔ ایسے افراد جو اخلاقی طور پر بہتر ہوں وہ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور پیغمبر

اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے اعلیٰ اخلاقی معاشرے کی تشکیل چاہتے تھے جو اعلیٰ اخلاقی روایات کے حامل افراد پر مشتمل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے معاشرے میں ایک مثالی تبدیلی کے آنے سے معاشرہ جنت نظیر بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح انسان کو خدائے واحد کی عبادت کا درس دیا اس سے بڑے بڑے سرکش افراد بھی کمالِ ضبط کے سانچے میں ڈھل گئے۔ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو پیار و محبت کا درس دیا اور ایک ایسا دستور العمل دیا جس سے مظلوم و بے کس افراد کی دادرسی ہونے لگی۔ سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی انقلاب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

بستی گئیں ہزار ہا پھولوں کی بستیاں
جانِ بہار، جانِ گلستاں جدھر گئے!

(سُرورِ جاوداں۔ ۱۰)

اغیار کے دامن سے کیوں ہوتے ہو وابستہ
ملتا ہے محبت کا دستور مدینے میں

(حضور پُرنور۔ ٦)

نہ مظلوم کو اب ستائے گا کوئی
نہ کمزور پر ہاتھ اُٹھائے گا کوئی
نبیِ محترم آ گئے ہیں جہاں میں
محبت کی نشوونما کرتے کرتے

(حسنِ حبیب۔ ۱۹۸۷ء، ۲۹)

تری قسمت میں نہ غیروں کی غلامی ہوتی
تو نے اِک بار جو آقا کو پکارا ہوتا

(حسنِ حبیب۔ ۱۰۲)

در در کی ٹھوکریں نہیں میرے نصیب میں
سب سے ملی نجات تیری بات کے طفیل

(خیر الوریٰ۔ ۳۳)

نظامِ مصطفیٰ ہی میں ہے وابستہ بقا سب کی
یہی پیغام دیتا ہے یہ قرآں آپ کو لوگو

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔ ۵۱)

اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جو رنگ و نسب، دھوکہ دہی، تنگ نظری اور فتنہ و فساد سے پاک ہو اور جس کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی جائے۔ ناصر صاحب نے اسلامی معاشرے کی تشکیلی اقدار کو اپنانے پر زور دیا ہے اور اسے اپنا موضوعِ نعت بنانے کی امکانی کوشش بھی کی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

جن کی نہیں تھی کوئی عزت کوئی عظمت اُن کو بھی
ذی عزت، ذی شان کیا ہے شہر مدینے والے نے

(خیر الوریٰ۔ ۲۵)

یادِ نبی سے عشق کے غنچے نکھر گئے
ایسا لگا کہ زیست کے رستے سنور گئے

(سُرورِ جاوداں۔ ۱۰)

اپنی چادر کو بچھا دیتے ہیں غیروں کے لیے
جاں کے دشمن کا بھی وہ ایسے بھلا کرتے ہیں

(سُرورِ جاوداں۔ ۴۲)

وہ پتھر مارنے والوں کو دیتے ہیں دعا اکثر
کوئی لاؤ مثال ایسی شرافت ہو تو ایسی ہو

(حضور پُرنور۔ ۵۵)

سیّد ناصر چشتی کے نزدیک تمام روحانی و جسمانی بیماریوں کا علاج شاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود ہے اور مدینے جا کر اُن کے دکھ کافور ہو جاتے ہیں۔ اہلِ عشاق کے لیے خاکِ مدینہ اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

رہتا ہے طبیب ایسا روحانی و جسمانی
ہو جاتے ہیں کتنے ہی دکھ دور مدینے میں

(حضور پُرنور۔ ۷)

دلوں کا درد کب جانا حکیموں نے طبیبوں نے
ترے دربار کی خاکِ شفا پر بات چھوڑی ہے
(حضور پُرنور۔۲۶)

ناصر صاحب نے اسلامی معاشرے کے ثقافتی، جمالیاتی اور عسکری محاسن کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ اِن مذکورہ پہلوؤں کو انھوں نے اپنی نعت کا موضوع بنانے کی کوشش کی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

پیشتر سرکار کے تھی زندگی بے کیف سی
آپ آئے زندگی کی قدر و قیمت بڑھ گئی
(حضور پُرنور۔۵۱)

بیاضِ زندگانی کا تمھارا عشق سرمایہ
اُداسی کے بیاباں میں تمھی نے دل کو بہلایا
(حضور پُرنور۔۵۳)

حاضری کا جنوں جو تڑپائے جب بھی ناصر نہ دل کو چین آئے
اُن کے ناصر تمام دیوانے جاں کی بازی بھی ہار دیتے ہیں
(حسنِ کامل۔۳۴)

پرکارِ دو عالم کا مرکز ہے درِ آقا
بنتا ہے دو عالم کا منشور مدینے میں
(حضور پُرنور۔۷)

آپ کے تبسم کے فیض یاب لگتے ہیں
آسماں کے دامن میں جتنے بھی ستارے ہیں
(خیرالوریٰ۔۱۳)

پناہیں موت بھی مانگے گی اُس سے
نبی کے پیار میں جو مر مٹے گا
(حضور پُرنور۔۲۴)

آج دنیا میں اسلام کے نام لیوا سب سے زیادہ تعداد میں ہیں یہ جانثارانِ مصطفی اپنی قلب ونظر میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ ناصر صاحب کے نزدیک اسلامی انقلاب کا باعث مسلمانوں کی زندگیوں میں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رچاؤ ہے۔

جس وقت کہیں محفلِ عشاق سجے گی
موضوعِ سخن ایک تری ذات رہے گی
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۵۲)

یادِ نبی سے عشق کے غنچے نکھر گئے
ایسا لگا کہ زیست کے رستے سنور گئے
(سُرورِ جاوداں۔۱۰)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعت گو شعرا کے لیے جذبۂ متحرکہ ہے۔ محبوبِ خدا کے ادب واحترام اور عشق ومحبت کے بغیر نعت کی تکمیل تو درکنار ایمان کی تکمیل بھی ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ایمان افروز ہے:

"تم میں سے کوئی ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اُسے اُس کے بیٹے، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔" (۲۳)

ناصر صاحب مذکورہ حدیث کی روشنی میں عشقِ محبوبِ الٰہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلِ ایمان خیال کرتے ہیں۔ اشعار دیکھیے:

عشقِ احمد اندھیری راہوں میں
جب بھی بھٹکیں تو بن کے نور ملے
(حسنِ حبیب۔۱۹۸۷، ۷۳)

ایمان ہے کیا چیز یہ قرآں نے بتایا
ایمان کی وہ جان ہیں قرآن سے پوچھو
(ضیائے مدینہ۔۴۹)

رضا خدا کی لگا لے گی پھر گلے تم کو
لگے رہو گے اگر تم نبی کے سینے سے
(حضور پُرنور۔۳۴)

ناصر صاحب عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر سرشار ہیں کہ وہ اسے نعت کا اہم ترین موضوع گردانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نعت کی تکمیل نہیں ہوسکتی، وہ لکھتے ہیں:

اُن سا نہیں ہے کوئی، ہے یہ عاشقوں کا مذہب
اور اُن کو اپنے جیسا اغیار دیکھتے ہیں
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۹۸)

یہ ناصر پوچھ تو اہلِ جنوں سے
محبت ہی سکھاتی ہے قرینے
(حضور پُرنور۔۴۸)

دھندلائے گا ناصر نہ کبھی گردِ جہاں سے
نعتوں سے سجا رکھا ہے اشعار کا چہرہ
(حضور پُرنور۔۹)

تیرے نام سے ہزاروں کے نصیب جگمگائے
تیرا نام جس میں آئے وہ کلام جھومتا ہے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۸۷)

ناصر صاحب کے نزدیک عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلکِ ربِ کائنات ہے اور نعت سنتِ خداوندی ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصل کمالِ بشر ہے اور عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہارنے والوں کی اصل جیت ہے۔ جو عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آگ میں جلتا رہے گا اُسے نارِ جہنم بھی نہیں جلائے گی۔

بیاں کی ہے ترے کوچوں کی عظمت
کلامِ پاک میں ربِ جلی نے
(حضور پُرنور۔۴۷)

جو عشقِ محمد میں گیا ہار وہ جیتا
تا عمر نہ دیکھے گا کبھی ہار کا چہرہ
(حضور پُرنور۔۹)

عشقِ محبوب میں جو جاں سے گزر جاتے ہیں
یہ حقیقت ہے کہ وہ لوگ سنور جاتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔۴۴)

جسے عشقِ محمد نے جلایا
جہنم میں بھلا کیسے جلے گا
(حضور پُرنور۔۲۵)

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے قلب و ذہن ہی منور نہیں ہوتے بلکہ زمانہ بھی تابانی حاصل کرتا ہے۔ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فکر و نظر کے زاویے بدل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور محبت میں رشتوں کا تقدس بحال ہوا ہے اور معاشرے میں باہمی احترام و اتحاد کی فضا قائم ہوئی ہے۔

زہے نصیب مہینہ کہ جس میں آپ آئے
ہمیں خدا بھی ملا ہے اسی مہینے سے
(حضور پُرنور۔۳۴)

حبیبِ کبریا آئے نظارے مسکرا اٹھے
سہارا مل گیا ہے بے سہارے مسکرا اٹھے!
(حضور پُرنور۔۴۲)

جن کا پیشہ ہی غارت گری تھا، جن کا دستور ہی دشمنی تھا
آج ہیں وہ سبھی بھائی بھائی مصطفی آج تشریف لائے
(کلامِ ناصر۔۳۵)

عشق کے سلسلے، جذب کے ولولے، شوق کے مرحلے
مل گئے جب ملے رحمتِ عالمیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔۲۵)

کوچۂ عشق میں قدم رکھنے والے عاشق کے لیے محبوب کی یادیں زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ محبوب سے دوری کا احساس اِن یادوں کی شدت میں اور بھی اضافہ کر دیتا ہے۔ وہ ہر وقت

تصورِ جاناں میں کھویا رہتا ہے اور ان خیالوں میں اُس کے دن رات بسر ہوتے ہیں۔ ناصر چشتی انھیں یادوں کے سہارے زندہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کے کلام میں یادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اشعار کی بھرمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری کا احساس اُنھیں ہر وقت بے چین رکھتا ہے۔ اُن کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے دور گزرنے والی ساعتیں بے کار ہیں۔ اُن کا قلب محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادوں سے منور ہے۔ یادِ مصطفی میں بسر ہونے والے راحت افزا لمحے اُن کی زندگی کا حاصل اور قلبی سکون کا باعث ہیں۔ یادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض اوقات وہ اشک بار بھی ہو جاتے ہیں لیکن زیادہ تر مسرت و شادمانی کے اثرات اُن پر حاوی نظر آتے ہیں۔ یادِ نبی سے بھرپور اُن کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

پھرتا ہوں تصور میں اکثر ہر آن میں کوچۂ جاناں میں
اُن کے ہی خیالوں میں میری ہر رات بسر ہو جاتی ہے
(کلامِ ناصر۔ ۴۸)

رات کا پچھلا پہر ہے، اس میں تری یاد کا
ساتھ میرے دم بہ دم اک سلسلہ ہے اور میں
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۶)

ان کی یادوں کو جو سینے میں بسا لیتے ہیں
اپنے دامن میں انھیں آفتا چھپا لیتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔ ۲۶)

میں نے بھلا دی دنیا، دنیا سے کوئی کہہ دے
مجھ کو نہ یاد آئے دربارِ مصطفی میں
(ضیائے مدینہ۔ ۱۷)

ایسے جینا بھی خاک جینا ہے اُن کے قدموں سے دُور جو گزرے
روگ اہلِ وفا کو دُوری کے چند گھڑیوں میں مار دیتے ہیں
(حسنِ کامل۔ ۳۴)

یاد آتے ہیں وہ جب حالتِ غم میں کبھی مجھ کو
چاند کی طرح چمک اٹھتا ہے بجھتا چہرہ
(خیر الوریٰ۔ ۴۲)

محبوب کا ذکرِ گرامی عشاق کے دلوں کی دھڑکن ہوا کرتا ہے۔ ناصر چشتی بھی تذکرۂ خیر الوریٰ کو تمام اعمال سے برتر و بالا قرار دیتے ہیں اس لیے قرآنِ پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ خیر سے بھرا ہوا ہے۔ درودِ پاک کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ جو شخص جتنا زیادہ درود پاک پڑھتا ہے اُتنا ہی وہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوگا۔ اہلِ عشاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت چاہتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں رہنا چاہتے ہیں۔ ناصر صاحب بھی ذکرِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ تلاوتِ قرآن بھی ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہی ذکرِ رسول نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سند ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمھیں معلوم ہے کہ میں نے تمھارا ذکر کیسا بلند کیا، میں (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا، اللہ خوب جانتا ہے، فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمھارا بھی ذکر ہوگا"۔ (۲۴)

تذکرۂ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف شاعر کی زبان پر ہی جاری نہیں بلکہ کائنات کی ہر مخلوق بقدرِ ظرف محوِ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ شعری مثالیں ملاحظہ ہوں:

اللہ نے بیاں کی ہے اس میں تو ثنا اُن کی
میں اس لیے پڑھتا ہوں قرآن بلا ناغہ
(خیر الوریٰ۔ ۲۸)

ذرے دیتے ہیں سلاموں کی صدائیں اکثر
جن گلی کوچوں سے سرکار گزر جاتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔ ۴۴)

ہے طریقہ نبیوں کا یہ خدا کی سنت ہے
ذکرِ مصطفیٰ سارے اللہ والے کرتے ہیں

(حسنِ کامل۔۱۰۲)

کوچے کوچے میں تیرے ہی اذکار ہیں
نور پھیلا ترا کارواں کارواں

(حضور پُرنور۔۳۶)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوبِ خدا ہونے کے ساتھ ساتھ محبوبِ کائنات بھی ہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اُن کی دید کے لیے بے قرار ہے۔ ہر دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا و جستجو کے جذبات سے مملو ہے۔ ناصر صاحب کے دل میں بھی دوری و مہجوری کی تڑپ، حضوری و حاضری کی طلب، عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان اور فروغِ نعت جیسے جذبات موجود ہیں۔ علاوہ ازیں وہ قریۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا اور اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشاعت کے تمنائی نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے اُن کے یہ خوب صورت اشعار ملاحظہ ہوں:

رہیں گی کب تلک یہ دوریاں حائل نصیبوں میں
مقدر کب تلک آخر غریبوں کو رُلائیں گے

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۶۰)

دلوں میں تیری محبتوں کا فسانہ تحریر ہو رہا ہے
تری ثنا کا ہر اک زباں پر ترانہ تحریر ہو رہا ہے

(حضور پُرنور۔۶۱)

محبوب کی سنت کا رہا اس پہ جو غازہ
نکھرے گا نہ کیوں سیرت و کردار کا چہرہ

(حضور پُرنور۔۸)

سرکارِ انبیا کی مدحت سرائی کرنا
ہو جائے گر کرم تو یہ بات ہی بڑی ہے

(سُرورِ جاوداں۔۲۹)

ناصر کی حاضری ہو کبھی تیرے آستاں پر
کہ زمانہ ہو گیا ہے مجھے آہیں بھرتے بھرتے

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۲۸)

ہزاروں تاجور لاکھوں سکندر ہم نے دیکھے ہیں
پڑے ہیں دل کے دامن کو بچھا کر ان کے کوچے میں

(حضور پُرنور۔۵۷)

ناصر صاحب کی تمناؤں کا مرکزی نقطہ جذبۂ عشق و وارفتگی ہے۔ یہ جذبۂ عشق ذاتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو محیط ہے۔

محبوبِ خدا کی جس پر بھی جب ایک نظر ہو جاتی ہے
محرومِ تمنا ہر شب کی قسمت میں سحر ہو جاتی ہے

(کلامِ ناصر۔۴۷)

دلوں کا درد کب جانا حکیموں نے طبیبوں نے
ترے دربار کی خاکِ شفا پر بات چھوڑی ہے

(حضور پُرنور۔۲۶)

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان تمناؤں اور آرزوؤں کے تابع اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اگر ایک تمنا پوری ہو جاتی ہے تو اس کی جگہ نئی آرزو دل میں جاگ اُٹھتی ہے۔ ناصر صاحب کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ پیش آیا ہے۔ وہ درِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے متمنی تھے۔ اذنِ حاضری ملنے کے بعد دوبارہ حاضری کی تمنا اُن کے دل میں موجزن ہے۔

دیکھ آیا ہے جو ناصر کوئے دلبر کی گلی
پھر مدینہ دیکھنے کی اس کی حسرت بڑھ گئی

(حضور پُرنور۔۵۲)

اب بھی ناصر میرے دل میں یہ کسک رہتی ہے
کاش حاضر میں مدینے میں دوبارا ہوتا!

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۱۰۳)

مذکورہ بالا اشعار شاعر کے جذبات کے ترجمان ہیں جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نگاہِ شوق کبھی محبوب کے جلوؤں سے سیر نہیں ہوتی۔ کوچۂ محبوب سے دوری کا غم عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر کس قدر گراں گزرتا ہے۔ ناصر صاحب کی نعت میں آرزوؤں اور تمناؤں کا ایک غیر مختتم سلسلہ موجود ہے۔ اُن کے دلِ بے قرار میں پاکیزہ تمناؤں کا جھرمٹ سرگرداں نظر آتا ہے اس سلسلے میں چند مزید مثالیں ملاحظہ ہوں:

روضۂ رسول کی زیارت کا منظر:

کس شان سے مہکی میری قسمت کی کلی ہے
اُٹھی جو نظر میری تو گنبد پہ پڑی ہے
(خیر الوریٰ۔۱۱۹)

خاکِ پائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی آرزو:

ان کے قدموں کی خاک کا ناصر
سرمہ آنکھوں میں ہم لگائیں گے
(حضور پُرنور۔۵۰)

مدینے میں موت کی آرزو:

نکل جائے جاں میری جا کر مدینے
کرم کیجیے پھر بلا کر مدینے
(ضیائے مدینہ۔۴۱)

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترویج واشاعت کی تمنا:

ناصر کی ہے اِک آرزو آئے نظر بس تو ہی تو
تیری ثنا کے واسطے میرا قلم چلتا رہے
(ضیائے مدینہ۔۴۰)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں بیٹھنے کی تمنا:

لب پر رہیں نغمے ترے، پلکوں پہ ہوں آنسو جڑے
قدموں میں پھر تیرے سدا بیٹھا ترا منگتا رہے
(ضیائے مدینہ۔۳۹)

شہرِ طیبہ کا خدا مجھ کو بناتا باسی
تیرے قدمین شریفین میں بیٹھا ہوتا
(حسنِ کامل۔۱۵)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تمنا:

سرکار آج منتظر سارے غلام ہیں
دیدار ہم کو نعت کے دوران چاہیے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۸۳)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رابطہ کی تمنا:

آنکھیں ہوں اشک بار تو لب پہ ثنا رہے
خواجۂ کائنات سے یوں رابطہ رہے
(حسنِ کامل۔۶۱)

ناصر صاحب کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصودِ کن اور اصلِ تکوین کائنات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہِ وجودِ کائنات ہیں۔ یہ موضوع ہر دور کے نعت گو شعرا کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ اس حوالے سے ناصر صاحب نے بھی خوب صورت اشعار تخلیق کیے ہیں۔

نہ آپ آتے اگر جہاں میں قسم خدا کی جہاں نہ ہوتا
نہ چاند تارے نہ یہ نظارے کسی کا نام ونشاں نہ ہوتا
(کلامِ ناصر۔۱۰)

فخرِ کون ومکاں عظمتِ دوجہاں بے اماں کی اماں، بے نشاں کے نشاں
موجب کن فکاں، دونوں عالم کی جاں، روحِ قرآن تُو، میں تو کچھ بھی نہیں
(حضور پُرنور۔ ۴۳)

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناصر چشتی کی نعت کا ایک اور اہم موضوع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر شمیم حیدر ترمذی بیان کرتے ہیں:

"انسان کی خلافتِ ارضی و نیابتِ الٰہی، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنانے اور اپنی زندگی میں جاری وساری کرنے میں ہے"۔(۲۵)

ناصر چشتی اسوۂ سیّد البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو انسان کی دنیوی و اُخروی کامیابی قرار دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے ذریعے ساری خدائی انسان کی دسترس میں آسکتی ہے۔

ہو جاؤ قریب ان کے ذرا اور زیادہ
ہو جائے گا نزدیک خدا اور زیادہ
(حضور پُرنور۔ ۲۸)

عرفان ہوا حاصل اُس شخص کو اللہ کا
آقا کا جسے حاصل عرفان مکمل ہے
(خیر الورٰی۔ ۶۲)

سرکار کا ہونا ہی تو ہونا ہے خدا کا
سچ بول میری بات بجا ہے کہ نہیں ہے
(ضیائے مدینہ۔ ۱۳)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک بھیجنا اللہ کریم کی بڑی محبوب سنت ہے۔
قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے نبی پر، ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔(۲۶)

اِن قرآنی الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے ناصر چشتی بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود وسلام بھیجنے کو اپنے لیے سعادت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک درود شریف شفاعت، توسل، حاجت روائی کا ذریعہ، گناہوں کا کفارہ، درجات کی بلندی، رحمتوں کا نزول اور ذہن وقلب منور ہونے کا ذریعہ ہے۔ درودِ پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اہلِ ایمان کا درودِ پاک سماعت فرماتے ہیں۔ درود شریف پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں اس لیے یہ وظیفۂ عرشِ بریں ہے۔

مرے لب پہ غنچہ بن کے ترا نام کھل اٹھا ہے
جو درود پڑھ کے بیٹھا تو سلام کھل اٹھا ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۸)

ہماری نعت خوانی کے نہیں محتاج وہ ناصر
ثنا خوانوں میں شامل آپ کے باری تعالیٰ ہے
(حسنِ حبیب۔ ۱۹۸۷، ۷۵)

کبھی ہونٹوں پہ ہوتا ہے سلاموں کا حسیں نغمہ
درودوں سے کبھی محفل سجا کر چوم لیتا ہوں
(حضور پُرنور۔ ۳۳)

صبح وشام والہانہ وہ سلامِ عاجزانہ
تھے عجیب ہی نظارے دربارِ مصطفیٰ میں
(خیر الورٰی۔ ۱۲۵)

ناصر صاحب وہ نعت گو شاعر ہیں جن کی نس نس میں نعت گوئی سرایت کر گئی ہے۔ انھوں نے غزلیں بھی کہی ہیں لیکن اُن کی اصل پہچان نعت گوئی ہے۔ زندگی کے آخری بیس سالوں میں اُنھوں نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا اور وہ بفیضِ نعت سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور شفاعت کے اُمیدوار دکھائی دیتے ہیں۔ وہ نعت کو ہی اپنی پہچان اور اپنا ایمان قرار دیتے ہیں اور نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بخشش کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔

نعت ہی میری جان بنی، ایمان بنی، پہچان بنی
لکھنے کو تو میں نے ناصر جانے کیا کیا لکھا ہے
(خیرالوریٰ۔ ۳۸)

اے ناصر تیری بخشش کا یہ بات سبب بن جائے گی
انمول خزانہ نعتوں کا موجود ترے دیوان میں ہے
(حسنِ کامل۔ ۷۲)

دل میں ہے جستجو مصطفیٰ کی لب پہ ہے گفتگو مصطفیٰ کی
نعت کو چھوڑ کر اب تو ناصر کچھ قلم میرا لکھتا نہیں ہے
(منٹھار نبی۔ ۷۸)

ناصر صاحب کی خواہش ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ہر طرف عام ہو جائے۔ گلی گلی اور قریہ قریہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کا فیض پہنچے کیوں کہ نعت کے نور سے ہی دنیا سے جہالت کی گمراہی دور ہو سکتی ہے۔ نعت کے سبب اُن کا کلام تر و تازہ ہے۔ اُن کے نزدیک جو نعت گو شعرا ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اپنے کلام سجا رہے ہیں۔ اُن کی شاعری کو اللہ تعالیٰ مزید نکھار عطا فرمائیں گے۔

دھندلائے گا ناصر نہ کبھی گردِ جہاں سے
نعتوں سے سجا رکھا ہے اشعار کا چہرہ
(حضور پُرنور۔ ۹)

ترا مرہونِ منت ہے یہاں جو بھی سخن ور ہے
سبق تیری محبت کا مگر جس جس کو ازبر ہے
(حضور پُرنور۔ ۱۶)

لکھ رہے ہیں جو ثنائے مصطفیٰ ناصر سدا
ایسے سارے شاعروں کی شاعری کی خیر ہو
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۵)

ناصر چشتی کے نزدیک نعت گوئی عطیہ خداوندی ہے۔ عقیدت و محبت کے بغیر نعت کی تخلیق ممکن نہیں ہے جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی بدولت نعت گو شعرا اس مقدس

صنفِ سخن کی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں۔ عشق و وارفتگی میں ڈوبے اُن کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

ترے ناصر کے حصے میں ثنا خوانی تری آئی
مجھے تو مل گیا بخشش کا زینہ یا رسول اللہ!
(حسنِ حبیب۔ ۱۹۸۷ء، ۱۵)

لب پہ آتا ہے تمھارا نام نامی جس گھڑی
وجد میں سارا زمانہ جھومتا ہے اور میں
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۷)

تو اُن کے محاسن کو قلم بند کیے جا
ہر شعر کو اِک رنگ نیا آپ ہی دیں گے
(خیرالوریٰ۔ ۹۳)

ناصر چشتی نے اس مبارک میدان میں اپنی فکری توانائیوں کے جوہر خوب دکھائے ہیں۔ اُن کی نعت قرآن و حدیث سے استفادہ کرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔ اُن کی نعت نگاری شوقِ شہرت یا فنِ شعر کے کمال کا اظہار نہیں بلکہ اس میں ایک عاشق کی تڑپ کا منظر نامہ ہے۔ ناصر چشتی اُمتِ مسلمہ کے مسائل کا حل سیرتِ طیبہ کو اپنانا قرار دیتے ہیں۔ اُن کی نعت کا مقصد پیغامِ مصطفیٰ کو عام کرنا ہے۔

ناصر چشتی نے تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ روحانی انقلابات اور معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا موضوعِ قلم بنایا ہے۔ علاوہ ازیں نسبت کے بے شمار حوالے آپ کی نعت کا حصہ ہیں جن میں مدینہ سے عقیدت، شہرِ نبی کی ہوائیں، فضائیں، گنبدِ خضرا کی جالیوں سے محبت و عقیدت، مدینہ منورہ کے گلی کوچوں کی عظمت اور خاکِ مدینہ کا ذکر نمایاں ہے۔ اُن کے اشعار عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبے سے مملو ہیں اور عشق و وارفتگی میں ڈوبے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی نعت میں خواہشات اور تمناؤں کا ایک غیر مختتم سلسلہ دکھائی دیتا ہے۔ یہی جذبۂ عشق جب آفاقی رنگ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی تمناؤں کو بھول کر ملت کے غم میں ڈوب جاتے ہیں اور بارگاہِ رسالت میں آہ و فغاں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مختصر طور پر اُن کی نعت جذبۂ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار دکھائی دیتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۶۶

۲۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز۔ ''تفہیم تحسین وشعر'' سنگت پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۶ء ص:۱۴۴

۳۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۵۶

۴۔ عاصی کرنالی، ڈاکٹر۔ ''نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری'' نعت رنگ ۱۵، کراچی مئی ۲۰۰۳ء ص:۱۴۷

۵۔ ریاض مجید، ڈاکٹر۔ ''اُردو میں نعت گوئی'' اقبال اکادمی، لاہور ۱۹۹۰ء ص:۵۵

۶۔ شبلی نعمانی، علامہ۔ ''سیرت النبی'' جلد اول الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور ۱۹۹۱ء ص:۲۲

۷۔ محمد احمد رضا خان بریلویؒ (مترجم)۔ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور، س ن، قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (سورۃ مائدہ:۱۵)

۸۔ جی اے حق محمد۔ ''سیرۃ النبی کے عملی تقاضے'' ماہنامہ فکر ونظر، سیرت نمبر شمارہ نمبر ۸، اسلام آباد، فروری ۱۹۸۰ء ص:۲۷

۹۔ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی۔ ''المسند'' المکتبۃ اسلامی، بیروت ص:۱۸۳

ان المدینۃ مشبکۃ بالملائکۃ علی کل نقب منہا ملکان یحرسانہا، لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال۔

۱۰۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۶۱، ۶۰

۱۱۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۳۳۳

۱۲۔ احمد بن حسین بیہقی، ابوبکر، حافظ۔ ''دلائل النبوۃ'' دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن، جلد ۵ ص:۴۸۹

یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی۔

۱۳۔ انٹرویو: اعجاز اسیر۔ بمقام: فیضان ڈینٹل کلینک، تاندلیانوالہ، فیصل آباد، فروری ۲۰۱۴ء

۱۴۔ محمد احمد رضا خان بریلویؒ (مترجم)۔ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن''، پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور، س ن، وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ (الانبیاء:۱۰۷)

۱۵۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۶۳

۱۶۔ محمد احمد رضا خان بریلویؒ (مترجم)۔ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور، س ن، قد جاء کم من اللہ نور۔ (المائدہ:۱۵)

۱۷۔ احمد سعید شاہ کاظمی، سیّد۔ ''مقالاتِ کاظمی'' جلد اول مکتبہ فریدیہ، ساہیوال، ۱۳۹۷ھ ص:۱۸۴

۱۸۔ محمد احمد رضا خان بریلویؒ (مترجم)۔ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور، س ن، ''النبی اولی بالمومنین من انفسھم'' (سورۃ احزاب:۶)

۱۹۔ محمد عبداللہ سلیم، قاری ''پیغمبر انسانیت خدا کی نظر میں'' نقوش رسول نمبر جلد اول، ادارہ فروغِ اُردو، لاہور، ۱۹۸۲ء ص:۲۱۴

۲۰۔ محمود اللہ نور، سیّد، ڈاکٹر۔ ''نبی آخر الزماں کی تعلیمات'' مقصود کائنات (سیرت رسول نمبر) مرتبہ: سیّد آصف جاہ، سیرتِ محمد ریسرچ اکیڈمی، ملتان بار سوم ۲۰۰۱ء ص:۱۲۸

۲۱۔ سلیمان بن اشعث، امام ابوداؤد۔ ''سنن ابوداؤد'' جلد دوم، مطبع مجتبائی، لاہور، ۱۴۰۵ھ ص:۲۲۸

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

۲۲۔ فواد فخر الدین، ڈاکٹر۔ مضمون ''حضور نے انسانی معاشرت کو کیا دیا'' نقوش رسول نمبر، جلد سوم ادارہ فروغ اُردو، لاہور ۱۹۸۳ء ص:۴۴۹

۲۳۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۴۹، ۴۸

۲۴۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔مقالہ ''اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی''، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، ۲۰۰۸ء ص:۵۸

۲۵۔ شمیم حیدر ترمذی، ڈاکٹر۔ ''ریاضِ نعت اور نوالِ مصطفیٰ''، مشمولہ: ذکرِ شہِ والا از سیّد ریاض حسین زیدی، الاشراق پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۳۲ھ ص:۳۵

۲۶۔ محمد احمد رضا خان بریلویؒ (مترجم)۔ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن''، پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور، س ن، ان اللہ وملیکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (الاحزاب:۵۶)

باب چہارم

سیّد ناصر چشتی کی نعتیہ شاعری کا فنی مطالعہ

کلامِ ناصر کے فنی محاسن

زبان وسیلۂ اظہار ہے جس سے انسان اپنے خیالات و احساسات کو بذریعہ الفاظ دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ انسانی ذہن ایک اتھاہ سمندر ہے جس کی گہرائی میں احساسات و خیالات کی کئی لہریں اُٹھتی رہتی ہیں۔ ان میں خوشی غمی، تحسین و ستائش، اندوہ و مسرت اور عشق و محبت وغیرہ جیسے احساسات کی لہریں شامل ہیں۔ زبان ان لہروں کی ترجمانی الفاظ کے ذریعے کرتی ہے۔ زبان تمام علوم و فنون کی جان ہے۔ زبان بذاتِ خود ایک مستقل علم اور عطیۂ خداوندی ہے۔ اس کا علم ہی انسان کو فرشتوں سے برتر بناتا ہے۔ زبان کا سرمایہ الفاظ ہیں اور الفاظ دو طرح کے ہوتے ہیں کلمہ اور مہمل۔ چند کلموں میں ایک خاص ربط پیدا ہو جائے تو الفاظ کے اس مجموعے کو کلام کہتے ہیں۔ شاعری ایک طرزِ کلام ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ اظہار کی مختلف صورتیں مختلف اوقات میں موثر ثابت ہوتی ہیں۔

ہر شاعر الگ ماحول میں پرورش پاتا ہے، الگ مزاج رکھتا ہے اور الگ حساسیت رکھتا ہے اس لیے ہر شاعر اُسلوب کے لحاظ سے بھی اپنی الگ شناخت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ناصر چشتی بھی جداگانہ طرز کے حامل نعت گو شاعر ہیں اُن کا نعتیہ کلام زبان و بیان اور فصاحت و بلاغت کی بہت سی خوبیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جن میں سادگی و سلاست، منفرد طرزِ ادا، بے ساختگی، چستی بندش، شکوہِ الفاظ اور لطفِ زبان نمایاں ہیں۔ اُن کے نعتیہ کلام کا اعجاز یہ ہے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ نے ایک رنگِ جدا عطا کر دیا ہے:

تُو اُن کے محاسن کو قلم بند کیے جا
ہر شعر کو اِک رنگ نیا آپ ہی دیں گے

(خیرُ الوریٰ۔ ۹۳)

زبان و بیان کی چاشنی:

ناصر چشتی کے ہاں ایسے اشعار کی کمی نہیں ہے جو زبان کی صفائی، خیال کی پاکیزگی اور جملے کی روانی سے متصف نہ ہوں۔ آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی پاسداری کا اہتمام موجود ہے۔ روزمرہ محاورات کے برمحل استعمال سے اُن کے ہاں چاشنی کا عنصر در آیا ہے۔ درج ذیل اشعار میں زبان و بیان کی خوبی دیکھیے:

جب بھی آتا ہے نظر، نقشِ کفِ پا اُن کا
اپنی گردن کو وہیں ہم تو جھکا لیتے ہیں
(کلامِ ناصر۔۱۵)

جب بھی سرورِ دنیا و دیں کا کوئی قصیدہ لکھا ہے
سورج کو اُس در کا جگنو، چاند کو ذرہ لکھا ہے
(خیرُ الوریٰ۔۷۳)

کوئے محبوب کے سارے منظر حسیں، بالیقیں بالیقیں
ہے فضا جاں فزا، خوش نما، دل نشیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔۲۴)

مہتاب ترے حسن کا ادنیٰ سا کنایہ
خورشید اُبھرتا ہے تبسم سے تمھارے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔۱۱۴)

بے ساختگی:

کلام میں بے تکلفی کے انداز کو بے ساختگی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بے ساختہ شعر میں عام بات چیت کا انداز موجود ہوتا ہے۔ ناصر صاحب نے اپنے کلام میں کبھی جذبے سے، کبھی استفہام سے، کبھی سوز و گداز سے اور کبھی تحسین و آفرین سے بے ساختگی کا عنصر نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

دنیا میں اگر کوئی تکریم کے لائق ہے
اِک خود ہیں نبی میرے، اِک آپ کی ہیں باتیں
(حضورِ پُرنُور۔۲۰)

محبت کملی والے سے وہ جذبہ ہے، سنو لوگو!
یہ جس من میں سما جائے وہ من میلا نہیں ہوتا
(کلامِ ناصر: مرتبہ شفیق مجاہد۔۱۰)

خدا کی عظمتیں کیا ہیں محمد مصطفیٰ جانے
مقامِ مصطفیٰ کیا ہے محمد کا خدا جانے
(کلامِ ناصر: مرتبہ شفیق مجاہد۔۲۵)

میری زندگی کا حاصل تیرے در کی چاکری ہے
تیرا نام لے کے جینا یہی میری زندگی ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۸)

چُستیِ بندش:

مشکل اور دقیق الفاظ کو اس مہارت سے کلام میں لانا کہ اُن کی صحت، روانی اور سلاست مجروح نہ ہونے پائے چُستیِ بندش کہلاتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

کتنی ہی مشکلات سے مجھ کو ملی نجات
طوفان سارے ٹل گئے، جب یاد آ گئے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۴۶)

محبوب کی نسبت کا رہا اس پہ جو غازہ
نکھرے گا نہ کیوں سیرت و کردار کا چہرہ
(کلامِ ناصر۔۱۷)

منتظر تھے جس کے آخر آفتاب آنے لگا
دیکھ کر جلوے ستاروں کو حجاب آنے لگا
(سُرورِ جاوداں۔۳۴)

بخشش مری تلاش میں محشر کے روز تھی
نعتِ رسول لے کے میں بستے میں آ گیا
(حسنِ کامل۔۸۰)

دیکھ کر ایسے لگا برقِ تجلی کی ادا
اُن کی مسکان کا انداز چرایا ہو گا
(ضیائے مدینہ۔۵۱)

تراکیب کا تنوع:

سیّد ناصر چشتی کا کلام ایسی تراکیب سے مزین ہے جس میں عشقِ رسول کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے اور یہی جذبہ اُن کے فنی اُسلوب کو زیادہ جان دار بناتا ہے۔ اُن کے ہاں عطفی اور اضافتی تراکیب کی ندرت اور جدت ادائے معنی میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ چند روایتی اضافتی تراکیب ملاحظہ ہوں:

موجِ کرم، ذکرِ مصطفی، آلِ مصطفی، محبوبِ خدا، بزمِ حیات، عرشِ معلّٰی، ماہِ منور، دامانِ کرم، جانِ مسیحا، شاہِ شاہاں، قریۂ جاں، کوچۂ سرکار، دولتِ دارین، عرشِ بریں، مدحتِ محبوب، چشمِ تصور، شہرِ حبیب، نویدِ بہار، درِ رسول، فخرِ آدم، فیضِ بلالی، دلِ ترازو، حسنِ دل ربا، نارِ دوزخ، سرورِ انبیا، حدِ سدرہ، شہِ کونین، بادِ صرصر، بابِ اوّل، بیمارِ نبی، فرطِ ادب، اہلِ خلد اور قسیمِ کوثر وغیرہ۔ ناصر صاحب کی نعت میں خوبصورت عطفی تراکیب بھی بکثرت پائی جاتی ہیں مثلاً: رنگ و بو، شمس و قمر، عرش و فرش، این و آں، لوح و قلم، سیم و زر، شاہ و گدا، اولاد و جاں، مال و دولت، صبح و شام، لعل و گہر، لطف و کرم، کون و مکاں، فہم و فراست، توصیف و مدحت اور حسن و حسین و فاطمہ وغیرہ۔ کلامِ ناصر میں سہ لفظی اضافتی تراکیب بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

شمعِ عشقِ نبی، مظہرِ شانِ کبریا، شانِ یومِ ولادت، ارمِ بابِ کرم، درِ شاہِ لولاک، سرِ عرشِ علیٰ، رونقِ عرشِ معلیٰ، نقشِ کفِ پا، رُخِ تابانِ احمد، شہِ شاہانِ شاہاں، کوئے شاہِ ابرار، حُسنِ رسولِ پاک، حُسنِ جانِ جہاں اور مدحِ شہِ دو جہاں وغیرہ۔

ناصر صاحب کے ہاں مرکبِ عطفی اور اضافت کی آمیزش اُن کے کلام کے فنی خصائص

کی بہترین ترجمانی کرتی ہے جس سے اُن کا کلام ندرت وجدت سے مزین نظر آتا ہے۔ مثالیں دیکھیے:

ماہ و خورشید و ستارے، سرورِ دنیا و دین، بادۂ بادِ صبا، خالقِ بزمِ ارض و سما، مدحِ شہِ دو جہاں وغیرہ۔

مجموعی طور پر ناصر صاحب کا نعتیہ اُسلوب سادہ ہے لیکن کہیں کہیں عربی اور فارسی تراکیب استعمال ہوئی ہیں لیکن ان کے اثر سے کلام میں صوتی و معنوی حسن کی جلوہ گری ضرور ہوگئی ہے۔

عربی و فارسی اثرات:

زبان جذبات واحساسات کی ترجمان ہوتی ہے اور ہر زبان دوسری زبان کے الفاظ اپنے اندر سمونے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اُردو کے اندر بھی اتنی لچک موجود ہے کہ یہ بہت سی دیگر زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ ناصر صاحب کے کلام میں بھی ہمیں عربی اور فارسی کے الفاظ کی آمیزش نمایاں نظر آتی ہے جس سے اُن کے کلام کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

امامِ اوّلیں آئے، شفیعُ المذنبیں آئے
سکوں ایسا ملا ہے غم کے مارے مُسکرا اُٹھے
(کلامِ ناصر، مرتبہ: شفیق مجاہد۔ ۲۴)

حبیبِ ربِ غفور بھی ہے، وہ فخرِ آدم، وہ نُور بھی ہے
جو مظہرِ شانِ کبریا ہے وہ مصطفیٰؐ ہے، وہ مصطفیٰؐ ہے
(حسنِ کامل۔۴۵)

جن و انس و ملک، ہفت ارض و فلک، روزِ محشر تلک
ہے جہاں بے دھڑک اُن کے زیرِ نگیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔۲۴)

جب پکارا یا نبی! یا مصطفیٰ! محشر کے دن
شعلہ شعلہ نارِ دوزخ، پانی پانی ہو گئی
(سُرورِ جاوداں۔۴۱)

عرشِ اعلیٰ کی منزل سے آگے سب حجابات اُٹھتے گئے تھے
اُدنُ مِنّی کی گونجیں صدائیں، غوغائے لن ترانی نہ دیکھا
(خیرُ الوریٰ۔۵۵)

ناصر کوئے حبیب کو اُٹھا ہی تھا قدم
جنت کا راستہ مرے رستے میں آگیا
(حسنِ کامل۔۸۱)

اے جانِ مسیحا! پھر فرمائیں مسیحائی
اب جان بہ لب تیرے بیمار کا عالم ہے
(حُضور پُرنُور۔۱۰)

ہندی الفاظ:

ناصر صاحب کا لفظی اُسلوب اُردو، پنجابی، عربی اور فارسی سے عبارت ہے جس میں کہیں کہیں ہندی الفاظ بھی نظر آتے ہیں لیکن وہ کلام میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ اُن کے ہندی ہونے کا گمان تک نہیں گزرتا۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

ہاں ! وہ لمحے امر ہو گئے
جو مدینے بسر ہو گئے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵، ۹۶)

جانِ مسیحا! کیا بتلاؤں لُوٹ لیا بس ایک ادا نے
دل کو کیسے کر گیا گھائل تیری نظر کا وار، نہ پوچھو
(سُرورِ جاوداں۔۱۸)

مرے حضور کی چوکھٹ سے یہ صدا آئی
یہاں پہ سیس جھکاؤ تو بات بنتی ہے
(سُرورِ جاوداں۔۴۸)

درج بالا اشعار میں امر، گھائل اور سیس کے الفاظ ہندی و سنسکرت کے ہیں مگر اُردو والا اصل

معلوم ہوتے ہیں۔

شکوہِ الفاظ:

بعض اوقات شاعر سادہ الفاظ کی بجائے مشکل اور ثقیل الفاظ کا استعمال کرتا ہے جس سے کلام میں ایک خاص قسم کا طمطراق پیدا ہو جاتا ہے جو اصطلاح میں شکوہِ الفاظ کہلاتا ہے۔ ناصر صاحب کے کلام میں بھی ایسے الفاظ کی کمی نہیں۔ اس سلسلے میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی یوں بیان کرتے ہیں:

''صوتی آہنگ اور معنوی اعتبار سے بعض الفاظ میں خاص قسم کا طمطراق جھلکتا ہے جسے شکوہِ الفاظ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے''۔(۱)

مثالیں ملاحظہ ہوں:

ترا مرہونِ منت ہے، یہاں جو بھی سخن ور ہے
سبق تیری محبت کا مگر جس کو ازبر ہے
(حضور پُرنُور۔۱۶)

دولتِ دارین لے کر بھی نہ دوں ناصر کبھی
کوچۂ سرکار کی وہ مختصر سی ایک شام
(سُرورِ جاوداں۔۵۳)

خاک میں ہے شفا پُراثر ہر دُعا، ہے معطر فضا
اس لیے کہ نبی ہیں وہاں پر مکیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔۲۴)

غنائیت:

کلام میں غنائیت کے عنصر کو ترنم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ناصر صاحب کے ہاں انتخابِ الفاظ غنائی پہلو سے متصف دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً:

کس شان سے مہکی مری قسمت کی کلی ہے
اُٹھی جو نظر میری تو گنبد پہ پڑی ہے
(خیرُ الوریٰ۔۱۱۹)

ہمیں اپنا وہ کہتے ہیں محبت ہو تو ایسی ہو
ہمیں رکھتے ہیں نظروں میں، عنایت ہو تو ایسی ہو
(حضور پُرنُور۔۵۵)

کرتے ہیں بیاں اُن کا جو شان بلاناغہ
رہتا ہے تر و تازہ ایمان بلاناغہ
(خیرُ الوریٰ۔۲۸)

لب پر کبھی ہوتی ہے مدحت کی حسیں سرگم
دل میں کبھی بستی ہیں انگڑائی مناجاتیں
(حضور پُرنور۔۲۰)

حروف کا استعمال:

حروف کا استعمال کلام کو بامعنی بنانے کے ساتھ ساتھ جاذبیت بھی عطا کرتا ہے۔ ناصر صاحب نے اپنے کلام میں حُروف کی کئی اقسام متعارف کروائی ہیں۔ جیسے: حُروفِ تحسین، حُروفِ استعجاب، حُروف تمنا، حُروفِ تاسف، حُروفِ شرط اور حُروف صلہ و موصول وغیرہ۔ اُن کے ہاں درج ذیل حُروفِ تحسین کا استعمال بکثرت ہوا ہے: واہ واہ، اللہ اللہ، مرحبا مرحبا، اللہ رے، للہِ الحمد، مبارک، زہے نصیب اور زہے قسمت وغیرہ۔ اُن کے ہاں تحسین آفرینی کا جذبہ بکثرت موجود ہے۔ ممدوحِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدِ مسعود پر شاعر کے ساتھ کائنات کی ہر چیز اپنی خوش نصیبی پر شاداں نظر آتی ہے۔ مبارک باد کے ان گنت مناظر ناصر صاحب کے نعتیہ کلام میں جلوہ افروز ہیں۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

اللہ رے! لطافت ترے پُرنور بدن کی
ٹھنڈک کا ہے احساس، مگر سایہ نہیں ہے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵ء،۱۷)

میرا گھر، اولاد و جاں محبوب پر قربان ہے
مرحبا! کتنا حسیں میرا نبی، سلطان ہے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵ء،۷۸)

بخششیں دینے کو آتی ہیں مبارک اس کو
جانِ عالم کے قدم جس کے بھی گھر جاتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔۴۴)

بن کے نُورِ خدا مصطفیٰؐ آ گئے
مرحبا! مرحبا! مصطفیٰؐ آ گئے
(حسنِ کامل۔۱۲۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُوری کا احساس ہمیشہ شاعر کے دل میں موج زن رہتا ہے اور وہ اپنی آرزوؤں کے بیان میں خوب صورت حُروفِ تمنا کا یوں بیان کرتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

کاش! میں اُن کی گزرگاہ کا ذرّہ ہوتا!
جب گزرتے کبھی نعلین سے لپٹا ہوتا
(حسنِ کامل۔۱۵)

نہیں ہوتیں اِک بار سیراب آنکھیں
خدایا! دکھا دے دوبارہ مدینہ
(حسنِ کامل۔۱۱۲)

حروفِ استعجاب کا استعمال:

اللہ اللہ! پھبن، تیری شاہِ زمن، ہے تُو جانِ چمن
زینتِ انجمن اور حسیں نازنیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔۲۵)

''حیف'' اور ''ہائے'' حرفِ تاسف ہیں جسے ناصر صاحب نے اپنے کلام میں یوں سمویا

ہے کہ جذبے کی شدت اُبھر کر سامنے آ گئی ہے، مثال دیکھیے:

جاتے ہیں بھول سارے رنج و الم وہاں پر
منہ سے نہ نکلے ہائے! دربارِ مصطفیٰ میں

(ضیائے مدینہ۔ ۷۰)

حُروفِ ایجاب اور حروفِ شرط کا استعمال:

محشر کے روز ہر طرف لہرا رہا ہے جو
ہاں! وہ بجز حضور کے جھنڈا کوئی نہیں

(حسنِ کامل۔ ۳۳)

تُو نہ روتا کبھی غاروں میں ہماری خاطر
غم گداؤں کا اگر تجھ کو گوارا ہوتا!

(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۱۰۳)

حُروفِ صلہ و جزا:

ناصر صاحب کے ہاں حُروفِ صلہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے جیسے: جو، جس نے، جس کو، جن، جن کو، جب، جیسے، جس دم، جسے، جتنا اور جتنے وغیرہ۔ چونکہ اسمائے موصولہ کے ساتھ شرط کے معنی بھی موجود ہوتے ہیں اس لیے صلہ کے اعلان کے لیے حرفِ صلہ یا جزا کا آنا ناگزیر ہے۔ جیسے: جدھر کا حرفِ جزا اُدھر، جتنا کا اتنا، جہاں کا وہاں اور جیسا کا حرفِ صلہ ویسا ہے۔ ناصر صاحب کے کلام سے مثالیں دیکھیے:

جسے اپنی غلامی کے لیے سرکار چن لیں گے
لحد سے لے کے محشر تک وہ ناصر مسکرائے گا

(سُرورِ جاوداں۔ ۲۱)

اگر ہے چومنا جائز حرم میں حجرِ اسود کو
نہ لیں عشاق پھر کیوں کر درِ غم خوار کے بوسے

(سُرورِ جاوداں۔ ۳۰)

جو نامِ مصطفیٰؐ چومیں نہیں دُکھتیں کبھی آنکھیں
پہن لے پیار جو اُن کا، بدن میلا نہیں ہوتا

(کلامِ ناصر۔ مرتبہ: شفیق مجاہد۔ ۱۰)

غم راستے بدل گئے جب یاد آ گئے
گرتے ہوئے سنبھل گئے جب یاد آ گئے

(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۴۶)

جو ملا مقام جس کو، وہ ملا ترے کرم سے
تو قدم جہاں بھی رکھ دے، وہ مقام جھومتا ہے

(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۸۷)

القابات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق و کردار میں کوئی ثانی نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی صفاتی اور نسبتی القابات سے پکارا ہے۔ قبل از اسلام بھی اہلِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کے القابات سے پکارتے تھے۔ ناصر صاحب کے ہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی ناموں کا ذکر بڑی عقیدت و احترام سے کیا گیا ہے۔ جیسے: خیر البشر، آقائے نامدار، شاہِ لولاک، شفیع المذنبین، قسیمِ کوثر، سرورِ عالم، خواجۂ کائنات، محبوبِ خدا، خیر الوریٰ، شاہِ انبیا، حبیبِ خدا اور سرورِ دیں وغیرہ۔ وہ خوبصورت القابات ہیں جو ناصر صاحب کی نعتیہ شاعری کا خزینہ ہیں۔ اب ذرا شعری مثالیں دیکھیے:

آقائے نامدار کی یادوں پہ میں نثار
روتے ہوئے بہل گئے جب یاد آ گئے

(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۴۶)

امامِ اوّلیں آئے شفیعُ المذنبیں آئے
سکوں ایسا ملا ہے غم کے مارے مسکرا اُٹھے

(کلامِ ناصر۔ مرتبہ: شفیق مجاہد۔ ۲۴)

لکھتا رہا ہوں مدحِ شہِ دوجہاں مدام
دن اس طرح سے زیست کے ہوتے بسر گئے
(سُرورِ جاوداں۔١١)

مانا ناصؔر بڑا پُرخطا ہوں سیہ کرم کی مگر انتہا ہے
حاضری شاہِ دیں کے دوارے نعت ہی کے بہانے لگی ہے
(ضیائے مدینہ۔٦١)

علامت نگاری:

استعارہ اپنے وسیع معنوں میں علامت کہلاتا ہے۔ اگر استعارہ الفاظ کا ایک معنی واضح کرتا ہے تو علامت کثیر جہتی مفاہیم کو واضح کرتی ہے۔ بعض اوقات استعارہ، کنایہ یا تلمیح کے الفاظ علامت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ علامتیں روایتی بھی ہو سکتی ہیں اور اختراعی بھی۔ علامت نگاری کے حوالے سے ناصر صاحب کے ہاں اختراعی پہلو نمایاں ہے۔ علامت نگاری کے ذریعے آپ عہدِ حاضر کے انسان کو درپیش مسائل اور اُن کے حل کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اُن کے کلام سے مثالیں ملاحظہ ہوں:

میرے سرور! میری قسمت کو بھی اعلیٰ کر دے
دل کی دُنیا میں اندھیرا ہے، اُجالا کر دے
(حسنِ حبیب۔٢٠٠٥، ٢٤)

ہیں گو طوفان، پر میرے نبی کی مہربانی ہے
نہ جاں لرزی، نہ دل کانپا، نہ کشتی ڈگمگائی ہے
(سُرورِ جاوداں۔٣٢)

محاکات نگاری:

الفاظ کے تصویری پیکر تراشنا محاکات نگاری کہلاتا ہے۔ ناصر صاحب کے کلام میں زندہ مناظر کا بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور روضۂ رسول سے دُوری کا

احساس اُنھیں ہر وقت تڑپاتا رہتا ہے۔ مدینے کی تمنا کا منظر دیدنی ہے۔ شعر دیکھیے:

تیری آرزو میں ڈھل کر، میری آنکھ سے نکل کر
تیرے در پہ جا رُکیں گے میرے آنسو چلتے چلتے
(کلامِ ناصر۔ مرتبہ: شفیق مجاہد۔١٣)

مدینے میں حاضری کا شوق:

سامنے ہو طیبہ بھی اور آپ بھی ہوں رُو بہ رُو
کاش! میری زندگی کا اس طرح ہو اختتام
(کلامِ ناصر۔ مرتبہ: شفیق مجاہد۔٣٧)

مری دھڑکن کی بولی بھی سمجھتے ہیں مرے آقا
مرے آنسو انھیں میری کہانی خود سنائیں گے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔٦٠)

کس قدر بے تاب ہے دل ہجر کے لمحات میں
ایک مرضِ لا دوا سے واسطہ ہے اور میں
(سُرورِ جاوداں۔١٦)

کلی کو چومنے والے تقاضا ہے یہ اُلفت کا
بجائے لب کے آنکھوں سے تُو لے ہر خار کے بوسے
(سُرورِ جاوداں۔٣٠)

شاعرانہ تعلّی:

بعض اوقات شاعر اپنے کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جن کے پیچھے خودنمائی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، یہ رویہ شاعرانہ تعلّی کہلاتا ہے۔ اس بارے میں رشید وارثی بیان کرتے ہیں:

''جذبۂ خودنمائی میں یہ خواہش مضمر ہوتی ہے کہ انسان اپنی اچھائیاں بیان کر کے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے بڑا دکھائے۔''(٢)

شاعرانہ تعلّی غزل گو شعرا کے ہاں تو قابلِ قبول ہے لیکن نعت جیسی صنفِ سخن میں علما اور ناقدین اسے تحسین کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ناصر صاحب کے ہاں نعت کے ابلاغ، فصاحت اور شادابی کے حوالے سے شاعرانہ تعلّی کا رویہ موجود ہے جو دراصل تعلّی کم اور تحدیثِ نعمت زیادہ ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

اے ناصر بخشش کا یہ بات سبب بن جائے گی
انمول خزانہ نعتوں کا موجود تیرے دیوان میں ہے
(منٹھار نبی۔ ۵۵)

رقم کرتا ہے جب ناصؔر قلم قرطاس پر نعتیں
نظر سو بار لیتی ہے مرے اشعار کے بوسے
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۱)

بڑی ہے قابلِ تحسین تمھاری نعت گوئی بھی
تمھارے پیار میں سرشار، ہر شاعر قلندر ہے
(حضور پُرنُور۔ ۱۶)

استفہامیہ لہجہ:

ناصر صاحب کے ہاں استفہامیہ لہجہ بڑے خوب صورت انداز میں موجود ہے۔ استفہامیہ طرزِ انداز قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے ساتھ ساتھ ادائے معنی کی نئی جہتیں متعارف کرواتا ہے۔ استفہام کی تین بنیادی اقسام ہیں اور ناصر صاحب نے ان تینوں سے اپنے کلام کو مزین کیا ہے۔

استفہامِ اقراری:

استفہامِ اقراری میں سوال کے ذریعے کسی چیز یا امر کے ثبوت کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے،
جیسے: کہتے کیوں نہیں؟ کیا کیوں نہیں؟ وغیرہ۔ پہلی مثال میں ''کہتے کیوں نہیں'' کے الفاظ سے ''کہہ دو'' مراد ہے۔ اسی طرح دوسری مثال میں ''کیوں نہ جاؤں'' کے الفاظ سے مراد اس بات کا

اقرار ہے کہ ''میں تو جاؤں گا''۔ استفہامِ اقراری سے مراد کسی امر کا اقرار کرنا یا اقرار لینا مقصود ہوتا ہے۔ ناصر صاحب کے ہاں استفہامِ اقراری کے حوالے سے خوب صورت مثالیں موجود ہیں۔

محبوب کی نسبت کا رہا اس پہ جو غازہ
نکھرے گا نہ کیوں سیرت و کردار کا چہرہ
(کلامِ ناصر مرتبہ: شفیق مجاہد۔ ۱۷)

اِک نامِ محمد ہی ہے وجہِ سکوں ناصؔر
کچھ لوگ نہ جانے کیوں اس نام سے جلتے ہیں
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۴۲)

دامن میں چھپا لینا غم خوار کا شیوہ ہے
پھر جائیں نہ کیوں سارے مجبور مدینے میں
(حضور پُرنُور۔ ۷)

استفہامِ انکاری:

جب کسی بات کی نفی کرنا مقصود ہو تو وہ استفہامِ انکاری کہلاتا ہے، جیسے: میں نے یہ کب کہا؟ کس میں اتنی ہمّت ہے؟ وغیرہ۔ پہلے جملے کا مطلب ہے کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے جب کہ دوسرے جملے سے مراد ہے کہ کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ ناصر صاحب کے کلام میں استفہامِ انکاری کا استعمال بڑے مؤثر انداز میں ہوا ہے۔ انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یکتائی، برتری اور بزرگی کے بیان میں دیگر تمام مخلوقات کی نفی کے لیے استفہامِ انکاری سے جو کام لیا ہے وہ قابلِ صد ستائش ہے۔ مثلاً:

سب زبانوں پہ ہے نام کس کا اور اذانوں میں ہے نام کس کا
کون کہتا ہے ہر اک زمانہ مصطفیٰؐ کا زمانہ نہیں ہے؟
(حسنِ کامل۔ ۹۳)

دل تو پہلی ہی نظر میں ہوا اُن کا ناصؔر
کب نگاہوں کے بھلا تیر خطا ہوتے ہیں؟
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۷۵)

ہم جدا سمجھیں تو اس مسیں ہماری ہے خطا
ہم غلاموں کو وہ کب خود سے جدا کرتے ہیں؟
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۴۹)

پہلے شعر میں استفہامِ انکاری کے ذریعے اس بات کی نفی کا بیان ہے کہ کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مبارک یا کوئی بھی زمانہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہ ہوں۔ شاعر نے دوسرے اور تیسرے شعر میں نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مثال پیش کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کو اپنے آپ سے جدا نہیں کرتے ہیں اور یہ دل تو پہلی ہی نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کا گرویدہ ہو چکا ہے۔ استفہامِ انکاری کی مزید مثالیں دیکھیے:

مصطفیٰ کے دیوانے کب کسی سے ڈرتے ہیں
ذکر کملی والے کا کرنے والے کرتے ہیں
(حسنِ کامل۔ ۱۰۲)

اُن کے کرم کا شکوہ کیسا؟ اپنا ہی تنگ دامن نکلا
دینے پر آ جائیں تو کتنا دیتے ہیں سرکار نہ پوچھو
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۸)

رہتا ہے طبیب ایسا جسمانی و روحانی
ہو جاتے ہیں کتنے ہی دُکھ دُور مدینے میں
(حضورِ پُرنُور۔ ۷)

استفہامِ استخباری:

یہ استفہامِ حقیقی بھی کہلاتا ہے۔ کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: کب آؤ گے؟ اب کیا کریں؟ مثلاً:

اس تمنا پہ صرف زندہ ہیں اور تمنا نہیں کوئی دل میں
جانے کب وہ خزاں گزیدوں کو پھر نویدِ بہار دیتے ہیں؟
(حسنِ کامل۔ ۳۴)

مذکورہ بالا شعر کے مصرعِ اولیٰ میں شاعر نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں التجا کرتے ہوئے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ ہم خزاں رسیدہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب نویدِ بہار دیتے ہیں یعنی کب روضۂ رسول پر آنے کی خوش خبری دیتے ہیں۔ ایک اور شعر ملاحظہ کریں:

جو بھی سرکارِ دو عالم کے گدا ہوتے ہیں
کب وہ مر کر بھی مدینے سے جدا ہوتے ہیں؟
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵ء، ۷۴)

محاورات کا استعمال:

روزمرہ بول چال کو محاورے کا نام دیا جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ:

''محاورے میں ایک فعل یا ایک حرفِ ربط ہو اور ایک دوسرے کے مشابہ نہ بتایا جائے جیسے موہن نے بہت پاپڑ بیلے، یعنی مصیبت اُٹھائی''۔ (۳)

محاورے کا برمحل استعمال کلام میں شگفتگی اور تازگی پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے نیز اس سے کلام میں معنویت اور جدت پیدا ہوتی ہے۔ ناصر صاحب کے ہاں محاورات کی کثرت ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: دل کو چین نہ آنا، جان وار دینا، یادوں میں کھونا، گیت گانا، بازی ہارنا، دربدر ٹھوکریں کھانا، راہ تکنا، نگاہوں میں بسانا، آہیں بھرنا، نظروں سے اوجھل ہونا، دل سے اُترنا، آنکھیں چار ہونا، رشک آنا، پانی پانی ہونا، دل میں اُترنا، آنکھیں بچھانا، بات بننا اور سکتے میں آنا وغیرہ۔

محاورات کے استعمال سے ناصر صاحب کے کلام میں زورِ بیان کے ساتھ ساتھ شیرینی اور لطفِ زبان کا حُسن پیدا ہوا ہے۔ آپ کے ہاں نہ صرف محاوروں کی کثیر تعداد موجود ہے بلکہ بعض اوقات ایک ہی شعر میں دو دو محاورات بھی استعمال ہوئے ہیں۔ محاورات کی چند شعری مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حاضری کا جنوں جو تڑپائے، جب بھی ناصر نہ دل کو چین آئے
اُن کے ناصر تمام دیوانے، جاں کی بازی بھی ہار دیتے ہیں
(حسنِ کامل۔ ۳۴)

مجھ سے گناہ گار پر اتنا ہوا کرم
بس میں تو دیکھ دیکھ کر سکتے میں آ گیا
(حسنِ کامل۔ ۸۰)

میرے سُونے سُونے گھر کو کبھی رونقیں عطا کر
میں دیوانہ ہو گیا ہوں تیری راہ تکتے تکتے
(منٹھار نبی۔ ۱۳۲)

شہرِ رسول دیکھ کر اتنا سکوں ملا
دل سے دیارِ غیر کے منظر اُتر گئے
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۰)

جب پکارا یا نبی، یا مصطفیٰ، محشر کے دن
شعلہ شعلہ نارِ دوزخ، پانی پانی ہو گئی
(سُرورِ جاوداں۔ ۴۱)

سہلِ ممتنع:

ایسا کلام جو بظاہر سادہ اور آسان معلوم ہو مگر جب کوئی شخص خود ویسا کلام لکھنا چاہے اور لکھ نہ سکے تو ایسا کلام سہلِ ممتنع کہلائے گا۔ دیگر الفاظ میں کلام کو تصنع اور بناوٹ سے ہٹ کر سادہ الفاظ میں بیان کرنے کو سہلِ ممتنع کہتے ہیں۔ ناصر صاحب کا کلام بھی اس خوبی سے مزین دکھائی دیتا ہے اور وہ اس فن میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ آپ کے کلام سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں سہلِ ممتنع کی خوبی موجود ہے:

محشر میں اس کا کوئی مددگار نہ ہو گا
سرکارِ دوعالم سے جسے پیار نہ ہو گا
(حسنِ کامل۔ ۱۰۹)

کس شان سے مہکی میری قسمت کی کلی ہے
اُٹھی جو نظر میری تو گنبد پہ پڑی ہے
(خیرُ الوریٰ۔ ۱۱۹)

صبح آتا ہے، شام آتا ہے
لب پہ اُن کا ہی نام آتا ہے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۴۸)

مدینے کا رتبہ گھٹایا نہ جائے
جو یاد آئے تو پھر بھلایا نہ جائے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۹۳)

دین و دنیا میں جو تیرا نہ سہارا ہوتا
کس کے ٹکڑوں پہ فقیروں کا گزارا ہوتا
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۱۰۲)

محمد کی غلامی میں، دوعالم کی بھلائی ہے
اسی میں ہے خدا راضی، اسی میں ہی خدائی ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۲)

تشبیہ:

کلام میں ایک چیز کو کسی مشترک خوبی یا خامی کی بنیاد پر کسی دوسری چیز کے مشابہ قرار دینا، صنعتِ تشبیہ کہلاتا ہے۔ ناصر صاحب کے ہاں صنعتِ تشبیہ کا خوب صورت استعمال ملتا ہے۔ مثلاً:

یاد آتی ہے اُن کی یوں مجھ کو
جیسے گردش میں جام آتا ہے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۴۸)

آپ جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا
کیسے کہہ دوں کہ کوئی میرے نبی سا ہو گا
(ضیائے مدینہ۔ ۵۱)

یادِ نبی سے عشق کے غنچے نکھر گئے
ایسا لگا کہ زیست کے رستے سنور گئے
(سُرورِ جاوداں۔ ۱۰)

زمانے بھر کو رکھتا ہے جو روشن روشنائی سے
ترے جیسا وہ سورج بھی نہیں ہے، گنبدِ خضرا
(خیرُ الوریٰ۔۱۲۸)

استعارہ:

استعارہ کے لغوی معنی مستعار لینا کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی لفظ کو اُس کے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ دونوں معنوں کے درمیان تشبیہ کا تعلق پیدا ہوجائے، استعارہ کہلاتا ہے۔ کلام میں معنی کی مزید وضاحت کے لیے استعارہ قابلِ مفید ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کچھ یوں رقم طراز ہیں:

''یہ محض ایک تزئینی شے نہیں بلکہ شعر کا جوہر ہے۔ استعارہ کو صفائی، خیال کی کلید اور معنی کا گنجینۂ طلسم کہا گیا ہے''۔(۴)

سیّد ناصر حسین چشتی کے کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے حوالے سے واضح استعاروں کی مثالیں عام ملتی ہیں۔ جیسے:

ستارے بھی لیتے ہیں انوار جس سے
وہی ہے، وہی ہے، ستارا مدینہ
(حسنِ کامل۔۱۱۳)

کھڑا ہوں میں ناصر درِ مصطفیٰ ﷺ پر، ہے کتنا کرم مصطفیٰ ﷺ کا گدا پر
چمک جس سے پائی ہے شمس وقمر نے وہ مہرِ منور مرے سامنے ہے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۵۹)

عرش و فرش والے بھی شیر اُس کو کہتے ہیں
ہاتھ سے وہ خود جس کو ذوالفقار دیتے ہیں
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔۲۱)

منتظر تھے جس کے آخر آفتاب آنے لگا
دیکھ کر جلوے ستاروں کو حجاب آنے لگا
(سُرورِ جاوداں۔۳۴)

مزید مثالیں دیکھیے:

ساری دنیا کے چراغ اس کو سلامی دیں گے
جو دیا خالق نے مدینے میں جلا رکھا ہے
(سُرورِ جاوداں۔۶)

مدینہ ہے ایسا شجر اس جہاں میں
خزاؤں میں بھی جس کا سایہ نہ جائے
(حسنِ حبیب، ۲۰۰۵ء، ۱۲۳)

مجازِ مرسل:

مجازِ مرسل ایسا کلمہ ہے جو اپنے حقیقی معنوں کے علاوہ اور معنوں میں استعمال ہو۔ اس میں جزو سے کُل، کُل سے جزو، سبب سے مسبب، مسبب سے سبب، ظرف سے مظروف، مظروف سے ظرف، لازم سے ملزوم اور ذکر سے صاحبِ ذکر وغیرہ مراد لیے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی اپنی کتاب کشافِ تنقیدی اصطلاحات میں لکھتے ہیں:

''علمِ بیان کی اصطلاح میں جو لفظ سوائے معنی موضوع لہ، کے اور معنی میں استعمال ہوا و روہاں کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو حقیقی معنی مراد لینے سے مخاطب کو روک دے سوائے تشبیہ کے ہو۔ مجازِ مرسل کہلاتا ہے''۔(۵)

ناصر چشتی کے کلام سے مثالیں ملاحظہ ہوں:

انساں ہو، فرشتہ ہو، نہیں کوئی بھی ایسا
جو تیرے گداؤں میں نظر آیا نہیں ہے
(حسنِ حبیب۔۱۷)

جب شہرِ رسالت کی محفل میں چھڑیں باتیں
انساں تو انساں ہے پتھر بھی پگھلتے ہیں
(حسنِ حبیب۔۶۸)

مشکل نے گھیرا جس گھڑی، آنکھوں کے سامنے
آیا مدینہ تو کبھی بغداد آ گیا
(حسنِ کامل۔۲۷)

اس مثال میں مدینہ اور بغداد کا لفظ شاہِ مدینہ اور شاہِ بغداد کے لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ مشکل کی گھڑی میں ناصر صاحب کی مدد شاہِ مدینہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شاہِ بغداد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کریں گے نہ کہ مدینہ اور بغداد۔

کنایہ:

کنایہ کے لغوی معنی ''اشارہ اور رمز'' کے ہیں۔ سیّد عابد علی عابد اپنی کتاب ''البیان'' میں سجاد مرزا بیگ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اصطلاحِ علمِ بیان میں کنایہ ایسے کلمے کو کہتے ہیں جس کے لازمی معنی مراد ہوں اور اگر حقیقی معنی لیے جائیں تو بھی جائز ہو''۔(۶)

دوسرے لفظوں میں کنایہ میں لفظ کے معنی لازم و ملزوم دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں۔ کنایہ موصوف کی ذات، اُس کی صفت یا کسی صفت کے اسباب یا نفی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ناصر صاحب نے نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک اور صفاتِ عالیہ کے متعلق برمحل کنایے اختیار کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کے کنایے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ فکر اور معاشرتی انقلاب کا احاطہ بھی کرتے ہیں۔

بستی گئیں ہزار ہا پھولوں کی بستیاں
جانِ بہار، جانِ گلستاں جدھر گئے
(سُرورِ جاوداں۔۱۰)

دونوں جہاں کا دولھا جس کو نواز دے گا
دراصل تاج ور تو دنیا میں بس وہی ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۸)

دیکھ آیا ہے جو ناصر کوئے دلبر کی گلی کو
پھر مدینہ دیکھنے کی، اُس کی حسرت بڑھ گئی ہے
(حضورِ پُرنور۔۵۲)

سراپا نُور بنا کے جسے یہاں بھیجا
تمام چمکے نگینے، اسی نگینے سے
(حضورِ پُرنور۔۳۴)

جانِ مسیحا کرنا نظرِ کرم خدارا !
دن رات تیری راہیں بیمار دیکھتے ہیں
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۹۸)

صنائع لفظی

صنائعِ لفظی الفاظ کی مہارت گری کا فن ہے۔ اس سے کلام میں صوتی حسن اُجاگر کیا جاتا ہے تاکہ قاری پر خوش گوار اثرات مرتب ہوں۔ لفظی کاری گری کے اس قرینے سے ناصر صاحب نے بڑی خوبی سے اپنی جودتِ طبع کا مظاہرہ کیا ہے۔ اُن کے کلام میں صنائعِ لفظی کی جو اقسام بیان ہوئی ہیں اُن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

تجنیس:

تجنیس کے لغوی معنی ہیں: ''ہم جنس ہونا''۔ علمِ بدیع کی اصطلاح میں تجنیس کے معنی دو لفظوں کے تلفظ میں مشابہت اور معنی میں اختلاف کے ہیں۔ مثلاً: کتنی بار کہا ہے کہ جانور پر اتنا بار نہ ڈالو۔ اس مثال میں بار کا لفظ دو مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پہلی بار تعداد اور دوسری بار بوجھ کے معنوں میں آیا ہے۔ دونوں لفظ باہم ہم جنس ہیں اس لیے ان میں صنعتِ تجنیس پائی جاتی ہے۔

سیّد ناصر چشتی کے ہاں صنعتِ تجنیس مختلف صورتوں میں استعمال ہوئی ہے۔ جس سے شعر کے صوتی حسن کے ساتھ ساتھ اُس کی معنویت پر عمدہ اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ناصر صاحب کے ہاں اس صنعت کا موزوں اور عمدہ استعمال پایا جاتا ہے۔ تفصیل پیشِ خدمت ہے:

تجنیسِ تام:

اس میں دوالفاظ تعدادِ حروف اور حرکات وسکنات کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں مگر معنی کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔مثلاً:

ایسی معراج کی اس نے تصدیق کی، ہر زباں پر ہی صدیق صدیق تھی
مصطفیٰ ؐ نے کہا پیارے صدیق یہ آج تیری صداقت کی معراج ہے

(سُرورِ جاوداں۔۲۲)

یہاں پہلی بار ''معراج'' کا لفظ واقعۂ معراج سے منسوب ہے جب کہ دوسری بار ''معراج'' بلندی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن دونوں الفاظ تعدادِ حروف اور وزن کے لحاظ سے ہم جنس ہیں۔

تجنیسِ محرف:

اس صنعت میں دو الفاظ حروف کی تعداد کے لحاظ سے تو ایک جیسے ہوتے ہیں مگر ان کی حرکات وسکنات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ناصر چشتی صاحب کے کلام سے یہ شعر دیکھیے:

تھے سامنے حضور بھی ہونٹوں پہ تھے سلام
پُل سے بس ایک پَل ہی میں ہم تو گزر گئے

(سُرورِ جاوداں۔۱۱)

محولہ بالا مثال میں پہلا لفظ ''پُل'' ہے جو پل صراط کے معنوں میں آیا ہے جب کہ دوسرا لفظ ''پَل'' لمحہ کے معنوں میں آیا ہے۔حروفِ تعداد کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں لیکن ان کے تلفظ میں اختلاف موجود ہے۔

تجنیسِ زائد وناقص:

اس صنعت میں ایک لفظ میں دوسرے لفظ کی نسبت ایک حرف کی کمی بیشی ہوتی ہے۔مثلاً:

در بہ در کی نہ ٹھوکریں کھاؤ، شہرِ محبوب کو چلے آؤ
اُن کے ہو کر جیو زمانے میں، جن کا ناصر گدا زمانہ ہے

(حسنِ کامل۔۳۵)

مذکورہ شعر میں ''دراور بدر'' کے مابین تجنیس زائد وناقص موجود ہے۔ □

تجنیسِ خطی:

اس صنعت میں ایک لفظ کی نسبت دوسرے لفظ کے نقاط کی تعداد میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔جیسے: غرق اور عرق میں محض ایک نقطے کا فرق ہے اگر اُنھیں بغیر نقاط کے لکھا جائے تو دونوں ہم جنس ہیں۔مثال میں ناصر صاحب کا یہ شعر دیکھیے:

بعد مرنے کے مرے، آ کے لحد میں میری
اے مرے نُور کے پیکر تُو اُجالا کر دے

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۱۰۰)

اس مثال میں ''مرنے اور میرے'' کے الفاظ میں تجنیس خطی موجود ہے۔مجموعی طور پر صنعتِ تجنیس کا یہ خوب صورت استعمال ناصر صاحب کی فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس کے استعمال سے کلام میں معنوی وصوری حُسن پیدا ہو گیا ہے جس کی تاثیر سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اشتقاق:

اشتقاق کے لغوی معنی ''شق کرنا، چیرنا اور نکالنا'' کے ہیں۔اصطلاح میں مصدر سے اسم اور فعل بنانے کا عمل اشتقاق کہلاتا ہے۔مثلاً:

کریموں میں کریم ایسے کریمی ناز کرتی ہے
اُنھیں کے گھر سمٹ آئی عنایت بھی، سخاوت بھی

(سُرورِ جاوداں۔۱۲)

مذکورہ شعر میں کریموں، کریم اور کریمی کا مادۂ اشتقاق ایک ہی ہے۔ناصر چشتی نے صنعتِ اشتقاق کی چند عمدہ مثالیں پیش کی ہیں۔مثلاً:

جب بلالِ باصفا کو کافروں نے دی سزا
عشق بولا تیری عاشق عاشقی کی خیر ہو

(سُرورِ جاوداں۔۱۴)

لکھ رہے ہیں جو ثنائے مصطفیٰ ناصرؔ، سدا
ایسے سارے شاعروں کی شاعری کی خیر ہو
(سُرورِ جاوداں۔۱۵)

بصارت نے جہاں حیرت سے اپنی موند لیں آنکھیں
وہاں سے راہنما دل کی بصیرت ہوتی جاتی ہے
(حضورِ پُرنُور۔۱۵)

مذکورہ بالا مثالوں میں عشق اور عاشق، شاعروں اور شاعری نیز بصارت اور بصیرت میں بھی صنعتِ اشتقاق موجود ہے۔

شبہٴ اشتقاق:

کلام میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جن کا مادۂ اشتقاق بظاہر ایک معلوم ہو لیکن اصل میں دونوں الگ الگ مصادر سے مشتق ہوں جیسے: سُود اور سودا، خودی اور خدائی وغیرہ۔

ناصر صاحب کے کلام میں شبہٴ اشتقاق کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً:

زمیں میلی نہیں ہوتی، زمن میلا نہیں ہوتا
محمد کے غلاموں کا، کفن میلا نہیں ہوتا
(کلامِ ناصر۔ مرتبہ: شفیق مجاہد۔۱۰)

یا محمدؐ! تمھارے کرم سے سب زمانے ہمارے ہوئے ہیں
خودخدا ناز اُٹھائے ہمارے جب سے خادم تمھارے ہوئے ہیں
(حضورِ پُرنُور۔۳۸)

مکے میں جلال اُس کا، طیبہ میں جمال اُن کا
مکہ ہو مدینہ ہو دونوں ہی ہمارے ہیں
(خیرُ الوریٰ۔۱۳)

محولہ بالا مثالوں میں زمیں اور زمن، خود اور خدا نیز جلال اور جمال کے درمیان شبہء اشتقاق

موجود ہے۔ □

صنعتِ قلب:

اگر ایک لفظ کے حروف کی ترتیب بدل دی جائے تو ایک نیا لفظ اخذ کرلیا جاتا ہے یہ صنعتِ قلب کہلاتا ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر نذیر احمد یوں رقم طراز ہیں:

”کلام میں دو الفاظ اس طرح کے لانا کہ ایک کی ترتیبِ حروف کو اُلٹنے سے دوسرا لفظ حاصل ہو“۔(۷)

ناصر صاحب کے کلام میں صنعتِ قلب فطری طور پر استعمال ہوئی ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

اک نام ہے انھیں کا جس کے ہیں چرچے ناصر
اک نُور ہے کہ جس کی عالم میں روشنی ہے
(سُرورِ جاوداں۔۲۹)

جنت ہے تیرے شہر کا اِک عام سا کوچہ
یہ سوچ کے جنت نہیں مانگی تیرے در سے
(ضیائے مدینہ۔۵۴)

مذکورہ بالا مثالوں میں ”اک“ اور ”کا“ کے درمیان صنعتِ قلب موجود ہے۔

ردالعجز علی الصدر:

علمِ عروض میں شعر کو مختلف حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ ان حصوں یا اجزا کے باہمی تعلق تناسب سے مختلف صنعتیں وجود میں آتی ہیں۔ اجزائے شعر کے بارے میں مولوی نجم الغنی رام پوری بیان کرتے ہیں:

”عروضی بیت کے مصرعِ اول کو ”صدر“ اور جزوِ آخر مصرع اول کو ”عروض“ کہتے ہیں اور جزوِ اول مصرع ثانی کو ”ابتدا“ اور جزوِ آخر مصرع ثانی کو ”ضرب و عجز“ کہتے ہیں اور درمیانِ بیت میں جو کچھ رہا وہ ”حشو“ ہے“۔(۸)

اصطلاح میں شعر کے مصرعِ ثانی کا آخری لفظ اگر مصرعِ اول کے صدر میں برتا جائے تو

یہ صنعت ردالعجز علی الصدر کہلاتی ہے۔مثال میں ناصر صاحب کا یہ شعر دیکھیں:

پوچھو بے شک پوچھنے والو! بازارِ محبوب کی گرمی
جو چاہو سو پوچھو لیکن کیسے منایا یار نہ پوچھو

(سُرورِ جاوداں۔۱۹)

اُوپر دی گئی مثال میں ''پوچھو'' کے الفاظ شعر کے عجز اور صدر دونوں میں استعمال ہوئے ہیں اور یہی ناصر صاحب کے کلام کی فنی مہارت ہے۔اس قبیل کی مزید مثالیں ملاحظہ ہوں:

آپ کا سہارا ہے ہم غریب لوگوں کو
ہم غریب لوگوں کو آپ کے سہارے ہیں

(خیرُ الوریٰ۔۱۳)

ردالعجز علی الابتدا:

شعر میں مصرعِ ثانی کے عجز میں لایا جانے والا لفظ اگر مصرع ثانی کی ابتدا میں بھی آئے تو یہ صنعت ردالعجز علی الابتدا کہلائے گی۔مثلاً:

نغمۂ لا الہ کی صدا ایک ہے
ایک ہے ایک کا سلسلہ ایک ہے

(حسنِ کامل۔۱۰۰)

اس نعرے سے اکثر اپنی ہر مشکل آسان ہوئی
ہیں کتنے نادان جواُن کے نعرے سے کتراتے ہیں

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۸۶)

پہلے شعر کے مصرعِ ثانی کے عجز میں لفظ ''ایک ہے'' استعمال ہوا ہے۔یہی لفظ مصرع کی ابتدا میں بھی آیا ہے۔اسی طرح دوسرے شعر کے مصرعِ ثانی کے عجز اور ابتدا میں لفظ ''ہیں'' استعمال ہوا ہے جس سے شعر کے صوتی حُسن میں اضافہ ہوا ہے۔

ردالعجز علی الحشو:

مصرعِ ثانی کے عجز میں لایا جانے والا لفظ اگر حشو میں آئے تو یہ صنعتِ ردالعجز علی الحشو

کہلائے گی۔مثال ملاحظہ ہو:

تُو یہاں نہیں کہ وہاں نہیں   میرے تاجور تُو کہاں نہیں

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۹)

شعر کے عجز کے الفاظ ''نہیں'' کا استعمال پہلے مصرعے کے حشو میں بھی ہوا ہے اور یہ صنعت ردالعجز علی الحشو کی عمدہ مثال ہے۔دیگر مثالیں ملاحظہ ہوں:

مانگتے ہیں خیر اکثر لوگ اپنے واسطے
مصطفی کے لب پہ ہے ہر اُمتی کی خیر

(سُرورِ جاوداں۔۱۴)

آنے والی نسلوں کو بھی سنوار دیتے ہیں
مصطفی جو دیتے ہیں بے شمار دیتے ہیں

(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۴۴)

تصور میں لیے کئی بار جا کے کوئے بطحا میں
کبھی دیوار کے بوسے، کبھی دربار کے بوسے

(سُرورِ جاوداں۔۳۰)

کہاں جاتے ہو طیبہ سے یہی آواز آتی ہے
یہیں ہے گنبدِ خضریٰ، یہیں ہے گنبدِ خضریٰ

(خیرُ الوریٰ۔۱۲۷)

ردالعجز علی العروض:

مصرعِ ثانی کا آخری لفظ اگر مصرع اول کے عروض میں لایا جائے تو یہ صنعت ردالعجز علی العروض کہلائے گی۔یاد رہے کہ یہ صنعت غزل کی ہیت میں لکھی گئی ہر نعت کے ہر مطلعِ مردف میں پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ بھی کلام میں اس کی موجودگی کے امکانات ہیں مثلاً:

شہرِ طیبہ کے چمن کی ہر کلی کی خیر ہو
میرے آقا کے مدینے کی گلی کی خیر ہو

(سُرورِ جاوداں۔۱۴)

شعر کے عجز میں ''خیر ہو'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو شعر کے عروض میں بھی موجود ہیں اور یہی صنعتِ ردالعجز علی العروض ہے۔سیّد ناصر چشتی نے اس صنعت کے حوالے سے جو اشعار لکھے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں اُن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

جلوہ گر قلب ونظر میں مصطفیٰؐ ہے اور میں
روبہ رو آنکھوں کے حُسنِ دل ربا ہے اور میں
(سُرورِ جاوداں۔۱۶)

جس وقت نہ دنیا کی کوئی بات رہے گی
اک ہوگا خدا، ایک تیری ذات رہے گی
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۵۲)

ترے منگتوں نے کب آہ وبُکا پر بات چھوڑی ہے
تری نظرِ کرم،لُطف وعطا پر بات چھوڑی ہے
(حضُورِ پُرنُور۔۲۶)

تری ہیں کس قدر پیاری ادائیں یارسول اللہ!
خدا کرتا ہے خود تیری ثنائیں یارسول اللہ!
(کلامِ ناصر۔مرتبہ:شفیق مجاہد۔۱۸)

قطارالبعیر:

لفظ ''بعیر'' عربی اسمِ مذکر ہے جس کے معنی اونٹ کے ہیں۔یوں قطارالبعیر کے معنی اونٹوں کی قطار کے ہیں۔اصطلاح میں مصرعِ اول کا آخری لفظ یا الفاظ مصرعِ ثانی کے آغاز میں آ جائیں تو یہ قطارالبعیر کہلاتا ہے۔یہ صنعت شاعر سے فنی مہارت کا تقاضا کرتی ہے اور ناصر صاحب نے اس صنعت کے استعمال میں یقیناً مہارت کا مظاہرہ کیا ہے۔مثلاً:

آپ کا سہارا ہے ہم غریب لوگوں کو
ہم غریب لوگوں کو آپ کے سہارے ہیں
(خیرُ الوریٰ۔۱۳)

مذکورہ بالا شعر میں پہلے مصرعے کا اختتام ''ہم غریب لوگوں کو'' پر ہوا ہے اور دوسرے مصرعے کا آغاز بھی ان الفاظ کے ساتھ ہوا ہے۔یہی لفظی مہارت گری صنعت قطارالبعیر ہے۔

سیاق الاعداد:

سیاق کے لفظی معنی گنتی کے ہیں۔اعداد کا ذکر شعر میں کرنے کو سیاق الاعداد کہتے ہیں۔مثال میں مومن کا یہ شعر دیکھیے:

ہیں قتلِ عام کرتے وہ اغیار کے لیے
دس بیس روز مرتے ہیں دو چار کے لیے

سیّد ناصر چشتی کے ہاں سیاق الاعداد کا استعمال بڑا عام ہے۔اُن کے ہاں اس صنعت کی خوب صورت مثالیں موجود ہیں۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

یہ چار دن کی چاندنی دولت نہ لوں کبھی
تیری گلی کو چھوڑ کے جنت نہ لوں کبھی
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔۱۰۵)

شب کو بھی جہاں لاکھوں خورشید نکلتے ہیں
آؤ کہ درِ شاہِ لولاک پہ چلتے ہیں
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۶۷)

عاصیوں کے واسطے لمحات ہیں فرحت فزا
کھول کے جنت کے ناصر آٹھوں باب آنے لگا
(سُرورِ جاوداں۔۳۵)

تنسیقُ الصفات:

اس صنعت میں کسی شخص یا چیز کا ذکر صفاتِ متواترہ کے ساتھ آتا ہے خواہ وہ صفات مدح وستائش کی ہوں یا مذمت کی۔اس سلسلے میں نجم الغنی رام پوری بیان کرتے ہیں:

''کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفاتِ متواترہ کے ساتھ کریں،خواہ وہ صفات مدح کی ہوں

یا مذمت کی''۔(۹)

مثال کے طور پر سیّد ناصر چشتی کا یہ شعر دیکھیے:

وہ سب سے ارفع، وہ سب سے اعلیٰ، وہ سب سے اُونچے گھرانے والا
جو اپنی تخلیق میں بھی مخلوق سے جدا ہے، وہ مصطفےٰ ہے
(حسنِ کامل۔۴۵)

اس مثال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندانی اعزاز کا ذکر صفاتِ متواترہ کے ساتھ کیا گیا ہے؛ وہ ارفع ہے؛ اعلیٰ ہے؛ اونچے گھرانے والا ہے اور اپنی تخلیق میں یکتا ہے۔اس صنعت میں ناصر صاحب نے بھر پور طبع آزمائی کی ہے اور جامعیت وغنائیت کا عنصر اُبھر کر سامنے آیا ہے۔چند مزید مثالیں دیکھیے:

تیری گردِ سفر، مہر و نجم و قمر، ہے تُو اصلِ جہاں، ہم ہیں جس کا ثمر
مسکرانے سے تیرے طلوع ہو سحر، تُو ہی تُو چار سُو، میں تو کچھ بھی نہیں
(حضور پُر نُور۔۴۴)

صورت بھی بے مثال ہے، سیرت بھی بے مثال ہے
اِک بار دیکھ لے جو تجھے، دیکھتا رہے
(حسنِ کامل۔۶۱)

تیری ذات میں بھی کمال ہے، تیری بات میں بھی کمال ہے
تیری بات کی، تیری ذات کی، نہ نظیر ہے، نہ مثال ہے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵ء،۱۸)

آنکھوں میں مازاغ کا سرمہ تھا، والفجر جبیں پر سہرا
چہرے پر انوار کی کرنیں اور زلفیں خم دار نہ پوچھو
(سُرورِ جاوداں۔۱۸)

کوئے محبوب کے سارے منظر حسیں بالیقیں بالیقیں
ہے فضا جاں فزا، خوش نما، دل نشیں، بالیقیں بالیقیں
(سُرورِ جاوداں۔۲۴)

تلمیح:

تلمیح کے لغوی معنی ہیں: ''اُچٹتی نگاہ ڈالنا''۔کلام میں کسی قصہ کی طرف اشارہ کرنا۔جس سے کوئی قرآنی یا تاریخی واقعہ تصور میں آجائے، تلمیح کہلاتا ہے۔اس سلسلے میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی یوں رقم طراز ہیں:

''سادہ خیالات کو بیان کرنے کے لیے الفاظ بنائے گئے۔وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کا قدم آگے بڑھا تو اس نے قصوں کی صورت اختیار کرلی۔ایسے خاص الفاظ جن کے زبان پر آتے ہی وہ قصہ آنکھوں کے سامنے آجائے، تلمیح کہلاتا ہے''۔(۱۰)

مثال کے طور پر ناصر صاحب کا یہ شعر دیکھیے:

ہر قطرہ چمکتا ہے طیبہ میں گہر صورت
ہر ذرہ بنا دیکھا کوہِ طور مدینے میں
(حضور پُر نُور۔۶)

اس مثال میں ''طور'' کی تلمیح استعمال ہوئی ہے۔یہ وہ مبارک اور پاکیزہ پہاڑ ہے جہاں اللہ رب العزت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے اور اُنھیں پیغمبری سے نوازا۔ناصر صاحب بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں ہر ذرہ منزہ اور پاکیزہ ہے اور اس میں ذاتِ باری تعالیٰ کے کرشمے دکھائی دیتے ہیں۔ناصر صاحب کے ہاں جو تلمیحات مشہور ہیں ان میں غارِ حرا، سکندر، کربلا، سدرہ، روح الامیں، مازاغ کا
سُرمہ، عشقِ بلال اور ماہِ کنعاں شامل ہیں۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

روح الامیں بھی رہ گئے حیرت سے دیکھتے
سدرہ سے آگے آپ کی رفتار دیکھیے
(خیرُ الوریٰ۔۱۰۹)

آنکھوں میں مازاغ کا سُرمہ تھا، والفجر جبیں پر سہرا
چہرے پر انوار کی کرنیں اور زُلفیں خم دار نہ پوچھو
(سُرورِ جاوداں۔۱۸)

پہروں سوچا ہے لبِ غارِ حرا پر میں نے
کس عقیدت سے یہاں جبریل بھی آتا ہوگا

(ضِیائے مدینہ۔ ۵۲)

بنا دیتے ہیں سائل کو سکندر وہ زمانے کا
کریمی ہو تو ایسی ہو، سخاوت ہو تو ایسی ہو

(حضُور پُرنُور۔ ۵۵)

حسنِ محبوب پر جان و دل سے نوری، ناری وحنا کی فدا ہیں
آپ کے صدقے ہی ماہِ کنعاں حسن کی داد پائے ہوئے ہیں

(کلامِ ناصر۔ ۱۵)

صنعتِ تکرار:

کلام میں ایک لفظ یا چند الفاظ کو دُہرانے کا عمل صنعتِ تکرار کہلاتا ہے۔ ناصر صاحب نے صنعتِ تکرار کی بہت سی صورتوں کو اپنے نعتیہ کلام میں متعارف کروایا ہے۔ تکرارِ لفظی سے کلام میں حسن پیدا کرنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ آپ کے ہاں لفظی تکرار کا اُچھوتا اور منفرد انداز موجود ہے۔ صنعتِ تکرار میں آپ عصرِ حاضر کے شعرا کو کہیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ تکرارِ لفظی کی بدولت آپ کے کلام میں غنائیت کا عنصر بھی نمایاں نظر آیا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کا محورِ خاص صنعتِ تکرار ہے جس نے آپ کے کلام کے صوتی و معنوی حسن میں مزید نکھار پیدا کیا ہے۔ ان کے ہاں یک لفظی، دولفظی اور سہ لفظی تکرار کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

دل میں تیرے پیار کا جب سے گلستاں ہے کھلا
خوشبو، خوشبو بادۂ بادِ صبا ہے اور میں

(سُرورِ جاوداں۔ ۱۷)

پیار کے گلستاں، مہکے مہکے وہاں، عظمتوں کے نشاں
ایسا پیارا سماں پہلے دیکھا نہیں، بالیقیں بالیقیں

(سُرورِ جاوداں۔ ۲۴)

جو خود دیکھ آئے، یہ بات اُن سے پوچھو
کہ ہے کس قدر پیارا پیارا مدینہ

(حسنِ کامل۔ ۱۱۲)

کوچے کوچے میں تیرے ہی اذکار ہیں
نور پھیلا ترا، کارواں کارواں

(حضور پُرنور۔ ۳۶)

بعض اوقات وہ الفاظ کو پے در پے کام میں نہیں لاتے بلکہ وقفوں وقفوں سے استعمال کرتے ہیں پھر بھی اُن کے کلام میں تکرار کی چاشنی مجروح نہیں ہونے پاتی۔ مثلاً:

میرا پیار بھی شہرِ مدینہ تیرا پیار بھی شہرِ نبی
اپنے پیار کا اُن کے پیار کا طیبہ شہر حوالہ ہے

(ضِیائے مدینہ۔ ۲۵)

مذکورہ بالا مثال میں لفظ پیار کی خوب صورت تکرار موجود ہے جس سے آپ کے کلام میں صوتی حسن پیدا ہو گیا ہے۔ اسی انداز کی دیگر مثالیں ملاحظہ ہوں:

اُنھیں کے نور سے عیاں، یہاں وہاں، وہاں یہاں
ہوائے مشک بار میں حضُور ہی حضُور ہیں

(خیرُ الوری۔ ۸۷)

ناصر صاحب نے دو لفظی، سہ لفظی اور کثیر لفظی تکرار کو نہایت عمدگی کے ساتھ برتا ہے کہ کلام میں بے ساختگی اور سلاست کا عنصر پیدا ہو گیا ہے۔

ستارے بھی لیتے ہیں انوار جس سے
وہی ہے، وہی ہے ستارا مدینہ

(منٹھار نبی۔ ۱۰۰)

میری پہلی دُعا بھی یہی ہے، آخری التجا بھی یہی ہے
میری ناصر صدا بھی یہی ہے، میرا دل، میری جاں بھی مدینہ

(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۶۱)

سرِ بزم جھومتا ہے، سرِ عام جھومتا ہے
تیری نعت سن کے تیرا یہ غلام جھومتا ہے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۸۷)

سرکار کے انعام و کرم، لطف و عطا کی
برسات تھی، برسات ہے، برسات رہے گی
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۰۱)

مدینہ، مدینہ، مدینہ، مدینہ
چلے خود ہوا گنگنا کر مدینے
(ضیائے مدینہ۔ ۴۱)

صنائعِ معنوی

صنائعِ معنوی میں الفاظ کو اس خوب صورتی سے استعمال کیا جاتا ہے کہ شعر کی معنوی صورت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور کلام میں ایک تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ ناصر چشتی کے کلام میں صنائعِ معنوی کا بہترین استعمال دیکھنے کو ملتا ہے جس سے اُن کے کلام کے ابلاغ میں اضافہ ہوا ہے۔

صنعتِ تضاد یا صنعتِ طباق:

تضاد کی صنعت کو صنعتِ طباق بھی کہتے ہیں۔ مولوی نجم الغنی رام پوری نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

''کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال میں لانا جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں''۔(۱۱)

ایجابی اور سلبی صنعتِ تضاد کی دو اقسام ہیں۔ طباق ایجابی میں متضاد الفاظ کے ساتھ حرف نفی نہیں آتا مثلاً:

سونا جاگنا، زندگی موت اور صبح شام وغیرہ۔

طباق سلبی میں ایک لفظ مثبت اور دوسرا منفی ہوتا ہے لیکن دونوں کا مصدر ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسے:

جانا، نہ جانا؛ کرنا، نہ کرنا وغیرہ۔ ناصر صاحب نے تضاد کی دونوں صورتوں کو عمدہ سلیقے سے استعمال کیا ہے جس سے کلام کی معنوی صورت نکھر کر سامنے آئی ہے۔ مثلاً:

صبح و شام والہانہ، وہ سلام عاجزانہ
تھے عجیب ہی نظارے دربارِ مصطفیٰؐ میں
(خیرُ الوریٰ۔ ۱۲۵)

میرے سرور! میری قسمت کو بھی اعلیٰ کر دے
دل کی دنیا میں اندھیرا ہے اُجالا کر دے
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۷۲)

درج بالا مثالوں میں صبح شام، اندھیرا اُجالا اور آنا جانا میں صنعتِ طباق ایجابی کار فرما ہے۔ اب طباق سلبی کے حوالے سے درج ذیل اشعار دیکھیے:

مدینے میں جاتے ہیں اپنے ہی ناصر
مدینے میں کوئی پرایا نہ جائے
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵، ۱۲۳)

جو عطا کیا نبی نے نہ عطا کیا کسی نے
کبھی چل او بے سہارے! دربارِ مصطفیٰ میں
(خیرُ الوریٰ۔ ۱۲۵)

اپنا حق ہے سجا لیں دلوں کو
اُن کی مرضی وہ آئیں نہ آئیں
(حضور پُرنور۔ ۴۰)

مراعات النظیر:

مراعات رعایت کی جمع ہے جس کے معنی ''لحاظ کرنا یا پاس رکھنا'' کے ہیں جب کہ نظیر

کے معنی مثال کے ہیں۔کلام میں ایک لفظ کو بطورِ نظیر پیش کرنا اور اس کی مناسبت سے دیگر الفاظ استعمال میں لانا، مراعات النظیر کہلاتا ہے، جیسے آسمان کی مناسبت سے چاند، ستاروں اور کہکشاں وغیرہ کا ذکر کرنا یا پھول کی نسبت سے چمن، بہار اور باغباں وغیرہ کا ذکر کرنا۔

تمھاری نعتوں کے پھول لے کر میں اپنی محفل سجا رہا ہوں
چُنا ہے مدحت میں جن گلوں کو نکھار اُن کے نصیب میں ہے

(حضور پُرنور۔۶۵)

اس شعر میں ''پھول'' کی مناسبت سے ''چننا، سجانا اور نکھرنا'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ناصر صاحب کے ہاں صنعتِ مراعات النظیر کا استعمال خوبصورت انداز میں ہوا ہے۔ اُن کے اشعار میں زیادہ تر ''گلشن'' کی مناسبت سے صنعتِ مذکور کا ذکر آیا ہے۔مزید مثالیں ملاحظہ ہوں:

میں نے جس نماز میں بھی تیرا کر لیا تصور
وہ مرا رکوع و سجدہ وہ قیام جھومتا ہے

(حسنِ حبیب۔۸۸)

دل میں تیرے پیار کا جب سے گلستاں ہے کھلا
خوشبو خوشبو بادۂ بادِ صبا ہے اور میں

(سُرورِ جاوداں۔۱۷)

ہیں گو طوفان پر میرے نبی کی مہربانی ہے
نہ جاں لرزی، نہ دل کانپا، نہ کشتی ڈگمگائی ہے

(سُرورِ جاوداں۔۳۲)

صنعتِ جمع:

جمع کے معنی اکٹھا کرنے کے ہیں۔اس صنعت کے حوالے سے پروفیسر نذیر احمد یوں رقم طراز ہیں:

''چند چیزوں کا کلام میں جمع کرنا اور پھر اُن سب کے لیے ایک ہی قید لگانا''۔(۱۲)

صنعتِ جمع کے حوالے سے ناصر صاحب نے نہایت مترنم اشعار تخلیق کیے ہیں جنھیں پڑھ کر دل جھوم اُٹھتا ہے۔مثال کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:

اُن کی نعتیں پڑھیں، ان کی باتیں کریں، جھولیاں آج ذکرِ نبی سے بھریں
اُن کی ناصر غلامی بڑی چیز ہے، ہاں یہی اہلِ سنت کی معراج ہے

(سُرورِ جاوداں۔۲۳)

درج بالا مثال میں نعتیں پڑھیں، باتیں کریں اور ذکرِ نبی سے جھولیاں بھریں کو جمع کر دیا گیا ہے اور اس کو اہلِ سنت کی معراج اور اس پر اہلِ سنت کی معراج کا حکم لگایا گیا ہے یعنی اہلِ سنت کی معراج یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں کریں، اُن کی نعتیں پڑھیں اور اُن کے ذکر سے جھولیاں بھریں۔صنعتِ جمع کے حوالے سے ناصر صاحب نے نہایت مترنم اشعار تخلیق کیے ہیں۔مثلاً:

عشق کے سلسلے، جذب کے ولولے، شوق کے مرحلے
مل گئے، جب ملے رحمتِ عالمیں، بالیقیں بالیقیں

(سُرورِ جاوداں۔۲۵)

فرشتے ہوں کہ انساں ہوں زمانے میں کسی کو بھی
تری عظمت کا اندازہ نہیں ہے گنبدِ خضریٰ

(خیرُ الوریٰ۔۱۲۷)

اے نبی محتشم، اے سراپا کرم تاج دارِ حرم، سیّدِ کیف و کم
شان تیری رقم کیا کرے گا قلم، سب کی تُو آبرو، میں تو کچھ بھی نہیں

(حضور پُرنور۔۴۳)

حیا کو دیکھیں، ادا کو دیکھیں، دعا کو دیکھیں، عطا کو دیکھیں
کرم کے قرطاس پر کرم کا خزانہ تحریر ہو رہا ہے

(کلامِ ناصر۔مرتبہ: شفیق مجاہد۔۲۷)

صنعتِ تقسیم:

صنعتِ تقسیم میں کئی چیزوں کا ذکر کر کے بعد میں اُن کی صفات کو یکجا کر دیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر نذیر احمد یوں رقم طراز ہیں:

''کسی شے کے احوال بیان کرنا اور ہر حال کی طرف ایک ایسی بات جو اس کے مناسب ہو مضاف کرنا۔''(۱۳)

تیری آرزو میں ڈھل کر، میری آنکھ سے نکل کر
تیرے در پہ جا رکیں گے میرے آنسو چلتے چلتے
(کلامِ ناصر مرتبہ: شفیق مجاہد۔ ۱۳)

درج بالا مثال میں دو چیزوں ''آرزو اور آنکھ'' کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اُن کی صفات منسوب کر دی گئی ہیں۔ جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے عقیدت کا اظہار شاعر نے بڑے خوب صورت انداز میں کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو میں شاعر کی آنکھ سے نکلنے والے آنسو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ مبارک پر چلتے ہوئے آئیں گے۔ ناصر صاحب نے صنعتِ تقسیم کا استعمال خوب صورت انداز میں کیا ہے۔ مزید مثالیں ملاحظہ ہوں:

رُخِ محبوب نظروں سے جو اوجھل ہو تو مر جائیں
اسے دیدار کہتے ہیں، زیارت نام ہے اس کا
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵ء، ۷۶)

تصور میں لیے کئی بار جا کے کوئے بطحا میں
کبھی دیوار کے بوسے، کبھی دربار کے بوسے
(سُرورِ جاوداں۔ ۳۰)

حسنِ تعلیل:

کلام میں کسی امر کی ایسی شاعرانہ علت پیش کرنا جو اس کی اصل وجہ نہ ہو، صنعتِ حسنِ تعلیل کہلاتا ہے۔ مثلاً:

زیرِ زمیں سے آئے ہے جو گل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ پھول کا درمیانی حصہ جو ''پولی نیشن'' کے کام آتا ہے، زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس زرد رنگ کی اصل وجہ کچھ اور ہے مگر شاعرانہ علت یہ پیش کی گئی ہے کہ یہ قارون کے زیرِ زمیں خزانے کی وجہ سے ہے جو اس کی اصل وجہ نہیں ہے۔ یہ صنعت کلام میں تاثیر پیدا کرتی ہے اور یہی ناصر صاحب کے کلام کا حُسن ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

جب شہرِ رسالت کی محفل میں چھڑیں باتیں
انساں تو انساں ہے، پتھر بھی پگھلتے ہیں
(حسنِ حبیب۔ ۲۰۰۵ء، ۶۸)

اس شعر میں ناصر صاحب نے شہرِ رسالت کی باتوں کو پتھر کے پگھلنے کی وجہ بتایا ہے جو کہ حُسنِ تعلیل کی عمدہ مثال ہے۔ کلامِ ناصر سے حسنِ تعلیل کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

حسنِ رسولِ پاک سے خیرات جو نہ لی
خورشید ہو کہ چاند ہو، چمکا کوئی نہیں
(حسنِ کامل۔ ۳۳)

جب تک ترے انوار کی خیرات نہ مانگی
خورشید نہ چمکا، کوئی اختر نہیں چمکا
(سب سے میٹھا نام تمھارا۔ ۱۱۲)

ستارے بھی لیتے ہیں انوار جس سے
وہی ہے، وہی ہے ستارا مدینہ
(حسنِ کامل۔ ۱۱۳)

پہلے شعر میں ناصر صاحب نے سورج اور چاند کی روشنی کو حسنِ رسولِ پاک کی خیرات سے تعبیر کیا ہے حالانکہ سورج کی اپنی روشنی ہے۔ دوسرے شعر میں مدینہ کو ستارا کہا گیا ہے اور دوسرے ستارے بھی روشنی اسی سے لیتے ہیں۔ ناصر صاحب کے کلام سے حسنِ تعلیل کی مزید

مثالیں دیکھیں:

بارش کا کام دے گئی، نعتِ نبی مجھے
ہیروں میں اشک ڈھل گئے جب یاد آ گئے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۴۷)

رخ تابانِ احمد کی ضیا پاشی کو دیکھو تو
فلک پر ماہ وخورشید وستارے مسکرا اُٹھے
(کلام ناصر۔مرتبہ شفیق مجاہد۔۲۴)

بھرتے ہیں ستارے بھی کشکول شعاعوں سے
جب گنبدِ خضرٰی سے انوار نکلتے تھے
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵،۶۸)

صنعتِ عکس:

صنعتِ عکس میں الفاظ کی ترتیب بدل دی جاتی ہے۔اس بارے میں پروفیسر نذیر احمد یوں رقم طراز ہیں:

’’کلام میں بعض اجزا کو مقدم اور مؤخر کر کے اور پھر مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر لانا صنعتِ عکس کہلاتا ہے‘‘۔(۱۴)

مثال کے طور پر غالب کا یہ شعر دیکھیے:

وفورِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے میرے دیوار و در، در و دیوار

اس شعر کے مصرعِ ثانی میں دیوار و در کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔پہلی بار دیوار کو مقدم اور در کو مؤخر باندھا گیا ہے جب کہ دوسری بار اس ترتیب کو بدل دیا گیا ہے۔یہی عمل صنعتِ عکس کہلاتا ہے۔ناصر صاحب کے ہاں بھی مذکورہ صنعت کا استعمال ہوا ہے۔جیسے:

ہے کوئی پیار کی حد، حد ہے کرم کی کوئی
یاد اُمت کو سرِ عرشِ علیٰ رکھا ہے
(سُرورِ جاوداں۔۶)

غیر مردف:

عصرِ حاضر میں نعت گو شعرا نے نعت کے لیے غزل کی ہیت کو نسبتاً قبولِ عام بخشا ہے۔اس ہیت کے لیے قافیہ کی شرط تو ہے لیکن ردیف کی نہیں۔اگرچہ ردیف کو شعر کا زیور کہا گیا ہے اور اس سے شعر میں غنائیت، موسیقیت اور ترنم کا عنصر نمایاں ہوتا ہے لیکن یہ نئے خیالات کے اظہار کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ناصر صاحب کے ہاں غیر مردف نعتوں کی تعداد بہت کم ہے۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

یاد اُن کی ہمیشہ منائیں
دیتے آئے جو ہم کو دُعائیں
(حضور پُرنور۔۴۰)

تیرے عشق میں بسر ہو میری ساری زندگانی
میں لحد میں لے کے جاؤں تیرے درد کی نشانی
(حسنِ کامل۔۸۸)

مردف:

ردیف کو شعر کا زیور کہا گیا ہے۔ناصر صاحب کے ہاں اگرچہ غیر مردف کلام بھی موجود ہے لیکن مردف کلام کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔مردف نعوت تخلیق کرنا اُنھیں بے حد مرغوب ہے۔اُن کے کلام سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

سدا بیٹھے رہیں بستر لگا کر اُن کے کوچے میں
نہ سوچیں واپسی کی راہ جا کر اُن کے کوچے میں
(حضور پُرنور۔۵۷)

آپ جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا
کیسے کہہ دوں کہ کوئی میرے نبی سا ہوگا
(ضیائے مدینہ۔۵۱)

دین و دنیا میں جو تیرا نہ سہارا ہوتا
کس کے ٹکڑوں پہ فقیروں کا گزارا ہوتا
(حسنِ حبیب۔۲۰۰۵، ۱۰۲)

اُن کے دربار پہ جو لوگ صدا کرتے ہیں
ہر مصیبت سے وہ محفوظ رہا کرتے ہیں
(سُرورِ جاوداں۔۴۲)

اندازِ تخاطب:

ناصر صاحب کی نعت کی ایک خوبی نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام ہے انہوں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے لیے ’’آپ‘‘ کا صیغہ استعمال کیا جائے۔آپ کے کلام سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

آپ آئے بزمِ عالم میں شرافت بڑھ گئی
ذلتیں رُسوا ہوئی ہیں سب کی عزت بڑھ گئی
(حضور پُرنور۔۵۱)

خدا نے آپ کو دی ہے نبوت بھی، رسالت بھی
اُنھیں کے گھر کی باندی ہے صداقت بھی، عدالت بھی
(سُرورِ جاوداں۔۱۲)

آپ آئے تو اک روشنی سی میرے گھر میں بھی آنے لگی ہے
تیرگی نے چھپایا ہے چہرہ روشنی مسکرانے لگی ہے
(ضیائے مدینہ۔۶۰)

بعض جگہ ضرورتِ شعری کے تقاضے اور اوزان و بحور کی بندشیں اُن کے رستے کی رکاوٹ بنی ہیں اس لیے وہ صیغۂ واحد استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

ہم نے سجائی محفل سے کام تھا ہمارا
اب دل کو تم سجا دو مدنی مدینے والے

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۱۱۲)

میرے لب پہ غنچہ بن کے تیرا نام کھل اُٹھا ہے
جو درود پڑھ کے بیٹھا تو سلام کھل اُٹھا ہے
(سُرورِ جاوداں۔۸)

غزلیہ ہیئت:

نعت کا موضوع ممدوحِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس کے لیے کوئی ہیئت مخصوص نہیں۔اس کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری بیان کرتے ہیں:

’’نعت کا لفظ شاعری کی کسی ہیئت کی طرف نہیں بلکہ صرف موضوع کی جانب اشارہ کرتا ہے یعنی شاعری کی مختلف ہیئتوں میں سے کسی بھی ہیئت میں نعت کہہ سکتے ہیں‘‘۔(۱۵)

ناصر صاحب کے ہاں نعت کے بیان کے لیے قصیدہ، قطعہ، نظم اور غزلیہ ہیئت دیکھنے میں آئی ہے۔غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعتوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔غزلیہ ہیئت ہی نہیں اُن کے ہاں غزلیہ اندازِ نعت میں بھی اشعار کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

جانِ مسیحا کیا بتلاؤں لُوٹ لیا بس ایک ادا نے
دل کو کیسے کر گیا گھائل تیری نظر کا وار نہ پوچھو؟
(سُرورِ جاوداں۔۱۸)

کس قدر بے تاب ہے دل ہجر کے لمحات میں
ایک مرضِ لادوا سے واسطہ ہے اور میں
(سُرورِ جاوداں۔۱۶)

دور جب وہ حجاب کر دیں گے
خالی آنکھوں کے جام بھر دیں گے
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۱۰۵)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صنفِ نعت کے لیے ناصر صاحب کو غزلیہ ہیئت زیادہ مرغوب ہے۔

بحور کا استعمال:

ناصر صاحب نے مختصر اور طویل دونوں بحروں میں نہایت عمدہ نعتیں کہی ہیں اور اپنی کیفیاتِ قلبی کو مختلف بحور کے تحت اپنی نعتیہ شاعری میں سمو دیا ہے۔ مختصر بحر کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

آئے کرم فرمانے والے
سب کی لاج نبھانے والے
(حضورِ پُرنور۔ ۴۵)

بڑی دل رُبا ہے فضائے مدینہ
لدی خوشبوؤں سے ہوائے مدینہ
(خیرُ الوریٰ۔ ۱۲۱)

اب کلامِ ناصر سے طویل بحر کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حسن ایسا حسینوں کو شرما دیا، چاند سورج ستاروں کو گہنا دیا
عرشِ اعظم پہ خالق نے فرما دیا، اے نبی! تیری صورت کی معراج ہے
(سُرورِ جاوداں۔ ۲۲)

یہ بزمِ کون و مکاں تمھاری ہی داستاں کا ہے بابِ اول
تم ہی سے منسوب ہو کے سارا زمانہ تحریر ہو رہا ہے
(کلامِ ناصر۔ مرتبہ: شفیق مجاہد ۲۷)

شعری تسامحات:

ناصر چشتی کا بیشتر کلام عروض سے زیادہ آہنگ کے تابع نظر آتا ہے۔ اُن کے کلام میں چند ایک ایسے مقامات بھی نظر سے گزرے ہیں جو ذوقِ سلیم پر گراں گزرتے ہیں۔ اُن کے ہاں بعض الفاظ لغوی قواعد کے خلاف استعمال ہوئے ہیں۔ اصطلاح میں اسے مخالفتِ قیاسِ لغوی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بارے میں نجم الغنی رام پوری رقم طراز ہیں:

''محاورۂ اہلِ زبان کے خلاف یا قاعدہ صرف و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال

کرنا''۔(۱۶)

مخالفتِ قیاسِ لغوی کی کئی صورتیں ہیں۔ اس میں بعض اوقات مشدد حرف کو غیر مشدد باندھ دیا جاتا ہے یا پھر غیر مشدد حرف کو مشدد کر کے پڑھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ناصر صاحب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

میرا دل بھی شہرِ نبی ہے اور پونجی بھی شہرِ نبی
صحت خزانہ میری دولت اور میرا سرمایہ ہے
(ضیائے مدینہ۔ ۲۵)

شعرِ مذکور میں لفظ ''صحّت'' کی صحت میں لغوی قواعد سے انحراف کیا گیا ہے جو اہلِ زبان سے قبولِ عام کی سند نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ اُن کے کلام میں بعض مقامات پر خارج از وزن مصرعے بھی نظر سے گزرے ہیں۔ چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

سارے نبیوں کے ہیں وہ سرکار بھی، سب کے رہبر غریب پرور بھی
پاس اپنے تو اُن کا لنگر ہے، ہم فقیروں کا یہ خزانہ ہے
(حسنِ کامل۔ ۳۵)

آپ کے ہیں پھر میرے خدا کی قسم
اس زمیں پر تو کیا آسماں آسماں
(حضورِ پُرنور۔ ۳۶)

خلاصۂ کلام:

سیّد ناصر حسین ناصر چشتی اُردو نعت کے اُفق پر ایک چمکتا ستارا ہیں۔ اُن کی نعت آدابِ نعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ عشق و جستجو کا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ اُنھوں نے اپنی نعت میں سنجیدہ فکر کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی کلاسیکی انداز اپنایا ہے۔ اُن کے اشعار تازگیِ خیال، جذبہ کی شدت، روایت کی پاسداری اور سادہ الفاظ کی توانائی سے بھرپور ہیں۔ خیالات و احساسات کو بذریعہ الفاظ قاری تک پہنچانے میں وہ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ اِنسانی ذہن ایک اتھاہ ساگر ہے جس میں غم والم، رنج و راحت، الفت و کلفت، عشق و محبت، تعجب و انبساط، تحسین

وستائش اورآفرین ونفرین وغیرہ کے احساسات کی لہریں اُٹھتی رہتی ہیں۔ناصر صاحب ان لہروں کی ترجمانی الفاظ کے ذریعے بڑے خوب صورت انداز میں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔نعت گوشاعر اورمقرر ہونے کے علاوہ ناصر صاحب خوش گلونعت خواں بھی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اُن کی اکثر نعتیں اپنے اندر موسیقیت اورترنم کا رنگ لیے ہوئے ہیں اوروہ صوت وآہنگ کی جمالیات سے ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔

اُن کا شعری اُسلوب سادگی،سلاست،روانی،بے ساختگی،سوز وگداز اورزورِ بیان سے بھر پور ہے۔روزمرہ لفظیات،مترادفات اورمحاورات سے اُن کا کلام مزین ہے لیکن متضاد الفاظ کا بیان اُنھیں بے حد پسند ہے۔لفظیات کے حوالے سے اُنھوں نے روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ نئی تراکیب بھی متعارف کروائی ہیں۔یوں اُن کے اُسلوب کو روایت اورجدت کا حسین امتزاج کہا جاسکتا ہے۔سادہ الفاظ کے باوجود اُن کے کلام میں عشق ووارفتگی کی شدت میں کمی نہیں آئی بلکہ اُن کی تخلیقی صلاحیت اُن کی شاعری کا لازمی جُزو بن کر اُبھری ہے۔

اُن کا کلام علمِ عروض سے زیادہ آہنگ کے تابع دکھائی دیتا ہے اس لیے کہیں کہیں الفاظ کی نشست وبرخاست میں لغزش کا احساس ہوتا ہے مگر جذبۂ عشق کی کمی کا احساس کہیں نہیں اُبھرتا۔صنعتِ تکرار،صنعتِ جمع،صنعتِ تقسیم،قطار البعیر،صنعتِ تضاد اور تنسیق الصفات کے باب میں کہے گئے اشعار ناصر صاحب کی جمالیاتی حِس اورفکرِ رسا کے غماز ہیں۔آپ کا لفظی اُسلوب اُردو،پنجابی،عربی اورفارسی سے عبارت ہے جس میں کہیں کہیں ہندی الفاظ بھی نظر آتے ہیں۔آپ نے اپنے پنجابی کلام میں انگریزی قافیے اورردیف کا بڑی خوب صورتی سے استعمال کیا ہے جس سے آپ کے کلام میں جدت طرازی کا عنصر در آیا ہے۔مختصر یہ کہ ناصر صاحب کی نعت فنی اعتبار سے عصرِ حاضر کی نعتیہ شاعری کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔اس لیے آپ کی اُردو نعت کو عصرِ حاضر کی اُردو نعت کا عمدہ نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حفیظ صدیقی،ابوالاعجاز۔''تفہیم وتحسینِ''شعر،سنگت پبلشرز،لاہور، ۲۰۰۶ء ص:۸۸

۲۔ رشید وارثی۔''اُردو نعت اورشاعرانہ تعلّی''نعت رنگ کتاب نمبر ۴،کراچی،۱۹۹۷ء ص:۱۷

۳۔ سہیل عباس بلوچ،ڈاکٹر۔''بنیادی اُردو قواعد''،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، ۲۰۱۰ء ص۔۴۴۷

۴۔ عبدالنعیم عزیزی،ڈاکٹر۔''اُردو نعت گوئی اورفاضل بریلوی''ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل،کراچی،۲۰۰۸ء ص:۵۳۸

۵۔ حفیظ صدیقی،ابوالاعجاز۔کشاف تنقیدی اصطلاحات،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص:۱۶۸

۶۔ عابد علی عابد،سیّد۔''البیان''،مجلسِ ترقیِ ادب،لاہور،۱۹۸۹ء ص:۳۵۷

۷۔ نذیر احمد،پروفیسر۔''اقبال کے صنائع بدائع''،آئینہ ادب،لاہور،۱۹۶۶ء ص:۶۳

۸۔ نجم الغنی،مولوی۔''بحر الفصاحت''،مرتبہ:سیّد قدرت نقوی،ج ۷۔۶،مجلسِ ترقی ادب، لاہور،۲۰۰۷ء ص:۶۸

۹۔ ایضاً

۱۰۔ حفیظ صدیقی،ابوالاعجاز۔''کشاف تنقیدی اصطلاحات''،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص:۴۷

۱۱۔ نجم الغنی،مولوی۔''بحر الفصاحت''،مرتبہ:سیّد قدرت نقوی،ج ۷۔۶،مجلسِ ترقی ادب، لاہور،۲۰۰۷ء ص:۱۴۴

۱۲۔ نذیر احمد،پروفیسر۔''اقبال کے صنائع بدائع''آئینہ ادب،لاہور،۱۹۶۶ء ص:۱۳۸

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ ''اُردو غزل، نعت اور مثنوی'' الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۴ء ص:۲۶۶

۱۶۔ نجم الغنی، مولوی۔ ''بحر الفصاحت''، مرتبہ: سیّد قدرت نقوی، ج ۷۔۶، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۷ء ص:۳۶۷

باب پنجم

سیّد ناصر چشتی کا ادبی مقام و مرتبہ

انسان کا ذہن ایک اتھاہ ساگر ہے جس میں ہر آن جذبات و احساسات کی تلاطم خیز لہریں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں جب اُنھیں لفظوں کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے تو یہ خوب صورت قرینہ شاعری کہلاتا ہے اور جب یہ شاعری ممدوحِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال و کمال کو اپنے اندر سمو لیتی ہے تو نعت کا روپ دھار لیتی ہے۔

جنابِ آمنہ کے ماہِ تمام اور تمام ادیان کے مہرِ اختتام کی مدحت ہر نعت گو شاعر کا سرمایۂ حیات ہوتی ہے۔ نعت کی تخلیق کا سلسلہ روزِ ازل سے جاری و ساری ہے اور روزِ ابد تک قائم و دائم رہے گا۔ آج تک سینکڑوں بلکہ ہزاروں شعرا کی مثالیں موجود ہیں جنھوں نے زندگی میں صرف نعت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور نعت کو ہی اپنی پہلی اور آخری ترجیح قرار دیا۔ سیّد ناصر چشتی بھی اُن خوش نصیب شعرا میں شامل ہیں جو کاروانِ نعت گویاں کا حصہ ہیں۔ اُنھوں نے تقریباً نصف صدی کا عرصہ شعر و ادب سے وابستگی میں گزارا ہے۔ زندگی کے آخری بیس سالوں میں اُنھوں نے صرف عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اپنا موضوعِ قلم بنایا۔ اُن کی زندگی کا مقصد نعت پڑھنا، نعت لکھنا اور نعت سننا تھا یعنی وہ ہمہ دم فروغِ نعت کے سلسلے میں مشغول و منہمک نظر آتے تھے۔

سیّد ناصر چشتی کی نعت وہ سرمدی نغمہ ہے جس میں طمانیتِ قلب اور نشاطِ روح کے سارے سامان موجود ہیں۔ وہ اپنے موزوں اُسلوبِ بیان، موضوعاتِ نعت اور حقیقت نگاری کے باعث قافلۂ نعت میں اپنی جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد خاص طور پر ۸۰ کی دہائی میں اُردو نعت کو جس قدر فروغ ملا شاید کسی صنفِ سخن کو نصیب ہوا ہو اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ صدی کو نعت کی صدی قرار دیا جا رہا ہے۔ ہزاروں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اپنے انداز میں عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔

سیّد ناصر چشتی کو حقیقی نعت گو شعرا سے نعت گوئی کی تحریک ملی ہے۔ اس بارے میں اُن

کے صاحبزادے سیّد اکرام الحق شاہ کہتے ہیں:

’’آپ نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے لیکن نعتیہ شاعری میں آپ نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ نعت گوئی میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے جو نعت بھی لکھی اور جس انداز اور جس رنگ میں بھی لکھی اسے بے پناہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ مذہبی اور روحانی ماحول کے علاوہ مظفر وارثی، صائم چشتی، اقبال صلاح الدین اور سیّد انوار ظہوری کے نعتیہ اشعار سے متاثر ہو کر آپ کی طبیعت نعت کی طرف مائل ہوئی‘‘۔(۱)

سیّد ناصر چشتی جدید طرزِ نعت کے حامل نعت گو شاعر ہیں لیکن جدت کے ساتھ ساتھ اُن کے ہاں روایت کی پاسداری کی جھلک بھی نمایاں نظر آتی ہے۔

سکوں پایا مرے دل نے غمِ دوراں کی تلخی سے
تمھاری یاد کا مرہم لگایا میں نے اس پر ہے
(حضور پُرنور۔۱۶)

سیّد ناصر چشتی کے ہاں کئی بڑے شعرا کے رنگ میں لکھے اشعار ملتے ہیں۔

ناصر چشتی:

یہ بزمِ کون و مکاں تمھاری ہی داستاں کا ہے بابِ اول
تمھی سے منسوب ہو کے سارا زمانہ تحریر ہو رہا ہے
(کلامِ ناصر مرتبہ: مجاہد شفیق۔۲۷)

ظفر علی خاں:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھی تو ہو (۲)

ناصر چشتی:

زمین و آسماں، کرسی، قلم عاجز ہیں مدحت سے
خدا کے بعد جو کوئی بیاں کرتا ہے، قاصر ہے
(حضور پُرنور۔۶۳)

حافظ لدھیانوی:

مدحتِ سیّدِ لولاک میں کیا کیا لکھوں
جو ہو ممدوحِ خدا اس کی ثنا کیا لکھوں (۳)

ناصر چشتی نعت کے حوالے سے مظفر وارثی سے متاثر ہیں اور وہ بارہا اپنی تحریروں اور عثمان پھلروں کو دیئے گئے اپنے انٹرویو میں بھی اس بات کا اقرار کر چکے ہیں۔

مظفر وارثی عصرِ حاضر کے نمائندہ نعت گو شاعر ہیں۔ جنھوں نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انقلاب آفریں پیغام کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ اُنھیں کی روش پر چلتے ہوئے ناصر صاحب بھی اسی مسلک پر قائم ہیں۔ فکری سطح پر ہی نہیں وہ اُسلوبِ بیاں کے حوالے سے بھی مظفر وارثی کے رنگ میں لکھنے کی سعی کرتے نظر آتے ہیں۔ مظفر وارثی کا یہ شعر ملاحظہ ہو جس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرمایہ حیات قرار دیا گیا ہے اور اس میں استفہامیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔

اب ناصر صاحب کا یہ شعر ملاحظہ ہو جس میں وہی استفہامیہ اندازِ بیاں نظر آتا ہے۔

محبوب کی سنت کا رہا اس پہ جو غازہ
نکھرے گا نہ کیوں سیرت و کردار کا چہرہ
(حضور پُرنور۔۸)

مفلسِ زندگی اب نہ سمجھے کوئی مجھ کو عشقِ نبی اس قدر مل گیا
جگمگائے نہ کیوں میرا عکسِ دروں، ایک پتھر کو آئینہ گر مل گیا
(۴)

شاعر معاشرے کا نقاد ہوتا ہے۔ معاشرے سے اُسے جو کچھ ملتا ہے وہ اس پر ردِ عمل کا اظہار ضرور کرتا ہے اور بعض اوقات وہ اقبال کی مانند مصلحانہ انداز اختیار کرتا ہے۔

وقت کے تقاضے ہر دور میں بدلتے رہے ہیں اور اسی باعث ہر دور میں نعت گو شعرا کی ترجیحات بدلتی رہی ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں نعت گوئی کے ترجیحی موضوعات میں کفارِ مکہ کی ہجو گوئی کا جواب دینا تھا جس کی ذمہ داری شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابتؓ نے اٹھائی۔ نعت جب سر زمینِ عرب سے نکل کر وادیِ عجم میں آئی تو اس میں دوری و مہجوری کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ اسی طرح

قدیم اُردو نعت میں جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کش شعرا کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی نے نعت کو ایک نئے آہنگ سے روشناس کرایا اور نعت میں استغاثہ واستمداد کی صدا سنائی دینے لگی۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی بیان کرتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ کا دور حضوری کا دور تھا کہ ممدوحِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود سامنے تھا، وارفتگی وشیفتگی حضوری کی لذت سے سرشار تھی۔اس لیے صفات شماری کا رویہ نمایاں تھا، فاصلے بڑھتے گئے اور اُمتِ مسلمہ کے حالات وجہِ تشویش بنتے گئے تو فریادیں ہونے لگیں۔یہیں سے مدح نگاری میں استغاثوں کے رویے جنم لینے لگے''۔(۵)

نعت گوئی میں استغاثے کی روایت کو بڑھاوا دینے والے دیگر محرکات میں خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے سے سقوطِ ڈھاکہ تک کئی دل خراش سانحے شامل ہیں۔ناصر چشتی اُمتِ مسلمہ کے حوالے سے عصرِ حاضر کی ہر اُونچ نیچ پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔مغرب کی بڑھتی ہوئی بالادستی اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم انھیں بارگاہِ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فریاد کرنے پر اکساتے ہیں اور وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں فریاد کرتے ہیں:

جل رہی ہے وہ کشمیر وادی، پھر فلسطین محوِ فغاں ہے
ہم غلاموں کا طیبہ کے والی اور کوئی سہارا نہیں ہے

(حسنِ کامل۔۹۳)

اُن کے ہاں استغاثہ کا پہلو اُن کی ذات سے نکل کر اُمتِ مسلمہ کی تشویش پر ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔اس حوالے سے خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے ''جمع'' کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کے اجتماعی مسائل پر قلم اُٹھانے کی سعی کی ہے۔اس پریشانی اور بے یقینی کے دور میں اُن کا یہ رویہ عصری شعور کے ساتھ ساتھ اُن کے ملی شعور کا ترجمان بھی دکھائی دیتا ہے۔

کرم کی اِک نظر سرکار ہم ایسے غریبوں پر
برے ہیں لاج رکھ لینا اٹا عیبوں سے دفتر ہے

(حضور پُرنور۔۱۶)

ناصر چشتی سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عارف صادق انسان تھے۔اُنھوں نے زندگی کے آخری بیس سالوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اپنا موضوعِ قلم بنایا۔

انسان و ملائک ہیں خدام محمد کے
مدہوش کئی دیکھے منصور مدینے میں

(حضور پُرنور۔۷)

اُن کے ہاں نعت کے ذیل میں مخالف مسالک پر طنز کا رویہ اس لیے موجود ہے کہ وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مستغرق دکھائی دیتے ہیں اور مخالف مسالک کے لوگوں کو اس کی دعوت وتبلیغ پر اکساتے دکھائی دیتے ہیں۔اُن کے ہاں کفار کی ہدایت سے محرومی کا ذکر بھی ملتا ہے۔عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں اپنے خاندان سے ورثے میں ملا تھا۔

پڑھتے ہیں فرشتے بھی، صحابہ بھی، خدا بھی
یہ جن کا فریضہ ہے ادا کرتے رہیں گے

(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۱۰۹)

ناصر چشتی کے ہاں جمالِ مصطفی اور کمالِ مصطفی دونوں پہلوؤں کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔جمالِ نبی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا مجسم کے بیان میں وہ موضوع کی گہرائی تک گئے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے تمام گوشوں کو اپنی نگاہِ ملتفت کا مرکز بھی بنایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں تمام نوعِ انسانی کے لیے ہدایت کا سامان موجود ہے۔اس سلسلے میں سیّد سلیمان ندوی یوں رقم طراز ہیں:

''عزم واستقلال، شجاعت، توکل، تقدیر، صبر، شکر، قناعت، قربانی، ایثار، مصیبتوں کی برداشت، استغنا، جود، تواضع، انکساری، مسکنت، نشیب وفراز، بلندوپست، تمام اخلاقی پہلوؤں کے لیے جو مختلف انسانوں کو مختلف حالتوں میں یا ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں، ہم کو عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت ہے مگر وہ کہاں مل سکتی ہے؟ صرف جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس''۔(۶)

نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی اور زبانی پیغام کی ترسیل واشاعت ناصر چشتی کی

نعت کا انتہائی اہم مقصد ہے۔ اُنھوں نے خلقِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیش قیمت موتیوں سے اپنی نعت کو آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی و سخاوت، تواضع، دل جوئی، مہر و مروت، عفو و درگزر، صدق و صفا، احترامِ آدمیت، لطف و کرم اور رحمت للعالمینی کا ذکر انتہائی ادب و احترام سے کیا ہے۔ اُن کے نزدیک نعت ذریعۂ تبلیغ کے ساتھ ساتھ توشۂ آخرت اور اجر و ثواب کا باعث بھی ہے۔

اُن کی نعت مقصدیت سے خالی نہیں اس لیے اُن کے ہاں زندہ و جاوید موضوعات کا تنوع موجود ہے۔ اُن کے شاگردِ خاص اعجاز اسیر یوں بیان کرتے ہیں:

''ناصر چشتی کے ہاں نعت کے موضوعات کا وسیع تنوع موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نعت کی ترویج و تشہیر کے لیے کچھ لوگوں کو مختص کر دیا ہے۔ ان میں ناصر چشتی ایک بہت بڑا نام ہے''۔(۷)

ناصر چشتی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات، غزوات، تعلیمات، انقلابات، معجزات، اخلاقِ فاضلہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے بے شمار موضوعات کو اپنا موضوعِ قلم بنایا ہے۔ اس حوالے سے ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ انھوں نے مذکورہ موضوعات کے بیان کے سلسلے میں حقیقت نگاری سے کام لیا ہے اور کسی بھی غیر شرعی بات کو اپنی نعت کا حصہ نہیں بننے دیا۔

ناصر صاحب کی نعت کی ایک اور خوبی اُن کا محتاط طرزِ بیان ہے لیکن اُن کے کلام میں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رچاؤ کثرت سے موجود ہے۔ اُنھوں نے حفظِ مراتب کی پاسداری کرتے ہوئے حمد، نعت اور منقبت کے مابین پائے جانے والے لطیف فرق کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ عصرِ حاضر میں ناقدینِ فن نے حمد، منقبت اور مناجات کے اشعار کو نعت میں نظم کرنے سے گریز کرنے کی تلقین کی ہے جب کہ ناصر چشتی کی نعت میں مذکورہ تینوں رویے ملتے ہیں۔

ناصر چشتی کی نعت عظمتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار حوالوں سے مزین ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا، پتھروں کا بولنا، درخت کا چلنا اور مقامِ جبریل (سدرہ المنتہیٰ) سے آگے لامکاں تک رسائی پانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے چند بنیادی

حوالے ہیں جنھیں ناصر صاحب نے اپنی نعت میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے نزدیک عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراصل عظمتِ بشر کی علامت ہے۔

روح الامیں بھی رہ گئے حیرت سے دیکھتے
سدرہ سے آگے آپ کی رفتار دیکھیے

(خیرُ الورٰی۔۱۰۹)

اُن کے نعتیہ کلام میں جا بجا قرآن و حدیث کے حوالے موجود ہیں۔ یہ امر اُن کی شعوری کاوش سے زیادہ خاندانی تربیت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے مذہبی و روحانی ماحول میں آنکھ کھولی۔ اسی دینی ماحول نے اُن کے قلب و ذہن میں حُبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ روشن کر دیے ہیں۔

اس طرح اُن کی نعت قلبی واردات کی ایک صورت اختیار کر گئی ہے۔ اس بارے میں آپ کے بیٹے سیّد اکرام الحق بیان کرتے ہیں:

''خواجہ قمر الدین سیالوی (ناصر صاحب کے مرشد) سے میر احمد شاہؒ (آپ کے دادا جان) نے فرمایا کہ ناصر چشتی ایک دن بڑا نام پائے گا اور ہر جگہ ناصر ناصر ہوگی۔ آپ کے دادا میر احمد شاہؒ نے آپ کے ہاتھ میں قلم دیا اور فرمایا کہ لکھو اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرا پوتا ایک دن بڑا نام کمائے گا۔ اُس دن کے بعد سے آپ نے لکھنا شروع کیا۔ ناصر چشتی نے سراپا سیرت کے نوشتوں میں ہی نہیں دیکھا، اپنے آبا و اجداد کے کردار میں دمکتا ہوا پایا ہے''۔(۸)

عشق و محبت اور ادب و احترام کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ جب تک دل و نگاہ میں عشق کا دریا موج زن نہ ہو، شیفتگی و وارفتگی کے سرمدی ترانے تحریر کا حصہ نہیں بن سکتے۔ ناصر صاحب کا دل عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہے۔ عشق و محبت کے جذبات کا تذکرہ اُن کی نعت میں جا بجا موجود ہے۔ اس بارے میں عثمان پھلروں بیان کرتے ہیں:

''آپ نے تمام عمر فروغِ نعت کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے نعتیہ شاعری میں زیادہ تر عام فہم انداز اس لیے اپنایا کہ زیادہ سے زیادہ افراد تک عشق

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا جائے۔آپ نے جو بھی نعت لکھی وہ مقبول ہوئی''۔(۹)

سچ تو یہ ہے کہ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نعت کی تکمیل ممکن نہیں اور آپ تواتر کے ساتھ صنفِ نعت سے وابستہ ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُن کے دل میں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریا موج زن ہے۔اُن کی نعت پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ اُنھیں اپنے جذبۂ عشق کا اظہار ہی مقصود نہیں بلکہ وہ ہر دل میں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع روشن کرنا چاہتے ہیں۔

یہ ناصر پوچھ تو اہلِ جنوں سے
محبت ہی سکھاتی ہے قرینے
(حضور پُرنور۔۴۸)

محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ گرامی ناصر چشتی کے لیے وجہِ تسکینِ قلب ونظر ہے۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ خیر سے عرش وفرش کی رونقیں قائم ودائم ہیں۔پھولوں کی تروتازگی اور قلوب کی شادابی کا وسیلہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کا ذکرِ خیر ہی ہے۔

ناصر صاحب کے ہاں سیرتِ طیبہ کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انقلاب آفریں تعلیمات کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں توحید، عدل، مساوات اور امن وآشتی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔نظامِ نو کی یہ روشن اقدار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ سے مزین ہیں۔

ابنِ آدم کو سکھلائی ہے آپ نے
دوستی، آشتی، بندگی یا نبی!
(حضور پُرنور۔۲۳)

شاعری اگرچہ عطیۂ خداوندی ہے مگر اس میں اکتسابی عمل بھی خاصا دخیل ہے۔ضروری نہیں کہ آمد کا ہر شعر ہر لحاظ سے مکمل ہو۔بعض اوقات جب شاعر اپنے کلام پر نظرِ ثانی کرتا ہے تو

بہتری کے کئی نئے پہلو سامنے آجاتے ہیں۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی فن پارے کا سب سے پہلا نقاد خود اُس کا تخلیق کار ہوتا ہے۔

ناصر چشتی باقاعدہ طور پر ادبی مشاعروں میں نہیں جاتے تھے اور وہ زیادہ تر نعتیہ کلام محافلِ میلاد میں پڑھتے تھے جس سے اُن کے کلام میں چند ایک مقامات پر شعری سقم کی صورتِ حال دیکھنے میں آئی ہے۔ناصر چشتی کا بیشتر کلام عروض سے زیادہ آہنگ کے تابع دکھائی دیتا ہے۔اُن کے ہاں بعض الفاظ لغوی قواعد کے خلاف استعمال ہوئے ہیں۔

اُن کی نعت کو روایت اور جدت کا حسین امتزاج قرار دیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ آپ الفاظ کی معنویت کو واضح کرنے کے لیے عربی اور فارسی سے استفادہ کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن بعض جگہ ہندی الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔یہ الفاظ کلام میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ اُن کے ہندی ہونے کا گمان تک نہیں گزرتا۔مشکل الفاظ اور پیچیدہ تراکیب کے باوجود کلام میں روانی اور سلاست کا عنصر برقرار رہتا ہے۔

صنائع بدائع کے استعمال میں اُن کی فنی خوبیاں نکھر کر سامنے آئی ہیں۔صنعتِ جمع، تنسیق الصفات اور صنعتِ تکرار کے حوالے سے کہے گئے اُن کے اشعار روانی اور سلاست کی خوبیوں سے متصف ہیں۔

ناصر چشتی کے کلام سے صنعتِ تکرار کی مثال ملاحظہ ہو:

اس بات پہ ہے ناز، سدا ناز کریں گے
ہے لاج تیرے ہاتھ تیرے ہاتھ رہے گی
(آنکھوں سے چوموں جالی تیری۔۵۳)

کلام میں رعایتِ لفظی کا اہتمام بڑی خوب صورتی سے کیا گیا ہے۔اس حوالے سے اُن کے ہاں صنعتِ تجنیس اور مراعات النظیر کی خوب صورت مثالیں موجود ہیں:

تمھاری نعتوں کے پھول لے کر میں اپنی محفل سجا رہا ہوں
چُنا ہے مدحت میں جن گلوں کو نکھار اُن کے نصیب میں ہے
(حضور پُرنور۔۶۵)

مذکورہ شعر میں ''پھول'' کی رعایت سے چننا، سجانا اور نکھار کے الفاظ شعر کی صوتی و معنوی خوب صورتی میں اضافے کا موجب ہیں۔ اُن کا شعری اُسلوب سادگی، سلاست، بے ساختگی اور زورِ بیاں کا مرقع ہے۔ اُن کے اشعار خیال کی تازگی، مضمون کی ندرت، جذبہ کی شدت اور شکوہِ الفاظ سے توانائی حاصل کرتے ہیں اور موسیقیت اور غنائیت کا عنصر اُن کی نعت کی صوتی جمالیات میں اضافے کا باعث ہے۔

چند شعری سقم ہونے کے باوجود اُن کی نعت فکر و فن کا ایک خوب صورت نمونہ ہے اور موضوعات کا تنوع، سیرتِ طیبہ اور تعلیماتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھرپور بیان نے اسے مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اُن کے ہاں عمدہ اور پُرتاثیر اشعار کی کثرت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُن کی نعت کو بلاشبہ نعتیہ ادب میں ایک خوب صورت اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

سیّد ناصر چشتی عصرِ حاضر کے نمائندہ نعت گو شاعر ہیں۔ اُن کی نعت بے شمار فنی و فکری خوبیوں سے مالا مال ہے جس کا اعتراف اُن کے کئی معاصر نعت گو شعرا نے بھی کیا ہے۔ اس بارے میں پروفیسر اختر سدیدی عثمان پھلروں کی کتاب ''ملاقاتیں'' میں بیان کرتے ہیں:

''جس طرح محمد علی ظہوری اور محمد اعظم چشتی کا دور تھا اسی طرح موجودہ دور سیّد ناصر چشتی کا دور ہے''۔(۱۱)

آج مسائلِ زمانہ کے ہاتھوں ہر شخص دل فگار ہے؛ ہر ذی روح بے چین و پریشان ہے اور ہر طرف نفسانفسی کا عالم دکھائی دے رہا ہے۔ عدم تحفظ اور بے یقینی کی کیفیت میں انسانیت کا دم گھٹتا جا رہا ہے اس حبسِ جاں سے نکلنے کی ایک ہی صورت نظر آتی ہے اور وہ ہے جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانا۔ ناصر صاحب کی نعت ایسے بے شمار اشعار سے مزین ہے جنھیں پڑھ کر دل میں تازگی اور خوشی کا احساس بیدار ہوتا ہے۔ انسان کی پژمردگی ختم ہوتی ہے اور اس میں زندگی گزارنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے۔

آپ آئے تو جینے کی ہمت ہوئی
ورنہ بے کیف تھی زندگی یا نبی!

(حضور پُرنور۔۲۲)

موجودہ حالات کے پیشِ نظر اور عصرِ حاضر کے فرد کی بے چارگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے نعتیہ ادب کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اس سلسلے میں ناصر صاحب کی نعت جس میں محبت و آشتی کا پیغام موجود ہے، بلاشبہ علاجِ غمِ دوراں کی حیثیت رکھتی ہے۔

سکوں پایا مرے دل نے غمِ دوراں کی تلخی سے
تمھاری یاد کا مرہم لگایا میں نے اس پر ہے

(حضور پُرنور۔۱۶)

اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی رحمتیں نچھاور فرمائے اور اُنھیں اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین!

حواشی وحوالہ جات

۱۔ انٹرویو: سیّد اکرام الحق۔ بمقام تاندلیانوالہ، ۲۲ فروری، ۲۰۱۴ء

۲۔ ظفر علی خاں، مولانا۔ ’’حبسیات‘‘ تدوین: زاہد علی خان الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، لاہور ۲۰۰۷ء ص: ۱۰

۳۔ حافظ لدھیانوی۔ ’’نشیدِ حضوری‘‘ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۰ھ ص: ۱۰۳

۴۔ مظفر وارثی، ’’نورِ ازل‘‘۔ ماورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۸ء ص: ۶۷

۵۔ محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر۔ ذکرِ شہِ والا، الاشراق پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۳۲ھ ص: ۱۹

۶۔ سیّد سلیمان ندوی، سیّد۔ ’’خطباتِ مدراس‘‘، ادارہ نشریاتِ اسلام، لاہور، ۱۹۳۶ء ص: ۷۷

۷۔ انٹرویو: اعجاز اسیر۔ بمقام فیضان ڈینٹل کلینک تاندلیانوالہ، ۱۴ فروری، ۲۰۱۴ء

۸۔ انٹرویو: سیّد اکرام الحق۔ بمقام تاندلیانوالہ، ۲۲ فروری، ۲۰۱۴ء

۹۔ انٹرویو: عثمان پھلروں۔ بمقام تاندلیانوالہ، ۲۲ فروری، ۲۰۱۴ء

۱۰۔ نجم الغنی، مولوی۔ ’’بحر الفصاحت‘‘، مرتبہ: سیّد قدرت نقوی، ج ۷۔۶، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۷ء ص: ۱۸۰

۱۱۔ عثمان پھلروں۔ ’’ملاقاتیں‘‘ چشتی کتب خانہ، اُردو مارکیٹ، جھنگ بازار، فیصل آباد ص: ۴۷

کتابیات

ا۔ بنیادی ماخذ:

۱۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: کلامِ ناصر: فیصل آباد، چشتی کتب خانہ: ۱۹۸۶ء

۲۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: حسنِ حبیب: فیصل آباد، نوری بک ڈپو: ۱۹۸۷ء

۳۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: حضور پُرنور: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۱۹۹۸ء

۴۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: خیر الوریٰ: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۴ء

۵۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: حسنِ کامل: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۵ء

۶۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: حسنِ حبیب: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۵ء

۷۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: سُرورِ جاوداں: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۵ء

۸۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: سب سے میٹھا نام تمھارا: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۹ء

۹۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: منٹھار نبی: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۹ء

۱۰۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: آنکھوں سے چوموں جالی تیری: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۹ء

۱۱۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: ضیائے مدینہ: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۱۰ء

۱۲۔ ناصر حسین چشتی، سیّد/شفیق مجاہد (مرتب): کلامِ ناصر: فیصل آباد، صائم انٹرنیشنل: ۲۰۱۳ء

۱۳۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: تینوں درِ حضور تک لے چلاں: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: طبع سوم۔ ۲۰۱۰ء

۱۴۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: جلوے، لشکاں، کرناں: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: ۲۰۰۱ء

۱۵۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: مدینے دے نظارے: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: س ن

۱۶۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: یتیماں دا والی: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: س ن

۱۷۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: سوہنا رسول: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: س ن

۱۸۔ ناصر حسین چشتی، سیّد: لجپال نبی: لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: س ن

ب۔ ثانوی ماخذ:

۱۔ آصف جاہ، سیّد (مرتب): مقصودِ کائنات: ملتان، سیرتِ محمد ریسرچ اکیڈمی: طبع سوم ۲۰۰۱ء
۲۔ احمد رضا خاں بریلوی، مولانا: حدائقِ بخشش: لاہور، پروگریسو بکس: ۲۰۱۱ء
۳۔ احمد سعید شاہ کاظمی، سیّد: مقالاتِ کاظمی (جلد اول): ساہیوال، مکتبہ فریدیہ: ۱۳۹۷ھ
۴۔ احمد ندیم قاسمی: جمال: لاہور، مکتبہ بیاض: ۱۹۹۲ء
۵۔ ارشاد شاکر اعوان: عہدِ رسالت میں نعت: لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب: ۱۹۹۳ء
۶۔ الطاف حسین حالی، مولانا/ ڈاکٹر سیّد عابد حسین (مرتب): مسدس حالی: کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ: ۱۹۹۲ء
۷۔ انوار ظہوری، سیّد: حرفِ منزہ: لاہور، ظہوری اکیڈمی: ۱۹۹۳ء
۸۔ جعفر بلوچ: بیعت: لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب: طبعِ دوم ۲۰۰۱ء
۹۔ جمشید کمبوہ: سفرِ نعت: لاہور، فہد پبلشرز: ۲۰۱۳ء
۱۰۔ حافظ لدھیانوی: نشیدِ حضوری: لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز: ۱۴۰۰ھ
۱۱۔ حفیظ تائب: کلیاتِ حفیظ تائب: لاہور، القمر انٹر پرائز: ۲۰۰۵ء
۱۲۔ حفیظ جالندھری، ابوالاثر: شاہ نامۂ اسلام: لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت: ۱۹۸۵ء
۱۳۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز: تفہیم وتحسینِ شعر: لاہور، سنگت پبلشرز: ۲۰۰۶ء
۱۴۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز: کشاف تنقیدی اصطلاحات: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: ۱۹۸۵ء
۱۵۔ رشید محمود، راجا: اقامتِ نعت: لاہور، مدنی گرافکس: ۲۰۱۲ء
۱۶۔ رفیع الدین ہاشمی: اصنافِ ادب: لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز: ۲۰۰۸ء
۱۷۔ ریاض مجید، ڈاکٹر: اُردو میں نعت گوئی: لاہور، اقبال اکادمی: ۱۹۹۰ء
۱۸۔ سلیمان بن اشعث، امام ابوداؤد: سننِ ابوداؤد (جلد دوم): لاہور، مطبع مجتبائی: ۱۴۰۵ھ
۱۹۔ سلیمان ندوی، سیّد: خطباتِ مدراس: لاہور، ادارہ نشریاتِ اسلام: ۱۹۳۶ء
۲۰۔ سہیل عباس بلوچ، ڈاکٹر: بنیادی اُردو قواعد: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: ۲۰۱۰ء

۲۱۔ صائم چشتی: فردوسِ نعت: فیصل آباد، چشتی کتب خانہ: ۲۰۰۴ء
۲۲۔ ظفر علی خاں، مولانا/ زاہد علی خان (مدون): حبسیات: لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب: ۲۰۰۷ء
۲۳۔ ظفر علی خاں، مولانا: بہارستان: لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب: ۲۰۰۷ء
۲۴۔ عابد علی عابد، سیّد: البیان: لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب: ۱۹۸۹ء
۲۵۔ عابد نظامی، خواجہ: فیضانِ کرم: لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز: ۱۹۸۳ء
۲۶۔ عبدالعزیز خالد: ماذماذ: لاہور، مقبول اکیڈمی: س ن
۲۷۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی: کراچی، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل: ۲۰۰۸ء
۲۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اُردو کی نعتیہ شاعری: لاہور، الوقار پبلی کیشنز: ۲۰۱۲ء
۲۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اُردو غزل، نعت اور مثنوی: لاہور، الوقار پبلی کیشنز: ۲۰۰۴ء
۳۰۔ گوہر ہوشیار پوری: آرزو حضوری کی: لاہور، اظہار سنز: ۱۹۹۶ء
۳۱۔ گوہر ملسیانی: عصرِ حاضر کے نعت گو شعرا (جلد اول): لاہور، بیت الحکمت: ۲۰۱۳ء
۳۲۔ ماہر القادری/ طالب ہاشمی (مرتبہ): ذکرِ جمیل: لاہور، القمر انٹر پرائز: طبعِ دوم س ن
۳۳۔ محمد احمد رضا خاں بریلوی، مولانا (مترجم): کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن: لاہور، پاک کمپنی رجسٹرڈ: س ن
۳۴۔ محمد اعظم چشتی: کلیاتِ اعظم: لاہور، خزینہ علم وادب: ۲۰۰۰ء
۳۵۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (جلد اول): کراچی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع: ۱۳۸۱ھ
۳۶۔ محمد عثمان پھلروان: ملاقاتیں: فیصل آباد، چشتی کتب خانہ: ۲۰۱۳ء
۳۷۔ محمد علی ظہوری: کلیاتِ ظہوری: لاہور، خزینہ علم وادب: س ن
۳۸۔ مظفر وارثی: نورِ ازل: لاہور، ماورا پبلشرز: ۱۹۸۸ء
۳۹۔ مہر اختر وہاب: اُردو میں اسلامی ادب کی تحریک: اسلام آباد، پورب اکادمی: ۲۰۱۰ء
۴۰۔ نجم الغنی رام پوری، مولوی/ سیّد قدرت نقوی (مرتب): بحر الفصاحت (جلد ششم ہفتم): لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب: ۲۰۰۷ء

۴۱۔ نذیر احمد، پروفیسر: اقبال کے صنائع بدائع: لاہور، آئینہ ادب: ۱۹۶۶ء

رسائل، جرائد اور اخبارات:

۱۔ نقوش رسول نمبر (جلد اول): لاہور، ادارہ فروغِ اُردو: ۱۹۸۲ء
۲۔ نقوش رسول نمبر (جلد سوم): لاہور، ادارہ فروغِ اُردو: ۱۹۸۳ء

کتابی سلسلہ:

۱۔ مدحت (شمارہ ۲): لاہور: جون تا ستمبر ۲۰۱۰ء
۲۔ نعت رنگ (شمارہ ۴): کراچی: ۱۹۹۷ء
۳۔ نعت رنگ (شمارہ ۱۷): کراچی: نومبر ۲۰۰۴ء

استفسار:

۱۔ اصغر علی، سیّد: ساہی وال، دربار عالیہ غوثیہ قادریہ، ہڑپہ: ۲۶ مارچ ۲۰۱۴ء
۲۔ اقرار جوئیہ: فیصل آباد، ۴۱۰ گ ب، کچا تاندلہ: ۱۰ اپریل ۲۰۱۴ء
۳۔ اعجاز اسیر: تاندلیانوالہ، فیضان ڈینٹل کلینک: ۲۵ جنوری ۲۰۱۴ء
۴۔ بشیر فیض، ڈاکٹر: فیصل آباد، فیضان ڈینٹل کلینک، تاندلیانوالہ: ۲۶ جنوری، ۲۰۱۴ء
۵۔ جمشید کمبوہ: پاک پتن، رحمان ٹاؤن: ۴ مارچ، ۲۰۱۴ء
۶۔ ساغر چشتی: فیصل آباد، تاندلیانوالہ: ۴ مارچ، ۲۰۱۴ء
۷۔ عثمان پھلرون:، فیصل آباد، جلہ موڑ، کچا تاندلہ: ۱۹ مارچ، ۲۰۱۴ء
۸۔ محمد اکرام الحق، سیّد: فیصل آباد، ۴۱۰ گ ب: ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء
۹۔ محمد انعام الحق، سیّد: فیصل آباد، ۴۱۰ گ ب: ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء
۱۰۔ محمد عثمان پھلرون: فیصل آباد، ۴۱۰ گ ب: ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء
۱۱۔ محمد یوسف ساجد: فیصل آباد، غلام محمد آباد، رحمت ٹاؤن: ۲۰ ستمبر ۲۰۱۴ء
۱۲۔ نصیر بلوچ: فیصل آباد، چک نمبر ۵۹۲ گ۔ب، تاندلیانوالہ: ۱۲ جولائی، ۲۰۱۳ء
۱۳۔ وقار النسا، سیّدہ: فیصل آباد، ۴۱۰ گ۔ب کچا تاندلہ: ۲۶ جنوری، ۲۰۱۴ء

مقالہ:

۱۔ عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی: کراچی، ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا انٹرنیشنل: ۲۰۰۸ء

مجلہ جات:

۱۔ اوج نعت نمبر (جلد اول): لاہور، گورنمنٹ کالج شاہدرہ: ۹۳، ۱۹۹۲ء
۲۔ اوج نعت نمبر (جلد دوم): لاہور، گورنمنٹ کالج شاہدرہ: ۹۳، ۱۹۹۲ء
۳۔ تحقیق: لاہور، اورینٹل کالج: ۱۹۸۲ء

لغات:

۱۔ سیّد احمد دہلوی، مولوی: فرہنگِ آصفیہ: لاہور: اُردو سائنس بورڈ: بارِ ششم، ۲۰۱۰ء
۲۔ قائم رضا نسیم امروہوی، سیّد/ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، سیّد: نسیم اللغات: لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز: ۱۹۹۶ء
۳۔ نورالحسن نیّر، مولوی: نوراللغات: لاہور، سنگِ میل پبلشرز: ۱۹۸۹ء